6

گفتگو-۶

واصف علی واصف

واصف علی واصف

گفتگو-۶

کاشف پبلی کیشنز
۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن-لاہور

ڈسٹری بیوٹرز: خزینہ علم و ادب
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... گفتگو۔۶
مصنف .... واصف علی واصفؒ
سن اشاعت ۲۰۰۰ء
قیمت .... Rs 200
ناشر .... کاشف محمود
کاشف پبلی کیشنز ○ ۲۰۱۔ اے، جوہر ٹاؤن ○ لاہور

عرضِ ناشر

واصف صاحبؒ سے جب کوئی سوال کرتا تو پہلے وہ اس سوال کا اپنی دانائی کے ذریعے تجزیہ کرتے' سوال میں موجود مسئلے کو پہچانتے اور سوال کے پیچھے چھپی ہوئی دِقّت کو بھی محسوس کرتے۔ پھر اس سوال کے اس حصّہ کا بھی جواب دیتے جو حصّہ وہ سوال کرنے والا شخص لوگوں کے سامنے پوچھنے سے قاصر ہوتا تھا۔ اسی جواب کے اندر ان دوسرے اصحاب کے سوالوں کے جواب بھی آ جاتے تھے جو اس محفل میں تو موجود ہوتے تھے لیکن سوال بیان نہیں کر پاتے تھے۔ اس طرح واصف صاحبؒ کی گفتگو کا علم ایک مکالمہ یا ڈائیلاگ کی شکل اختیار کر لیتا تھا جس میں محفل میں حاضر ہر شخص پورے شوق اور انہماک سے شریک ہوتا تھا۔ لوگوں کے دلوں سے براہِ راست مخاطب ہونے کا یہ فن واصف صاحبؒ کی وہ خوبی تھی جس کے ذریعے انہوں نے دلوں میں پیدا ہونے والے ہر سوال کا جواب اس طریقے سے دیا کہ سننے والے ایمان' عمل اور حکمت کی طرف مائل ہوتے چلے گئے۔ ان کی اسی گفتگو پر مشتمل ایک اور کتاب پیشِ خدمت ہے۔

اب آپ لوگ سوال پوچھو

آج آپ لوگ سوال نہیں پوچھ رہے۔ آپ دراصل غور نہیں کر رہے، اس لئے آپ کے ذہن میں سوال نہیں آ رہے، ورنہ سوال تو بہت ہیں۔ زندگی میں انسان سوچتا رہتا ہے، چلتا رہتا ہے، حاصل کرتا رہتا ہے، خرچ کرتا رہتا ہے، اگر زندگی کی بات سمجھ نہ بھی آئے، تب بھی چلتا رہتا ہے اور اگر سمجھ آ جائے تب بھی وہ چلتا رہتا ہے۔ باشعور لوگ جو ہیں ان کو زندگی میں اگر حقیقت نہ بھی سمجھ آئے تب بھی وہ باشعور ہی کہلاتے ہیں۔ اپنے ہونے کا شعور ہی انہیں باشعور بناتا ہے۔ تو باشعور آدمی جو ہے، وہ اگر کسی سوال سے دو چار ہو تب بھی باشعور ہی کہلائے گا یعنی کہ وہ سوالات جن میں وہ الجھا ہوا ہے، اسے ان سوالات کا شعور ہو جائے اور ان دِقتوں کا شعور ہو جائے تب بھی باشعور ہی کہلائے گا۔ زندگی کی دِقتوں میں اگر انسان یہ پہچان لے کہ اصل میں کیا دِقت ہے اور کہاں چیز اٹک رہی ہے تو اس چیز کا جاننا بہت ضروری ہے اور اگر وہ اپنے سوال کو Announce کر جائے، یہ اعلان کر جائے کہ یہ بات تو ہمیں سمجھ نہیں آئی تو یہ بھی شعور کا حصہ ہے۔ پھر اس کی زندگی تو ختم ہو جائے گی مگر اس کے یہ سوال آنے والے بہت سے زمانوں کے لئے بڑے قیمتی

ہوں گے۔ تو دل میں پیدا ہونے والے سوال اگر باہر آ جائیں، ان کی Announcement ہو جائے، Pronunciation ہو جائے تو باقی لوگ جو یہ سفر کر رہے ہیں، انہیں جہاں یہ سوال پیش آئے گا تو انہیں جواب بھی مل جائے گا۔ بعض اوقات انسان غور کرنا شروع کر دے تو سوال تک پہنچتا ہے اور بعض اوقات جواب تک پہنچتا ہے، اگر سوال تک پہنچے تو پھر سوال کوئی نہیں رہتا ہے۔ اور اگر جواب تک پہنچے تو پھر جواب کوئی نہیں ہے۔ سوال اس لئے پوچھنا چاہئے تاکہ آنے والے لوگوں کو سوال کی سمجھ آئے۔ ایسے سوالات جو اٹک رہے ہیں اور ذہن میں Conflict پیدا کرتے ہیں، ان کو Announce کرنا سیکھنا چاہئے اور پوچھ لینے چاہئیں۔ پھر جو چیز سمجھ نہیں آ رہی وہ سمجھ آ جائے گی اور سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس لئے اپنے سوالات کو دریافت کرنا چاہئے اور موقعہ و محل کے مطابق بولنا چاہئے۔ لہٰذا آپ سوالات کرو۔ ایسا سوال کرو کہ جس Thought میں رکاوٹ ہے وہ پوچھے اور جس کو Faith میں رکاوٹ ہو، وہ سوال پوچھے۔ اب آپ لوگ سوال پوچھو.....

(واصف صاحبؒ کی ایک محفل سے اقتباس)

فہرست

(۱)

(۲)

(۳)

(۶)

(۷)

ا

۱ فرض اور شوق میں فرق کی وضاحت فرمادیں۔

۲ اصل میں انسان کو کیا کرنا چاہیے؟

۳ اللہ کا جلوہ دیکھنے کے لیے کیا کوشش اور کیا عمل کریں کہ وہ ہمیں قبول کر لے؟

۴ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ آزمائش اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ہے یا اللہ کے فضل سے ہے؟

سوال :۔

سر! فرض اور شوق میں فرق کی وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

زندگی چاہے کتنی ہی بڑی ہو اس میں انسان کا سفر تو ایک مرتبہ ہے۔ چاہے زندگی میں کتنی Compulsions ہوں، جتنی Obligations ہوں، سفر تو ایک ہی ہونا ہے یعنی کہ اس نے چلنا تو ایک ہی طرف ہے۔ مثلاً" کسی شخص کے بے شمار ارادے ہیں کہ فلاں شہر میں جائے، تو جانا تو صرف ایک گاڑی میں ہے، باقی سارے سوچ کے امکانات ہیں۔ شوق ہو، فرض ہو یا مجبوریاں ہوں، انسان نے چلنا تو ایک طرف ہے۔ اب اس کے اندر اختلاف تو نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن بعض لوگ اختلافات میں رہتے ہیں اور پھر ساری عمر انہیں Tension رہتی ہے اور کچھ لوگ جو ہیں وہ اس Tension کو دور کر لیتے ہیں۔ اگر آپ شوق کو بھی تابعِ فرمانِ الٰہی کر لو اور فرض بھی اللہ کے تابع ہو تو ان دونوں کے درمیان بڑی Harmony پیدا ہو جائے گی اور سفر کامیاب ہو جائے گا۔ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کرے گا کہ آپ کا شوق کیا ہے۔ اگر آپ نے اللہ کے حکم کے علاوہ شوق رکھا ہوا ہے اور کوئی فرض آپ

نے اپنے ذمے لگا لیا ہے تو پھر دقت پیدا ہو جائے گی۔ اگر کوئی چیز آپ کے اور اللہ کے درمیان رکاوٹ بن گئی تو پھر مسئلہ بن جائے گا' ابتلاء پیدا ہو جائے گی اور انسان ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرف آپ چل رہے ہیں' چاہے وہ دنیاوی سفر ہی ہو' اس میں اگر دینی Sanctions نہ ہوں' پابندیاں نہ ہوں تو آپ کا سفر کمزور ہو جائے گا۔ آپ کا سارا سفر دنیا میں ہونا ہے' دین کا سفر بھی ادھر ہی ہونا ہے' زندگی ادھر ہی پوری ہونی ہے اور مقامات ادھر ہی مل جائیں گے۔ آپ یہیں سارا سفر طے کر رہے ہیں' کھانا آپ نے اناج ہی ہے' چلتے چلتے جانا ہے اور جانا اسی قبرستان میں ہے جس میں لوگوں کو آپ نے بھیجا ہے۔ تو یہ سارا کام ادھر کا ہے اور اس کی Judgement جو ہے وہ ادھر سے ہو گی اور Evaluation ادھر سے ہو گی اور اس طرح یہ زندگی یہیں کامیاب ہو جائے گی۔ زندگی کا فیصلہ یہیں ہو گا چاہے کامیاب ہو یا ناکام ہو۔ انسان نے یہیں پہ مرنا ضرور ہے اور ہونا فنا ہی ہے۔ لیکن اس کو سمجھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کیا آپ نے اپنی زندگی کو اللہ کے حکم سے چلایا ہے یا کسی اور کے حکم سے چلایا ہے۔ تو وہ زندگی جو اللہ کے حکم کے علاوہ چلتی جا رہی ہے' مجبوریوں میں چلتی جا رہی ہے' اس میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ شوق کہتا تھا کہ یہ کام نہ کرو اور فرض کہتا تھا کہ یہ کام کرو' اب یہ فرض تنخواہوں والا فرض ہو سکتا ہے' دفتروں والا فرض ہو سکتا ہے' حکومت کا فرض ہو سکتا ہے یا یہ State secrets یعنی سرکاری راز ہیں اور یہ ساری دنیا کی چیزیں ہیں ورنہ تو ہمارے دین میں صرف ایک چیز ہے' وہی فرض ہے' وہی عبادت ہے اور وہی شوق ہے۔ فرض اس چیز کو اللہ نے

بنایا اور شوق اس شخص نے خود بنایا' دل بھی ادھر سے ہے اور ایمان بھی ادھر سے ہے۔ تو آپ اپنے آپ میں تھوڑی سی Adjustment پیدا کر لو۔ یعنی یہ کہ جو کچھ آپ کر رہے ہو' چاہے دنیاوی مجبوری ہے' اس کو دین کا حصہ بنا لو۔ مثلاً" تنخواہ دفتر سے لیتے ہو' چھ گھنٹے کام کرتے ہو یا آٹھ گھنٹے کام کرتے ہو تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس آٹھ گھنٹے کے کام کو آپ عبادت بنا لو۔ وہ اس طرح کہ آپ یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق دینا ہے اس نے کہا ہے کہ ادھر دفتر میں آ کر آپ اپنا رزق لے لو اور آپ یہ سمجھ لو کہ آپ اللہ تعالیٰ سے رزق لینے جا رہے ہو' چاہے وہ دفتر ہو یا کوئی اور جگہ ہو۔ اس کام کو آپ اللہ کا حکم سمجھو۔ اور آپ یہ سمجھو کہ آپ جو یہ پیسہ کما رہے ہو' اس سے آپ کے معصوم بچوں کا گزر اوقات ہو جائے گا' پھر یہ نیکی کا کام ہے یعنی آپ اپنے پیسہ کمانے کے عمل کو کسی نیک مقصد کے لئے استعمال کرو۔ تو اس طرح بندہ خود بخود نیک ہو جاتا ہے۔ آپ صرف اپنا مقصد نیک کر لو۔ آپ نے نیکی کے لئے آنا جانا کہیں نہیں ہے بلکہ یہیں ٹھہرنا ہے' جہاں آپ ٹھہرے ہو۔ آپ صرف اپنی نیت "اللہ" بنا لو تو آپ کا سارا سفر عین اللہ ہے۔ اگر آپ کی نیت خراب ہو گئی تو آپ کا سفر خراب ہو جائے گا' چاہے آپ حج کرنے ہی چلے جاؤ۔ تو مدعا یہ ہے کہ ساری بات آپ کی نیت کی ہے کہ آپ کیا چاہتے ہو۔ تو آپ فرض اور شوق کو یکجا ہی رکھو تو بہت بہتر ہے۔ ان دونوں کو آپ الگ نہ ہونے دو۔ آپ یہ کہو کہ وہی میرا شوق ہے اور وہی میرا فرض ہے' میں رزق کے لئے دکان پر جا رہا ہوں' اور اسے اللہ کا حکم سمجھتا ہوں' وہاں میرا دل بڑا لگتا ہے' بس میرا دکان پر

جانا ہی بہتر ہے' وہیں جا کر آپ لوگوں سے ملتے ہیں اور کاروبار کرتے ہیں اور وہیں شوق سے رہتے ہیں اور شوق سے یہ سب کچھ کرتے ہیں' الحمد للہ روزی بھی پوری ہوتی ہے اور اللہ بھی راضی ہے۔ تو شوق کے اندر ہی فرض رکھو اور فرض کے اندر ہی شوق رکھو اور اللہ کا شکر ادا کرتے جاؤ۔ یہی تو دین کا کمال ہے کہ ہر طرح کی زندگی جو ہے وہ اللہ کے قریب ہو سکتی ہے اور ہر طرح کا انسان جو ہے وہ ولی اللہ بنتا رہا ہے اور یہ سب آپ کے سامنے ہے۔ ہر طرح کی زندگی جو ہے وہ کہیں نہ کہیں ضرور سرخرو ہوئی ہے۔ ہر شعبے کا آدمی اللہ کے راستے میں کامیاب ہو سکتا ہے اور ہوا ہے۔ اس طرح وہ کہتا ہے کہ اللہ کی مہربانی ہو گئی۔ تو ہر قسم کی زندگی پر اللہ تعالیٰ نے مہربانیاں کی ہیں۔ یہ بات ریکارڈ میں موجود ہے مثلاً" ایک آدمی لوہار تھا اور وہ ولی اللہ ہو گیا' ترکھان تھا اور وہ بھی ولی اللہ ہو گیا' مطلب یہ ہے کہ شعبہ کی کوئی بات نہیں ہے' چاہے آپ کا کوئی بھی شعبہ ہو' آپ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ تو یہ اللہ کے احسان کی بات ہے۔ تو اگر آپ اللہ سے رجوع رکھو تو ہر شعبہ میں کچھ نہ کچھ ہر وقت ہو سکتا ہے' کیونکہ وہ دور کی بات نہیں ہے' آپ نے کہیں دوڑنا نہیں ہے' صرف ٹھہرنا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے گا۔ تو جس طرح سورج نکلتا ہے تو دھوپ آ جاتی ہے' اسی طرح اللہ کا فضل ہو جاتا ہے۔ آپ نے صرف اپنی نیت درست کرنی ہے۔ آپ جنگل میں "اللہ" کہو تو وہیں پر ہی اللہ ہے' تنہائی میں بولو تو تنہائی میں اللہ ہے' دل میں آپ اللہ کو آواز دو تو وہ دل میں آپ کی آواز سن لے گا' باآواز بلند بلاؤ گے' تب بھی وہ سن لے گا۔ یہ اللہ کا کام ہے' جنگل اس کے' صحرا اس

کے' پہاڑ اس کے' دریا اس کے اور سب کچھ ہی اس کا ہے بس جہاں آپ پکارو گے وہیں پر اللہ ہے۔ صرف نیت کی بات ہے۔ نیت صحیح ہو تو شوق اور فرض میں فرق نہیں ہوتا اور وہ ایک ہو جاتے ہیں۔

سوال :۔

حضور والا! دنیا میں انسان اللہ کی مرضی کے علاوہ بھی کام کرتا ہے۔ تو اصل میں انسان کو کیا کرنا چاہیئے؟

جواب :۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ نافرمان ہیں' یہ نافرمان لوگ ہیں۔ اب نافرمان کا مطلب کیا ہے؟ جو کہنا نہیں مانتے اور دوزخ میں جائیں گے اور یہ ان کی سزا ہے۔ اب لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا دوزخ اس کی مرضی میں شامل نہیں ہے؟ کیا اس نے انسانوں کے پیدا ہونے سے پہلے دوزخ بنا رکھی ہے لیکن اگر یہ بات اس کی مرضی میں ہوتی یعنی ہمارے لئے دوزخ اس کی مرضی ہوتی تو وہ یہ کبھی نہ کہتا کہ آپ اچھے کام کرو۔ تو پھر یہ مجبوری ہوتی اور اچھے کاموں کے پروگرام کی اجازت نہ ہوتی۔ کبھی کسی مجبور کو اللہ تعالیٰ نے سزا نہیں دی ہے۔ اللہ کو اختیار تو ہے مگر اللہ نے کہا ہے کہ ہم نے آپ کو نیکی کا موقع دیا ہے اور اس طرح دوزخ سے بچ جاؤ۔ اللہ کا راز کیا ہے اور اللہ کا رازدان شیطان کیسے ہے' آپ کو اللہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ تم اس شیطان سے بچو۔ پھر اللہ آپ کو بتائے گا کہ کس طرح ہر چیز بنی ہے' کس طرح اس کا منشاء کارگر ہوتا ہے اور کس طرح اس کی اجازت سے سب کچھ ہوتا ہے' وہ

کس طرح ظلمات سے نکال کر نور میں داخل کرتا ہے' کس طرح لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور جس کے دل پر مہر لگ گئی ہو اس کو جتنی تبلیغ کرو' اس پر اثر نہیں ہو گا' وہ لوگ شعور حاصل نہیں کریں گے۔ کیونکہ ختم اللہ علٰی قلوبھم پھر اللہ نے کہا کہ "یہ راز مجھ سے مت پوچھنا کہ میں ایسا کیوں کرتا ہوں" بلکہ بل ھم یسئلون یعنی "میں تم سے پوچھوں گا"۔ یہ میں نے تم سے پوچھنا ہے کہ تم نے کیا کیا نہ کہ تم نے یہ پوچھنا ہے کہ میں نے کیا کیا۔ اس لئے آپ اللہ سے نہیں پوچھ سکتے۔ اگر انسان باغی ہو کر پوچھنے پہ آ جائے تو پھر پوچھے گا کہ یہ شیطان بنانے کا کیا مقصد ہے؟ یہ تو مان کہ یہ تیری قدرت سے باہر کا نظام ہے مگر اس کا تو تیری قدرت سے باہر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو پھر یہ کیا ہے؟ یہ بات کب سمجھ آئے گی؟ جب پہلے تو حکم میں آ جائے گا۔ تو جب تو خود حکم میں نہیں آ رہا تو پھر سوچ کیا رہا ہے اور سمجھ کیا آئے گی۔ اس لئے ہمارے ذمہ یہ کام ہے کہ بندہ بننا بلکہ اللہ کا بندہ بننا' سر جھکانا اور جتنا راستہ ملتا ہے اس کو طے کرتے جانا ورنہ تو یہ بڑی وسیع باتیں ہیں اور ساری کائنات بہت وسیع ہے' اس کی کیا سمجھ آئے گی۔ آپ صرف اپنی دنیا میں دیکھو۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ ایک دین' ایک دین ہی رہتا اور دنیا میں انسانوں کے لئے ایک دین ہوتا تو پھر یہ دوسرے دین کدھر سے آ گئے۔ یہ مسئلہ حل ہونا چاہئے تھا اور ایک ہی دین میں سارے مل کے اللہ کی بات کرتے' ایک ہی محفل ہوتی۔ ایک محفلِ ذکر ہوتی۔ "اللہ اللہ" ساری کائنات کرتی اور محفل میں شریک ہوتی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اب یہ اللہ کی اپنی مرضی ہے۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ جب ہم ایک دین میں

داخل ہو گئے تو اس دین میں سارے ایک جیسی ہی نماز پڑھتے' ایک جیسا کام ہوتا' سارے ایک جیسی توجہ میں رہتے اور سب کا رزق ایک جیسا ہوتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ محنتیں رائیگاں ہوتی ہیں' مثلاً" محنت کرنے والا مانگ کے کھا رہا ہوتا ہے اور جو محنت نہیں کرتے ان کے پاس بہت دولت آ جاتی ہے۔ یہ کیا بات ہوئی؟ اس دولت والے کو غریب کا احساس ہی نہیں ہوتا اور وہ چارج کر کے آ جاتا ہے' زمانہ بدلتا نہیں ہے اور ہم یہاں جا کر درگاہ پر سلام کر آتے ہیں۔ یہ کیا قصہ ہے؟ اس بات پر غور کرو۔ سوچو کہ ادھر کیا واقعہ ہو رہا ہے۔ سب کو نماز برابر پڑھنے کا موقع نہیں ملا' زندگی برابر رکھنے کا موقع نہیں ملا' مسلمانوں کو دولت کی برابر تقسیم نہیں ملی' ایک طرف تیل کے خزانے ہیں اور ادھر ہمارے ہاں چراغوں میں تیل نہیں ہے حالانکہ وہ بھی مسلمان ہیں اور ہم بھی مسلمان ہیں۔ تو یہ رزق کے شعبے ہیں ایک وہ رزق ہے اور ایک رزق ڈاکہ ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ ایسے لگتا ہے کہ وہ بھی کامیاب ہے اور یہ بھی کامیاب ہے مگر دو کامیابیاں کیسے ہو سکتی ہیں۔ کامیابی کسی شعبے کا نام نہیں ہے بلکہ کامیابی انسان کا اپنا نام ہے۔ تو میں کہہ یہ رہا ہوں کہ اللہ جب چاہے زندگی کے کسی موڑ پر فضل فرما دے۔ اگر حالات برابر نہ ہوں تب بھی اللہ کا فضل ہو سکتا ہے۔ تو یہ جو ہمارے مرتبے ہیں' یہ پہچان کے لئے ہیں۔ اصلی بات تو یہ ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم کہ "اللہ کے ہاں جو متقی ہے وہی عزت والا ہے" اور کامیاب ہے۔ یہاں پر آپ یہ غور کریں کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ انسان بظاہر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے اور زندگی ناکام ہو جائے۔ یہ ایک اہم سوال ہے۔ ایسا

ہو سکتا ہے' اس لئے ہم اپنے مقصد کی اصل سے متعارف نہیں ہیں' کہ ہم چاہتے کیا ہیں؟ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دولت اکٹھی کریں اور دولت ہمیں مل جائے لیکن ایمان چلا جائے تو بظاہر تو مقصد کامیاب ہو گیا مگر زندگی ناکام ہو گئی۔ تو مقصد کا حاصل ہونا ضروری ہے تاکہ زندگی کامیاب ہو جائے۔ تو دعا یہ کرنی چاہئے کہ یا اللہ ہمیں وہ مقصد دے جو زندگی کے لئے مفید ہو۔ ورنہ بے شمار لوگ ہیں جو تاریخیں لکھتے ہیں کہ ایک آدمی نے بڑی محنت کی' پھر بادشاہ بن گیا اور بعد میں پھانسی لگ گیا۔ ایک آدمی نے محنت کی اور وہ کچھ بن گیا لیکن پھر نقصان ہو گیا اور اس آدمی کا کام تمام ہو گیا۔ تو نوے فی صد لوگ جو ہیں وہ اپنے عزائم میں کامیاب ہونے کی وجہ سے برباد ہوئے ہیں۔ یہ ہوتی ہیں ناکام کامیابیاں! یعنی کامیابی مل گئی لیکن بندہ ناکام ہو گیا۔ تو اس طرح اسلام کے خلاف عمل کرنے والی ایک پارٹی جو ہے وہ کربلا میں کامیاب ہو گئی مگر کامیابی تو ہو گئی لیکن زندگی ناکام ہو گئی۔ اس لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ اصل میں کامیابی ہے کیا؟ تو انسان کا مقصد بنیادی طور پر نیک ہونا چاہئے۔ ہمارا جو کاروبار ہے اس کا مقصد تقریباً" دنیاوی ہوتا ہے تو پھر اس مقصد اور مفہوم کے مطابق نتیجہ نکلے گا۔ دعا یہ کرو کہ آپ کو صحیح مقصد ملے اور یہ ٹارگٹ صحیح ہو' ورنہ عام طور پر لوگ بظاہر بڑے کامیاب نظر آتے ہیں مگر آخر میں جب دیکھا تو سارا کام ہی خراب ہو گیا اور جہاز کے اندر ہی پانی آ گیا اور وہ غرق ہو گئے۔ ایسی صورت میں یہ عین ممکن ہے کہ مقصد کامیاب ہو جائے اور زندگی ناکام ہو جائے اور ایسا بھی ممکن ہے کہ آپ رو رہے ہیں اور بڑے پریشان ہیں مگر اس حالت میں اللہ کی طرف سے کامیابی مل جائے۔ جب

آپ غم میں مبتلاء ہوتے ہیں تو آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ کوئی بڑا واقعہ ہو رہا ہے۔ بزرگ یہ مثال بتاتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کنوئیں میں جب گرائے گئے تو وہ رونے لگے' اس وقت ایک آواز آئی کہ یہ تو سفر کا آغاز ہے اور تو ابھی سے رونا شروع ہو گیا' تجھے پیغمبری کا سفر مبارک ہو۔ اب جو واقعہ تکلیف کا باعث تھا تو وہاں پر ایک آواز آتی ہے کہ پیغمبرانہ سفر شروع ہو گیا۔ اور ایسا ہونا عین ممکن ہے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ بظاہر ایک ابتلاء باطن کے عروج کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس لئے ابتلاء سے ڈرنا نہیں ہے' موت آ گئی تو ڈرنا نہیں ہے اور رنج آ گیا تو ڈرنا نہیں۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ تین وجوہات کی بنا پر غلطی آ سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے یہ سزا ہمارے پاس آئی ہے' اگر سزا اعمال کی وجہ سے ہے تو پھر آپ اعمال کی اصلاح کر لو۔ ایسی صورت میں سزا بڑی اچھی ہے کہ آپ کے اعمال کی اصلاح ہو گئی لیکن جب یہ بات سمجھ آ جائے کہ یہ ابتلاء اللہ کی طرف سے ہے تو پھر تحمل کے ساتھ سوچو اور اس میں خیر ہی خیر ہے۔ جو کچھ اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے' وہ ٹھیک ہی ٹھیک ہے۔ میں آپ کو یہ راز بتاتا ہوں کہ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایات' دنیا کی نگاہ میں بظاہر ابتلاء ہوں مثلاً" اللہ کی عنایات ایک آدمی پر آئی ہیں تو بظاہر اسے کسی مشکل سے گزارا جاتا ہے۔ مثلاً" اللہ تعالیٰ کی عنایت یہ ہے کہ وہ آدمی گھر میں رہے اور پھر اس کو اس کی بیوی سے علیحدہ رکھا جائے۔ اس صورت میں اسے کوئی بلند مقام عطا کر دیا جائے تو لوگوں کے دماغ میں یہ ہو گا کہ یہ تو ابتلاء میں پھنس گیا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان کوئی تعلق ہی نہیں ہے اور یہ دنیاوی طور پر بڑی

تکلیف میں جا رہے ہیں حالانکہ وہ تعلق کی انتہائی شکل سے گزر رہا ہے۔
تو اللہ تعالیٰ جو ہے لوگوں کی نگاہ سے اپنے محبوبوں کو اس طرح چھپاتا ہے
کہ ان کو ابتلاء میں سے گزار دیتا ہے اور خود ساتھ ہوتا ہے۔ مثلاً" ایک
آدمی تختۂ دار پر چڑھ جائے اور لوگوں کو کیا محسوس ہوتا ہے' انہیں بڑا
افسوس ہوتا ہے کہ یہ تو مر گیا ہے' لیکن وہ جو دار پر چڑھا ہے اس کو وہاں
پر راز ملتا ہے اور جس کو بھیجنے والے کا راز مل رہا ہو تو وہ تو پھر وہاں مسکرا
کر جائے گا۔ مثلاً" شہید نے اللہ کی راہ میں جان ہی دے دی اور ہم
لوگ ہمدردی کرنے لگ گئے' اس کے باپ سے کہا کہ بڑا افسوس ہوا کہ
آپ کا بیٹا مر گیا۔ کسی کو کیا پتہ کہ اس شہید کے ساتھ کیا ہو گیا ہے' وہ مر
گیا کہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا! اس لئے اللہ تعالیٰ کی عنایات جس پر
ہوں' اس کو پتہ چلتا ہے اور باقیوں کو پتہ نہیں چلتا۔ اللہ کے ساتھ آپ
کا رشتہ ذاتی ہے۔ آپ اپنے اللہ کے ساتھ جیسے ہیں' ویسے ہی اللہ آپ
کے ساتھ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ایسی مہربانیاں کرتا ہے کہ
بظاہر وہ مہربانیاں نظر نہیں آتیں۔ پیغمبروں کو دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان
کے درجات بلند کئے ہیں۔ مثلاً" غریب ہیں' یتیم ہیں اور کمزور ہیں' مگر
اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ان مقامات کا اعلان فرما دیا جو سب سے بلند
ہیں۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ تو گویا کہ بعض اوقات خوشحالی جو ہے یہ باعث
مسرت نہیں ہوتی۔ بعض اوقات بدحالی جو ہے یہ عروج کا باعث ہو سکتی
ہے۔ اس لئے اپنے غم اور اپنی خوشیوں کا جائزہ لیا کرو' تاکہ آپ کو صحیح
مقام سے تعارف ہو جائے۔ باقی یہ ہے کہ آپ آخر کتنی عبادت کر لو
گے اور آپ کا مال بھی یہیں رہے گا۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ

راضی ہو جائے۔ تو اصل بات کیا ہے؟ کہ آپ اللہ پر راضی رہو۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ اللہ پر راضی ہو کہ نہیں ہو مگر آپ تو ہزار گلے کرتے ہو، ہزار شکائتیں کرتے ہو اور ہزار تقاضے کرتے ہو۔ اگر آپ نے تسلیم و رضا کی منزل طے کرلی تو پھر آپ کے اندر "اللہ اللہ" ہو جائے گی۔ پھر یہ کہہ سکتے ہیں "وہ اللہ پر راضی ہو گئے اور اللہ ان پر راضی ہو گیا"۔ اس لئے سارے بزرگ یہ بتاتے ہیں کہ ایک آدمی نے اگر تسلیم و رضا کی منزل طے کرلی، تو اللہ راضی ہو گیا۔ اس لئے سارے بزرگ بتاتے ہیں کہ ایک آدمی کو اگر یہ کائنات ایک دن کے لئے حوالے کر دی جائے کہ جاؤ آپ بادشاہی کرو، تو درویش جو ہے وہ اس وقت کے بعد کائنات جوں کی توں اللہ کو واپس لوٹا دے گا اور کہے گا کہ میں نے اپنے پاس سے کچھ نہیں کرنا ہے کیونکہ جو ہو رہا ہے ٹھیک ہو رہا ہے۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ یعنی "اے میرے رب تو نے کوئی چیز باطل پیدا نہیں کی"۔ درویش یہ کہتا ہے کہ جو چل رہا ہے ٹھیک چل رہا ہے اور اپنی طرف سے نہ اس میں اصلاح کرتا ہے، نہ Amendments کرتا ہے، چپ چاپ کائنات کو چلنے دیتا ہے اور اپنا سفر طے کرتا ہے، اس کی منزل اللہ ہے۔ سب یہ اللہ کا فضل ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے۔

سوال :۔

سر یہ جو اللہ کا جلوہ ہے اس کو دیکھنے کے لئے ہم کیا کوشش کر سکتے ہیں اور کیا عمل کیا جائے کہ وہ ہمیں قبول کر لے۔

جواب :۔

ایک آدمی تھا' اس نے کہیں سے سنا تھا کہ فلاں بستی میں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ وہ شخص اس بزرگ کی زیارت کے لئے چلا گیا۔ سردی کا زمانہ تھا' وہاں فجر کی نماز ہوئی' اس بزرگ نے جماعت کرائی۔ یہ جو مہمان لوگ تھے' جب انہوں نے اس بزرگ کا تلفظ سنا تو زبر زیر کا فرق لگا۔ لہٰذا انہوں نے اپنی نماز الگ پڑھ لی۔ پھر سلام دعا کر کے وہاں سے چلے گئے۔ وہ شخص راستے میں ایک جنگل سے گزر رہا تھا تو ایک شیر آگے آ گیا' تو وہ شخص گھبرا گیا اور ڈر گیا۔ اتنے میں وہی بابا آ گیا جس کا تلفظ صحیح نہیں تھا اور اس نے شیر سے کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ اور وہ شیر بھاگ گیا۔ مہمان بڑا متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ سرکار بڑا مقام ہے آپ کا' ہم تو کانپ رہے تھے' ڈر سے مر رہے تھے اور آپ کے کہنے پر وہ درندہ چلا گیا۔ تو اس بزرگ نے کہا کہ تجھے اس سے کیا غرض ہے' تو صرف تلفظ صحیح کرتا رہ! تو جب آپ تلفظ کے چکر میں پڑے رہو گے' آپ کو یہ کہانی سمجھ نہیں آئے گی۔ وہ آ کے چلے بھی گئے لیکن آپ کو پتہ نہیں چلتا۔ سوال یہ ہے کہ آپ اس مقام پر کھڑے ہو جب کہ آپ نے شرط قائم کر رکھی ہے کہ اگر ایسا ہو گا تو مجھے اطمینان ہو گا۔ یعنی ابھی آپ نے قبول کرنا ہے اور قبول کرنا باقی ہے' حالانکہ اس نے آپ کو قبول نہیں کیا کیونکہ وہ قبول کرے گا تو بات بنے گی۔ آپ نے کیا قبول کرنا ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ انہوں نے آپ کو قبول کیا ہے کہ نہیں کیا ہے۔ ایک بندے نے سن رکھا تھا کہ لکھنؤ کے جیب کترے بڑے مشہور ہیں۔ اس نے سوچا میں بھی دیکھوں کہ یہ کیسے ہیں۔ اس نے جیب میں

کھوٹے سکے ڈالے اور سارا دن شہر میں پھرتا رہا۔ شام کو بیٹھا چائے پی رہا تھا اور پھر بولنے لگا کہ میں نے سن رکھا تھا کہ یہاں کے جیب کترے بڑے کاریگر ہیں مگر یہاں مجھے تو کوئی بندہ ملا ہی نہیں۔ ساتھ ہی ایک بوڑھا بابا بیٹھا تھا' وہ کہنے لگا میں نے تیرے روپے چار دفعہ گرم کئے ہیں لیکن ہر دفعہ کھوٹے ہی نکلے' پھر میں نے واپس تیری جیب میں ڈال دیئے۔ تو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو ابھی تک قبول نہیں کیا گیا۔ قبول ہونے کا نسخہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ وہ لوگ جو ان منزلوں پر چلے ہیں انہوں نے دو کام کئے' ایک تو اپنی زبان کاٹ کے پھینک دی اور پھر اس کو نکال ہی دیا' بعض اوقات تو بولے لیکن اکثر اوقات چپ رہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ راستے پر چل پڑے۔ جس کو آپ شعور کہتے ہیں' یہ رکاوٹ ہے کیونکہ یہ تو غرور ہے۔ دراصل وہ لوگ جو کسی منزل کی تلاش میں گئے' وہ منزل تک نہیں پہنچے بلکہ راستے میں ہی مر گئے۔ یہ جو منزل کے راستے پر مر جانا ہے' یہی تو منزل ہے۔ منزل اور کوئی نہیں ہے۔ وہ جس کے پاس جا رہے ہیں وہ تو لامحدود ہے۔ فراق بھی اصل میں وصال ہے' یار ملا کہ نہ ملا مگر جس کو درد مل گیا اس کو سب کچھ مل گیا۔ یہ ہمارا ایک چشم دید واقعہ ہے ایک بہت بڑے بزرگ کے پاس ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے' ان کی عمر ۱۱۲ سال تھی' وہاں ایک نوجوان آدمی روتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میرے دل میں بڑی خواہش ہے کہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کی زیارت کروں مگر موقع نہیں ملتا' اس طرح وہ شخص زار و قطار روتا چلا گیا۔ وہ بزرگ بابا بہت کم بولتے تھے۔ کہنے لگے کہ سارے مل کے اس کے لئے دعا کرو کہ اس کو وہاں کبھی جانے کا

موقعہ نہ ملے۔ یہ سن کر وہ آدمی چیخیں مار مار کے رونے لگا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو کہنے لگا کہ بابا جی میں نے اجازت مانگی تھی اور آپ نے میری اجازت روک لی۔ اس بزرگ نے کہا تم میری بات غور سے سنو' میں نے چودہ حج کئے ہوئے ہیں' میرے سارے حج تو لے لے اور یہ درد مجھے دے دے۔ پھر فرمانے لگے کہ اصل میں یہی درد ہی زیارت ہے۔ اگر درد نہ ملے تو پھر سب باتیں ہیں۔ جو آپ کہہ رہے ہو اگر وہ سن رہے ہیں تو پھر آپ سناتے کس کو ہو' وہ تو خود موجود ہیں یعنی کہ درد دینے والا ہی تو درد کی دوا ہے۔ پھر آپ سناتے کس کو ہو' کس سے شکایت کرتے ہو' اب آپ شکایت نہ کرو بلکہ اپنے آپ پر توجہ دو۔

پہلے تو اپنے آپ کو اک آئینہ بنا
وہ خود نکل کے آئیں گے اپنے نقاب سے

پہلے آپ اپنے آپ کو پالش کرو' اور کوئی لمبا چوڑا کام نہیں کرنا ہے' جب آئینہ چمک گیا تو اس میں تصویر خود ہی نظر آ جائے گی۔ بس دعا یہ کرو کہ اللہ قبول کرے اور اپنے محبوب پاک ﷺ کی محبت عطا فرمائے اور جلوہ دکھائے۔ وہاں سارے محتاج ہیں۔ وہاں پر اپنے درد کی فریاد کر' کہ تیرے در پر سوالی حاضر ہے' اس باری تعالیٰ کے در پر فریاد ہو اور محبوب خدا ﷺ کی محبت کی درخواست ہو اور التجا ہو۔

نسیما جانب بطحا گزر کن
زِ احوالم محمدؐ را خبر کن

یعنی "اے ہوا آج بطحا کی طرف جا اور حضور پاک ﷺ کو ہمارے احوال کی خبر پہنچا' وہاں جا کے بتاؤ کہ یہ حال ہے"۔ آپ فریاد کرتے وقت

غیروں کو سامعین نہ بناؤ۔ چٹھی لکھی ہے اگر محبوب کو تو اب آپ سناتے کس کو ہو' لوگوں کو سنا رہے ہو کہ یہ میں نے خط لکھا ہے' یہ تو آپ بڑی غلط بات کر رہے ہو۔ آپ آنسوؤں کی زبان سے فریاد کرو۔ درد زبان سے بیان نہیں ہوتا بلکہ آنسوؤں سے بیان ہوتا ہے۔ کسی آدمی کا باپ اگر اللہ کو پیارا ہو جائے تو یہ غم آنسو بیان کر دیتے ہیں' زبان سے بتانا نہیں پڑتا۔ اگر مجھ سے پوچھو تو میں کہوں گا کہ اس درد کو ابھی سینے میں پلنے دو اور اس درد کے بڑھنے کے لئے دعا کروں گا۔

نالہ ہے بلبل شوریدہ تیرا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

تو آپ یہ خام نالہ بیان نہ کرو بلکہ اپنے درد کو مزید بیدار کرو۔ تو پھر بات آگے چلے گی۔ یہ بات ایسی ہے کہ بات خود بخود آگے چلے گی۔ جتنا کچھ ملا ہے اس کو سنبھالو' اپنے درد میں اضافہ کرو' اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا اور خود بخود بات بن جائے گی' آپ کسی کو کچھ نہ کہو' وہ سب جانتے ہیں' آپ ہر وقت نگاہ میں ہوتے ہو۔

جب اللہ سے بات کرو تو کسی کو اس کا گواہ نہ بناؤ۔ آپ سوال کو رسوا نہ کرو۔ بس اپنے درد سے ساری کائنات کو ہلا دو۔تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ منزل جو ہے وہ یہ نہیں ہوتی۔ بزرگ کہتے ہیں کہ۔

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہاں سہی

آپ اللہ سے دعا کرو' خاموشی میں دعا کرو' جس ذات سے آپ کا تعلق ہے' اس سے تعلق کو قائم رکھو۔ تعلق کو درد بناؤ اور درد میں اضافہ پیدا

ہونا چاہئے۔ بڑے بڑے لوگ درد سے بنے اور بے شمار اللہ کے بندوں کے ایسے ایسے واقعات ہیں کہ جن کو درد عطا ہوا تھا۔ مثلاً" ایک اہلِ درد نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کو چلا ہوں۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہوں تو زیارت کرنا، نہیں تو پھر واپس آ جانا۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو اس وقت آپؐ حجرہ مبارک میں تھے۔ اس طرح وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملے بغیر واپس آ گئے۔ پھر وہ گھر گئے اور پھر ماں سے یہی سوال کیا۔ ماں نے کہا کہ اگر گھر میں آپؐ تشریف فرما ہوں تو ضرور مل لینا ورنہ واپس آ جانا۔ جب وہ مدینے پہنچے تو اس وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ لہٰذا والدہ صاحبہؒ کے حکم کے مطابق واپس تشریف لے آئے۔ ان کا اسم مبارک ہے حضرت اویس قرنیؓ۔ ان کو بظاہر دیدار نہیں ہوا، لیکن ان کو ہر وقت دیدار ہوتا تھا۔ تو سوال یہ ہے کہ اطاعت کی منزل طے کرو۔ اگر آپ کو کوئی شیخ مل گیا ہے تو جب شیخ مل جائے تو اطاعت شیخ میں کمی نہ رہے۔ اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اطاعت کرنے والا، جو اطاعت کر رہا ہے، وہ شیخ کے علاوہ کسی اور کو نہ جانے۔ اطاعت کرو شیخ کی اور محبت حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رکھو اور کوئی دعویٰ نہ کرو بلکہ عاجزی سب سے بہتر ہے۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں

اور پھر فرمایا کہ۔

مہر علی تو کون بیچارا
سر تے چا کے عیباں دا کھارا
پریت لگاویں شاہاں نال

مدعا یہ ہے کہ اس بات کا خیال رکھو کہ کہاں وہ اور کہاں یہ، کہاں زمین اور کہاں آسمان۔ اگر وہ اپنے راستے کی خاک بھی بنا لیں تو بہت زیادہ شکر کرو۔ اگر آپ کو اس راستے کی خاک بنا دیا جائے، اس خاک کا ذرہ ہی بنا دیا جائے، نقش قدم ہی بنا دیا جائے، نقشِ قدم کے اوپر سرنگوں کر دیا جائے تو بہت بڑی سعادت ہے:۔

ساقی کی نظر سے اپنی نظر مل جاتی اگر ہم جھکتے ہوئے پاؤں پہ گرے یوں محو ہوئے
مستی جو ملی ہم مست ہوئے کچھ بھول گئے کہتے کہتے، میخانے کے در ہم آ نکلے

وہاں نگاہ کی گستاخی ویسے ہی ختم ہو جاتی ہے۔ جو وہاں موجود تھے انہوں نے بھی آپ ﷺ کا دیدار نہیں کیا بلکہ ادب سے آپ پاؤں پہ ہی نگاہ رکھتے تھے، نگاہ سنگ در پہ رہی؛ نگاہ آپؐ کے قدم مبارک پہ رہی، نگاہ آپؐ کے سنگِ آستاں پہ رہی، کون ہے جو نگاہ کو نگاہ کے ساتھ ملائے۔ نہیں ایسا کوئی نہیں ہے جو حضور پاک ﷺ کو دیکھنے کے لئے ان کی نگاہ سے نگاہ ملائے۔ بس آپ یہ بات یاد رکھیں کہ حضور پاک ﷺ کو دیکھنے کے لئے اللہ کی نگاہ چاہئے اور اللہ کو دیکھنے کے لئے حضور پاک ﷺ کی نگاہ چاہیے۔

مصطفیٰ آنکھ ہو، خدا صورت
ہو خدا آنکھ، مصطفیٰ چہرہ

حضور پاک ﷺ کی آنکھوں میں اللہ کا چہرہ ہے اور اللہ کی آنکھ میں

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ ہے اور باقی سب جو ہیں وہ مقامِ سرنگوں پہ ہیں، یعنی آپؐ کا نام آ جائے تو سرنگوں ہو جائے۔ بس آپ گھبرانا نہیں، پریشان نہ ہونا، بیتاب نہ ہونا اور Announce نہ کرنا یعنی اعلان نہ کرنا

؎ چمن میں لالہ دکھاتا پھرتا ہے داغ اپنا کلی کلی کو
یہ جانتا ہے کہ اس دکھاوے سے دل جلوں میں شمار ہوگا

آپ کا کام فریاد کرنا تھا اور وہ آپ کر چکے۔

عشق پر فریاد لازم تھی سو وہ ہو بھی چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

اب انتظار کرو کیونکہ آپ کی فریاد آگے چلی گئی ہے۔

یہ مقامِ دل ہے کہ الاماں
کہ فغاں گئی سوئے لامکاں

اب آپ فریاد کی تاثیر کا انتظار کریں اور دعا کے قبول ہونے کا انتظار کریں۔ اللہ کرم فرمائے گا۔

سوال :۔

سر! یہ کیسے پتہ چلے گا کہ یہ آزمائش اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ہے یا اللہ کے فضل سے ہے۔

جواب :۔

غریبی کے بارے میں فرمان ہے کہ غریبی اللہ کے قریب کرتی ہے اور غریب ہم میں سے ہیں اور ہمیں بہت عزیز ہیں۔ تو غریب جو ہے یہ

اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ اور پھر ایک اور مقام پر ایک حدیث شریف میں ہے کہ ممکن ہے غریبی تجھے کافر بنا دے۔ اور جب غریبی کسی انسان پر آئی ہوئی ہے تو پھر یہ سوچنا چاہئے کہ یہ کافر بنانے والی ہے یا یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ اگر اس غریبی کے دوران' اس تکلیف کے دوران اور اس ابتلاء کے زمانے کے دوران آپ دعا کے قریب ہو جائیں تو وہ تکلیف اور ابتلاء مہربانی ہے۔ اگر ابتلاء کے زمانے آپ کو بغاوت پر مائل کر دیں تو پھر وہ تکلیف آپ کے لئے سزا ہے۔ جب کوئی مشکل وقت آ جائے اور مشکل وقت میں آپ کو دعا یاد آ جائے تو پھر یہ سمجھیں کہ وہ مشکل آپ کے لئے بہتر ہے کیونکہ آپ کا دل موم ہو گیا اور اگر تکلیف آ پڑی اور دل پتھر ہو گیا تو سمجھو کہ یہ عذاب ہے۔ سب سے زیادہ بد قسمت وہ انسان ہے جو غریب بھی ہے اور سنگدل بھی ہے۔ غریب کو نرم دل ہونا چاہئے اور وہ اگر غریب ہے تو اللہ کے قریب ہو گا اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہو گا۔ جب یہ صورت ہو تو پھر انسان کہتا ہے کہ ؎

ہر چہرے میں آتی ہے نظر یار کی صورت
احباب کی صورت ہو کہ اغیار کی صورت
جس آنکھ نے دیکھا تجھے' اس آنکھ کو دیکھوں
ہے اس کے سوا کیا تیرے' دیدار کی صورت

تو دیدار کی لازمی صورت ہے کہ دیکھنے والے کو دیکھو اور اس طرح دیکھتے جاؤ' مگر زبان بند رکھو' حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ من رآنی فقد رآللہ یعنی "جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا"۔ تو جس

نے ان کے دیکھنے والوں کو دیکھا' اس نے ان کو دیکھا۔ تو دیکھنے کا یہی ایک اصول ہے کہ دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھو۔ اگر ایسا شخص کہیں مل گیا تو آپ اسے دیکھتے ہی چلے جاؤ۔ اس شخص کے لئے اب نہ کوئی سوال رہ گیا اور نہ کوئی جواب رہ گیا۔ ایسے میں سوال جواب پیچھے رہ جاتے ہیں ؎

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کے
حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

تو جب کسی کو اس محفل میں داخلہ مل جائے تو سوال وہیں کا وہیں رہ جاتا ہے۔ اگر اس سے کہیں کہ کیسے آئے ہو تو وہ کہتا ہے مجھے ہوش ہوتا تو پھر پتہ چلتا کہ کیسے آیا ہوں۔ بس اتنی ساری بات ہے۔ اگر ہوش قائم رہ جائیں تو پھر وہ "اور" ہے "غیر" ہے۔ یہ سب صرف "اچھے من" کی بات ہے ورنہ تو کوئی منزل نہیں ہے' کوئی تلاش نہیں ہے' کوئی سفر نہیں ہے اور کوئی شہر نہیں ہے۔ اب میں آپ کو ایک کہانی سنا کر بات ختم کرتا ہوں۔ ایک تھا ہندو برہمن' وہ گنگا کے اشنان کو جا رہا تھا۔ راستے سے گزرا تو وہاں ایک چمار بیٹھا تھا۔ چمار نے پوچھا بابا کدھر جا رہے ہو' برہمن نے کہا گنگا اشنان کو جا رہا ہوں۔ اس چمار نے کہا کہ مائی گنگا کو میرا سلام کہنا اور میری طرف سے یہ ایک ٹکہ مائی گنگا کی خدمت میں پیش کر دینا۔ برہمن نے کہا کہ میں نے تو تمہارے پیسے کو ہاتھ نہیں لگانا کیونکہ میرا دھرم بھرشٹ ہو جائے گا' لہٰذا تم اس کو گڈوی میں ڈال دو۔ اس نے اپنے میلے کپڑوں سے اور گندے ہاتھوں سے وہ ٹکہ نکالا اور گڈوی میں ڈال دیا۔ برہمن وہاں گیا اور ٹکہ گنگا میں ڈال دیا اور کہا کہ

ایک چمار' مائی گنگا کو سلام کہتا ہے۔ برہمن نے دیکھا کہ گنگا کے اندر سے ایک ہاتھ نکلا اور اس ہاتھ میں ایک طلائی کنگن تھا' آواز آئی کہ اس آدمی کو کہو کہ تمہارا سلام منظور ہے اور ہماری طرف سے یہ کنگن اس کو پیش کر دینا۔ یہ حال دیکھ کر برہمن نہانا بھول گیا اور وہ بھاگا دوڑا چمار کے پاس آیا۔ کہنے لگا کیا حال ہے مہاراج! چمار نے کہا میں مہاراج کدھر ہوں' میں تو چمار ہوں۔ برہمن نے کہا آپ ہی مہاراج ہو کیونکہ میں نے مائی گنگا کو تمہارا سلام دیا تو مجھے یہ کنگن دیا اور کہا کہ اب میرا سلام بھی قبول فرماؤ۔ چمار نے کہا کہ اب یہ کنگن تم ہی لے جاؤ' میں نے کیا کرنا ہے' میں سونا تو رکھتا نہیں ہوں اور یہ میرے استعمال میں بھی نہیں ہے' آپ اچھے آدمی ہو' آپ اسے لے جاؤ اور استعمال کرو۔ برہمن بھاگا بھاگا گھر گیا اور بیوی کو کنگن دیا۔ وہ بہت خوش ہوئی کہ یہ تو بہت قیمتی چیز ہے مگر ہمارے کام کی نہیں ہے۔ ایسا کریں کہ یہ آپ راجہ کو دو اور برہمن نے وہ کنگن راجا کو دیا۔ رانی بہت خوش ہوئی اور اس نے کہا کہ دوسرا کنگن چاہیئے۔ راجے نے دوسرے دن برہمن کو بلا لیا اور کہا کہ اس کے ساتھ کا کنگن لا دو ورنہ گردن مار دی جائے گی۔ وہ برہمن بڑا پریشان ہوا اور بھاگا دوڑا پھر اس چمار کے پاس گیا اور کہا کہ مہاراج! وہ راجہ تو مجھے قتل کر دے گا۔ راجہ نے کہا ہے کہ اس کے ساتھ کا کنگن لاؤ۔ اس نے کہا کہ یہ کیا مشکل ہے۔ جس گدلے پانی کے برتن میں وہ چمڑا رنگتا تھا' چمار نے جیب سے ویسا میلا ٹکہ نکالا اور وہ اس میں ڈالا اور کہا ''من چنگا تو گھر میں ہی گنگا'' وہیں سے وہ ہاتھ نکلا' وہیں سے کنگن دیا اور پھر غائب ہو گیا۔ تو مقصد یہ ہے کہ ''من چنگا'' رکھو تو گھر میں ہی گنگا ہے۔

"من چنگا" کرو تو سب چنگا ہو جائے گا' پھر قبولیت ہو جائے گی۔ اب دعا کرو' آپ سب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ یا اللہ ہمیں اپنے راستے پر گامزن رکھنا۔ یااللہ اپنے جبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت عطا فرما اور ہم پر یہیں مہربانی فرما۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مسائل حل کرے۔ یااللہ سب کی مشکلات دور فرما اور ہمارے اندیشوں کو دور فرما۔ یااللہ ہماری امیدیں پوری فرما۔ ہمیں نیک مقصد کے لئے استعمال فرما۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقه و نور عرشه افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا محمد و آلهٖ و اصحابهٖ اجمعین۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۲

۱ اکثر ہمارے خیال اور عمل میں خسارہ رہ جاتا ہے' اس خسارے کو کیسے پورا کریں؟

۲ اگر کوئی خیال آجائے یا کوئی مشکل آجائے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

۳ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم پر ناراض ہے یا راضی؟

سوال :۔

اکثر ہمارے خیال اور عمل میں فرق رہ جاتا ہے۔ اس خسارے کو کیسے پورا کرسکتے ہیں؟

جواب :۔

بعض اوقات انسان کا ارادہ نہیں ہوتا اور اس سے نیکی سرزد ہو جاتی ہے اور بعض اوقات انسان یہ کہتا ہے کہ یہ بات غلط ہے، تب بھی اس سے وہ غلط عمل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے "الحمد للہ" کا لفظ بنا ہے اور "استغفر اللہ" کا لفظ بنا ہے۔ اگر غلطی کے بعد آپ کی نجات ہو جائے تو اللہ کا شکر ادا کرو اور اگر اتفاق سے نیکی سرزد ہو جائے تب بھی شکر ادا کرو۔ گناہ اور ثواب آپ کے ذہن کی پسند یا ناپسند کے نام نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ کی پسند و ناپسند کو کہتے ہیں۔ آپ جب اپنی زندگی کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں یا اسے راضی کرنے کی خواہش کرتے ہیں تو ایک چیز تو بہت ضروری ہے کہ آپ پسند اور ناپسند کو ترک کر دیں۔ جب آپ نے اپنی پسند اور ناپسند کو ترک کیا تو خود بخود ہی اچھا عمل شروع ہو جائے گا۔ عمل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک ہوتا ہے عمل کرنا اور دوسرا ہوتا ہے عمل

ہو جانا۔ جب آپ کا اپنا وجود یا آپ کے خیال کا وجود صاف ہو گیا' Clear ہو گیا' تو عمل جو ہے خود بخود ہوتا جائے گا۔ جس طرح بعض اوقات ایک آدمی آپ کے سامنے آتا ہے اور وہ دشمن ہو تو اب اسے آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود بخود ہی آپ کی طبیعت کو کچھ ہو جائے گا۔ اب یہ عمل کہاں سے پیدا ہوا کہ اس دشمن کا نام سنتے ہی آپ خفا ہو گئے اور یہ عمل کہاں سے پیدا ہوا کہ کسی کا نام سنتے ہی آپ خوش ہو گئے۔ جس کا نام سن کر آپ خوش ہو گئے وہ دوست ہوتا ہے۔ جب دوست کی خوشبو آ گئی اور دوست کی بات شروع ہو گئی تو آپ خوش ہو گئے گویا کہ آپ کے وجود میں دوست اور دشمن کے لئے عمل میں شامل ہونے کا خیال خود بخود ہی پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کا وجود اگر وہ خیال تسلیم کر لے جو اللہ کی پسند اور ناپسند کا ہے تو پھر خود بخود ہی عمل ہوتا رہے گا۔ اس لئے محبت والوں کے لئے عمل غیر ہے' عمل کا خیال بھی غیر ہے اور عمل کی کوشش بھی غیر ہے اور عمل کا ہو جانا' اللہ کا اپنا امر ہے یعنی کہ ہم نے عمل کیا مثلاً" نماز پڑھی' تو یہ Effort ہے' کوشش ہے' جب کہ محبت والے کے لئے کوشش غیر ہے۔ مثلاً" ایک انسان بڑا لمبا راستہ طے کر کے آتا ہے جبکہ دوسرا آنے والا دریا کے راستے آ گیا۔ گویا کہ محبت کے اندر Effort اور کوشش چاہے صحیح ہو' پھر بھی اتنی مستحکم نہیں ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وجود کو اللہ کے خیال کے ساتھ اتنا منسوب کر دو کہ Effort تو کرو لیکن Effort کو بیان نہ کرو یعنی کہ آپ کو "یہ کوشش" محسوس ہی نہ ہو' جیسے آپ ہر روز دفتر جاتے ہو اور محسوس نہیں کرتے کہ دفتر

جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وجود نے یہ تسلیم کر لیا کیونکہ وہاں تو جانا ہی ہے اور بچوں کے لئے کچھ لے کے آنا ہی ہے۔ گویا کہ جب وجود نے تسلیم کر لیا تو یہ پھر محسوس نہیں ہو گا۔ اس لئے آپ اپنے خیال کو سب سے پہلے اپنے وجود میں تسلیم کریں اور وجود میں نافذ کریں' پھر عمل خود بخود ہوتا رہے گا۔ عمل کے لئے کوشش کی کوئی بات نہیں ہے کہ آپ یہ عمل کرو اور یہ کوشش کرو کہ یہ خیال سچا ہے اور یہ خیال جھوٹا ہے' اسی طرح سچ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تو آپ کی زندگی ختم ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ سچا آدمی جہاں سے بھی گزرے' وہاں سچ ہے اور جھوٹا آدمی جدھر جدھر سے گزرتا گیا' جھوٹ ہی پیدا کرتا گیا۔ جھوٹ کو بدبو کہتے ہیں اور سچ کو خوشبو کہتے ہیں۔ اب جہاں سے جو گزرا اس نے وہی اثر چھوڑا۔ اس طرح احساس وجود میں چلتا جاتا ہے۔ آپ اپنے اندر صداقت کا ایک خیال پختہ کر لیں حتیٰ کہ آپ کا سارا عمل صداقت ہو جائے' پھر آپ کو عمل کے لئے کسی کوشش کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ پھر یہ ضرورت نہیں ہو گی کہ آپ کسی فارمولے کو ڈھونڈیں' پھر آپ جہاں مرضی جائیں' کائنات آپ کے لئے آزاد ہے بشرطیکہ آپ اللہ کے ہاں پابند ہو جاؤ۔ اگر آپ اس کے ہاں پابند ہو جاؤ گے تو یہ کائنات آپ کے لئے آزاد ہے اور اگر آپ اس کے ہاں پابند نہیں ہوتے تو پھر یہاں پابندی ہی پابندی ہے اور آپ کے لئے اس کائنات میں قدم قدم پہ خسارہ' قدم قدم پر نقصان' قدم قدم پر اندیشہ' پریشانیاں اور ندامتیں' حسرتیں اور دوسرے تماشے ہوں گے' اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ جتنے انسان ہیں اس پوری کائنات میں' وہ خسارے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے کہ جہاں کوئی انسان ہے' وہ وہاں خسارے میں ہے۔ خسارہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کے پاس سرمایہ زیادہ تھا لیکن آپ نے خریداری تھوڑی کی۔ خسارہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کے پاس امکانات زیادہ تھے لیکن آپ کی دریافت تھوڑی تھی' خسارہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کے قواء بہت زیادہ طاقتور تھے لیکن آپ نے کمزوروں والی بات کی۔ ان سب کو خسارہ کہتے ہیں۔ پیدا کرنے والا خود کہہ رہا ہے اور زمانے کی قسم بھی کھا رہا ہے کہ جہاں کہیں انسان ہے وہ خسارے میں ہے۔ زندگی میں انسان بتدریج تنزل کی طرف جا رہا ہے' مطلب یہ ہے کہ وہ آہستہ آہستہ تحلیل ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کہیں گے کہ سب سے اچھا زمانہ گزرا ہوا زمانہ ہے۔ جب تک انسان یہ کہتا ہے کہ آنے والا زمانہ اچھا ہے تو وہ ایک بچے کی طرح ہوتا ہے اور ہم اس کو شعور والا نہیں مانتے۔ کیونکہ بچے نے ابھی غم دیکھنے ہیں' خوشیاں دیکھنی ہیں اور آنے والے زمانے دیکھنے ہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں بڑا ہو کے کچھ بنوں گا تو اسے بچہ کہتے ہیں۔ تو وہ شخص جو یہ کہے کہ میں بڑا ہو کے کچھ بنوں گا وہ بچہ ہوتا ہے اور جو ماضی کو بہتر زمانہ سمجھے' وہ بڑا ہوتا ہے۔ تو بڑا ہونے والا انسان دراصل زوال کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ یعنی کہ جس شخص نے بھی زندگی میں قواء کا' صحت کا' خیال کا' اخلاقیات کا اور عبادت کا عروج حاصل کیا وہ خود اندر سے تحلیل ہوتا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ عبادت بھی زیادہ عمر میں جا کے ہو نہیں سکتی۔ کبھی جسم ہڈیاں ہو کے رہ جاتا ہے اور کبھی گوشت نہیں رہتا۔ مطلب یہ ہے کہ عمر کے ایک حصے میں عبادت کی خواہش تو ہوتی ہے لیکن وہ خواہش عبادت نہیں بن سکتی کیونکہ کوئی نہ کوئی عارضہ لاحق

ہو جاتا ہے۔ تو گویا کہ انسان اس طرح بھی خسارے میں اور اس طرح بھی خسارے میں ہے۔ انسان اگر کوئی عمل نہ بھی کرے تب بھی غم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثلاً" بیٹھے بیٹھے انسان' صرف خاموش اور بیٹھا ہوا انسان غم کی خبروں سے دوچار ہو جاتا ہے۔ یہ غم باہر کی دنیا سے آتا ہے اور اس طرح بیٹھا بیٹھا انسان اداسی سے آشنا ہو جاتا ہے' اسی طرح بیٹھے بیٹھے انسان کو پیٹ کا یا گردے کا درد ہو جاتا ہے۔ تو یوں انسان خسارے میں چلا جا رہا ہے' اللہ نے یہ فرمایا ہے۔ اب اس خسارے سے نکلنا چاہئے۔ آپ یوں بھی کہہ سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی منشائے تخلیق یہ ہے کہ احسن رہے یعنی احسنِ تقویم رہے اور انسان کی حالت یہ ہے کہ یہ "اسفل سافلین" یعنی بہت ہی برا بن جاتا ہے اور اس طرح خسارے میں چلا جاتا ہے۔ اب خسارے سے نکلنے کا فارمولا سوائے اللہ کے اور کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ یہ مشین جس ادارے نے بنائی ہے اس کو پتہ ہے کہ کون کون سا پرزہ کیا کام کرتا ہے اور کہاں کہاں یہ عمل کرتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ چار آدمی خسارے سے نکل سکتے ہیں' مومن' صالحین' حق کے مزاج والے اور صبر کرنے والے۔

مومن وہ ہے جو ایمان لے آئے۔ ایمان لانے کے بعد آپ کے پاس سب سے اچھا عمل یہ ہے کہ حسنِ عمل ہو اور Surrender ہو یعنی خود کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دیا جائے۔ جیسا کہ ایک کاریگر کسی اینٹ کو کسی اچھی جگہ لگا دیتا ہے تو وہ اینٹ کاریگر سے تو جدا ہو جاتی ہے لیکن یہ جدائی ہی کامیابی ہے۔ اس طرح مومن خود کو اللہ کے حوالے کر کے کامیاب ہو جاتا ہے۔ تو ایمان کا مطلب ہے Handover

کر دینا۔ دوسری چیز ہے صالح عمل کرنا۔ صالح عمل کرنے والے صالحین کے بارے میں شیطان نے کہا تھا کہ میں سب کو گمراہ کروں گا سوائے صالحین کے' گویا کہ وعملوا الصّٰلحٰت۔ یعنی "وہ جو صالح عمل کرتے ہیں" اور پھر اللہ کا فرمان ہے کہ وتواصوبالحق یعنی وہ شخص جس کا مزاج حق گو ہو گیا' حق آشنا ہو گیا اور حق فہم ہو گیا تو وہ آپ ہی اس کی آنکھ بن گیا اور وہ خسارے سے باہر نکل آیا۔ ایسا حق والا شخص خسارے سے باہر کیسے نکل آیا؟ وہ جھوٹ سے بچ گیا۔ تو جھوٹ بہت بڑا خسارہ ہے۔ ایمان نہ لانا خسارہ' صالح عمل نہ کرنا خسارہ اور حق نہ سمجھنا حق نہ بولنا یا حق کا ساتھ نہ دینا بھی خسارہ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ اگر حق کا ساتھ دیتے دیتے آپ آزمائش میں پڑ جاؤ تو خاموشی سے میری طرف رجوع کرو۔ خاموشی سے اللہ کی طرف رجوع کرنے کا نام ہی صبر ہے۔ آپ یہ کہیں کہ ہمارا بس اتنا ہے اور آگے سب تیرا ہے' ہمارا کام صرف یہ تھا اور باقی میرا کام نہیں ہے۔ جس طرح زمین میں ہل سے لے کر بیج تک کسان کی کوشش ہے اور آگے بارش اور فصل کا ہونا اللہ کی مرضی ہے۔ جب تک وہ فصل نہیں اگتی' تب تک صبر کرو۔ گویا کہ خسارے سے نکلنا ضروری ہے اور نکلنے کے لئے صبر چاہیئے۔ اگر مال کم ہو اور خریداری زیادہ ہو' تو یہ خسارہ ہے اور طاقت اگر کمزوری میں چلی جائے تو یہ بھی خسارہ ہے' دنیا میں آئے اور پھر چلے گئے تو یہ خسارہ ہے ان چار طرح کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ لوگ خسارے سے باہر آ جاتے ہیں۔ کیونکہ اکثر انسان پر تو یہ وقت آتا ہی رہتا ہے۔ بعض اوقات اس کا خیال کچھ ہوتا ہے لیکن عمل کچھ اور ہو جاتا ہے۔ اس کا

ایک ہی طریقہ ہے کہ آپ اپنے وجود کو اس کے Handover کر دو' اپنے خیال کو اس کے Handover کر دو' تب آپ کو وہ ملے گا اور پھر آپ ہر فکر سے آزاد ہو جاؤ گے۔ جو لوگ ایک راستے پر چلتے رہے' ایک خیال میں سفر کرتے رہے اور زندگی میں ایک یکساں مزاج پر قائم رہے' ان کو نیکی کے بارے میں سوچنا نہیں پڑتا اور عمل کرنے کے لئے سوچنا نہیں پڑتا بلکہ ان کی نیکی خود بخود عمل میں آ جاتی ہے۔ اسے معمول بھی کہتے ہیں اور Habit یعنی عادت بھی کہتے ہیں۔ اس طرح کی عادت عمل کی پختگی پیدا کرتی ہے اور عمل کی پختگی یہ ہے کہ عمل تو ہو جائے لیکن آپ کو علم نہ ہو' پتہ نہ چلے یا وہ آپ کی کوشش سے نہ ہو یا اسے کرنے میں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو تو پھر عمل خود بخود ہوتا جاتا ہے۔ وگرنہ تو یہ ہوتا ہے کہ انسان پھنس جاتا ہے مثلاً" وہ سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ ہم بھائی کی عیادت کو جائیں کہ نہ جائیں۔ اس طرح سوچنے والے کو چاہیے کہ اسے اپنا بھائی نہ کہے یعنی جس کا بھائی بیمار ہو اور وہ سوچ میں پڑ جائے کہ عیادت کے لئے جاؤں یا نہ جاؤں' اسی طرح اگر بھائی غریب ہے تو وہ سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ اگر اسے پیسے دوں تو پتہ نہیں وہ واپس کرے کہ نہ کرے۔ بس ایسا شخص بھائی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ سوچ میں پڑ جانے والا اس کا بھائی نہیں ہو سکتا۔ تو اس طرح کے خسارے سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو حق کے حوالے کرو' سچ کے حوالے کرو اور اگر راہ مشکل ہو' تو اپنے آپ کو صبر کے حوالے کرو اور ہمت والوں میں ہو جاؤ' جس کو بہتر کر سکتے ہو' کرتے جاؤ اور اپنا ایمان قوی کر لو کیونکہ ایمان ایک ایسی چیز ہے کہ اگر آپ کو تلوار کی دھار کا سفر کرنا ہو تو

سوائے ایمان کے آپ کو سیدھا راستہ نہیں ملے گا اور آپ گر جاؤ گے۔ ایمان کا مطلب ہے کہ پھر آپ کو اندیشہ نہ ہو گا۔ اندیشہ کا معنی ہے تذبذب، یعنی "ہم وہاں جائیں کہ نہ جائیں" پھر سوچے گا "میرا خیال ہے کہ وہاں چلا ہی جائے"۔ ایک واقعہ ہے کہ دو پاگل آدمی تھے۔ انہوں نے پروگرام بنایا کہ آج اچھا موسم ہے، کھیل کود کی جائے، پھر کھیل کی جگہ بنائی اور کھیل میں لگ گئے۔ ایک آدمی نے دیکھا کہ دونوں کھیل رہے ہیں، اس نے کہا کہ پاگل ہیں تو وہ دونوں کھیل سے واپس آ گئے۔ یعنی پاگل وہ ہے جو یہ کہے کہ لوگ مجھے پاگل نہ کہیں۔ جب کہ جو خسارے والے لوگ ہیں وہ پیغمبر کو بھی نہیں مانتے اور جو مومنین ہیں وہ ان سے الگ کھڑے ہوں گے، جو صالحین ہیں وہ الگ کھڑے ہوں گے، جو حق والے ہیں وہ الگ کھڑے ہوں گے اور صبر والوں کا الگ مقام ہو گا۔ لہٰذا جو پہلی بات نصیحت کی ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے لئے رائے کا سرچشمہ نہ بنانا ورنہ برباد ہو جاؤ گے اور دوسری بات یہ کہ اپنی Daily life میں سے جھوٹ کو ایسے نکالو اور اتنی کوشش سے نکالو کہ جیسے تم کائنات سے شیطان کو نکال رہے ہو۔ آپ جھوٹ کو مکمل طور پر چھوڑ دو۔ چھوٹے چھوٹے جھوٹ بھی چھوڑ دو تاکہ تمہاری زندگی میں سچ داخل ہو جائے اور جب سچ داخل ہو جائے گا تو زندگی خود بخود سچ میں ڈھلتی چلی جائے گی۔ اگر حق بیان کرنا پڑے تو آپ کو صداقت کے بیان میں تذبذب نہ آئے۔ صداقت کا مطلب ہے کہ جھوٹ کو برملا جھوٹ کہو اور سچ کو برملا سچ کہو اور نہ سمجھ آنے والی بات کو برملا نہ سمجھنے والی بات کہو۔ تذبذب میں نہ پڑنا، ورنہ یہ تلوار کی دھار ثابت ہو گا اور آپ کو گرا دے

گا' اس طرح آپ کا سفر نہیں ہو گا۔

سفر جو ہے' مست آدمی سفر کرتا ہے' جنون والا آدمی سفر کرتا ہے اور وہ سفر کرتا ہے جو ایک خیال میں گم ہے۔ کسی ایک خیال میں گم ہو جاؤ تو آتش حرام ہو جاتی ہے۔ تو اصل کامیابی ہی یہی ہے کہ انسان ایک خیال میں گم ہو جائے۔ گویا کہ خیال اگر دنیا کے لئے ہے تو پریشانی ہی رہے گی۔ مثلاً" مکان آپ نے دنیا کے لئے بنایا تو مکان کے اندر نقص ہی نقص نکالے جائیں گے' اگر آپ نے اپنے لئے بنایا تو پھر آپ خود ہی اس کو داد دو اور اگر خدا کے لئے بنایا تو پھر انتظار کرو' اس کا فیصلہ خود ہی ہو جائے گا۔

گویا کہ یہ اہم بات ہے کہ آپ اپنے عمل یا اپنے حسنِ عمل یا اپنے عمل صالح یا عمل وجود کو لوگوں کے Opinion کی ضرورت اور داد کا محتاج نہ بناؤ' آپ اپنے عمل کی جس سے داد لینا چاہتے ہو' اس شخص میں صداقت ہونی چاہئے' یا پھر آپ اللہ سے اپنے عمل کی داد وصول کرو۔ تو آپ اللہ کی رحمت کا صبر سے انتظار کرو۔ سچ کی راہ میں کہیں کوئی مشکل آ جائے تو وہاں صبر سے گزر جاؤ یعنی خاموشی سے گزر جاؤ۔ صبر کا معنی یہ ہے کہ مشکل تو ہو لیکن بیان نہ ہو۔ جن لوگوں نے مشکلات کا بیان لوگوں کے سامنے کیا' دراصل انہوں نے اپنی مشکلات میں اضافہ کیا۔ حالی کا شعر ہے ۔

مصیبت کا اک اک سے احوال کہنا
مصیبت سے ہے یہ مصیبت زیادہ

تو دوسروں کو بتانے سے مصیبت بڑھ جاتی ہے اور مصیبت پر اس لئے

خاموش رہنا کہ اللہ دیکھنے والا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے' تو یہ صبر کا مقام ہے۔

اپنے آپ کو صبر میں رکھو' حق گوئی میں رکھو' اپنے آپ کو صالح عمل کے لئے مقرر کر دو اور ایمان کو قائم رکھو۔ ایمان قائم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خود کو اس کی تحویل میں دینا۔ اور پھر تکمیل ہو جاتی ہے یعنی کہ تحویل کے ساتھ ہی تکمیل ہے' بس پھر انسان خسارے سے نکل کر سرفراز ہو جاتا ہے۔ آپ کی یہ ایک زندگی ہے اور وہ ضائع ہو جائے گی اور آپ کے کام کی نہیں رہے گی۔ یعنی زندگی آپ کے ہاتھ سے نکلی چلی جا رہی ہے۔ زندگی ایسے ہے کہ آپ کے ہاتھ میں برف کی طرح پگھل رہی ہے' اب آپ کسی کو پانی ہی پلا دیں کیونکہ جس برف کو آپ ہاتھ میں پکڑ کر لے جا رہے ہیں' یہ تو ختم ہو جائے گی۔ گویا کہ زندگی نے تو ٹھہرنا نہیں' کیوں نہ پھر یہ اپنے اصل مقام پر ہی گرے تاکہ کل ایک واقعہ بن جائے۔ گویا کہ اگر کوئی آپ سے کسی نیک مقصد کے لئے زندگی طلب کرے تو پھر وہاں پر زندگی کی قیمت نہ لگاتے رہنا۔ مثلاً" ویسے تو آپ بیکار بیٹھے ہوئے ہیں جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں کہ بیکار بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور ان سے کام کے لئے کہا جائے تو کہتے ہیں کہ ٹھہر جا' میں ذرا مصروف ہوں۔ جس طرح کوئی وکیل فارغ بیٹھا ہوا شعر پڑھ رہا ہوتا ہے اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ مقدمہ کے لئے مشورہ چاہئے تو وہ کہتا ہے کہ اس مقدمے والے سے من مانی قیمت وصول کر لینی چاہئے حالانکہ وہ غریب آدمی کہتا ہے کہ میرے ساتھ اس طرح کر لیں مگر وکیل صاحب نہیں مانتے۔ اس طرح انسان زیادتی کر جاتا ہے آپ اپنی زندگی کو

اللہ کی طرف سے عرصہ انعام سمجھ کے' خدا کا فضل سمجھ کے' خدا کے کسی کام میں لگا دو' آپ اپنے عمل کو ایمان کے تابع کر دیں تو اس طرح آپ خسارے سے نکل آئیں گے اور بچ جائیں گے۔

سوال :۔

اگر کوئی خیال آ جائے یا کوئی مشکل آ جائے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب :۔

جب آپ کے اندر نیک خیال قائم ہو جائے تو پھر آپ سوچا نہ کرو۔ نیکی کا خیال ذہن میں آئے تو اسے فوراً ہی عمل میں لاؤ اور بدی ذہن میں آ رہی ہے تو آخری دم تک سوچتے جاؤ حتیٰ کہ وہ نہ کرنی پڑے۔ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو وارننگ کے طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ تم خسارے میں جاؤ گے' لہٰذا خسارے سے بچو یعنی ایمان لاؤ' سچ بولو' سچ سوچو' سچوں سے ملو' نیک اعمال کرو اور اگر زندگی میں مشکل آ جائے تو مشکل برداشت کرو تو یہ نیکی کا کام ہے۔ یعنی مشکل تو آ گئی ہے مگر یہ بیان میں نہ آئے۔ اس طرح مشکل ختم ہو سکتی ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ وہ مشکل کشاؑ ہیں اور خود مشکل میں ہیں' کمال کی مشکل کشائی ہے' خود مشکل میں ہیں اور ہیں بھی مشکل کشاؑ۔ مشکل کشا کی تعریف ہی یہی ہے کہ لوگوں کی مشکلیں حل کرنا اور اپنی مشکل پہ خاموش رہنا۔ یہی تو مشکل کشاؑ ہیں کہ خود شہید ہو گئے' اولاد شہید ہو گئی مگر آپ خود مشکل کشا ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس تلوار بھی ہے' ذوالفقار

بھی ہے، حیدری اور مشکل کشائی بھی ہے، لیکن کربلا بھی ہے۔ تو کمال کی بات یہ ہے کہ مشکل کشا کہتے ہی اس کو ہیں کہ خود مشکل میں رہے، خاموشی اور صبر کے ساتھ اور دوسروں کی مشکل کشائیاں کرتا رہے۔ اس لئے انسان کے لئے یہ بہت ضروری بات ہے کہ اپنی مشکل کا ڈھنڈورا نہ کرے، گویا کہ جب خوشی کا مقام تھا تو آپ نہیں بولے اور اب غم کا مقام ہے تو شور مچا دیا۔ اس طرح شور مچانے والا آدمی ظالم ہوتا ہے یعنی اگر اسے سر میں درد ہے تو وہ شور مچا کے لوگوں کے جگر میں درد کرے گا۔ یعنی جو آدمی دوسرے آدمی کو اپنی پریشانی یا مشکل بتا کر پریشان کردے وہی ظالم ہوتا ہے۔ ایسا شخص اپنی تکلیفوں کا انتقام لوگوں سے لیتا ہے۔ اسی طرح حادثے کی اور دوسری بری خبریں سنانے والا آدمی بھی ظالم ہوتا ہے کیونکہ حادثہ تو ہو گیا مگر اس کی خبر سے دوسروں کو پریشان کرتا رہتا ہے۔ پریشانی اور غم تو ہر کسی پر آتا ہے یعنی یا تو بیٹا باپ کی جدائی دیکھے یا پھر باپ بیٹے کی جدائی دیکھے گا، یہ تو چلتا رہتا ہے۔ اور کون ہے جو ہمیشہ سرفراز رہے اور کون ہے جو ہمیشہ یہاں رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ زمانے ایک جیسے نہیں رہتے وتلک الایام نداولہا یہ دن بدلتے رہتے ہیں۔ اور لوگوں کے حالات بھی بدلتے رہتے ہیں۔

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سوکھ گئے

ہر نئی بستی سے پہلے وہاں ویرانی تھی اور ہر بستی کے بعد وہاں ویرانی ہو گی۔ اس لئے اپنی تکلیف کا لوگوں کے ساتھ ذکر نہ کرنا، یہ آپ کا اپنی ذات پر بڑا احسان ہو گا۔ یعنی آپ اپنی تکلیفیں کسی انسان کے ساتھ بیان نہ کرو اور اگر کوئی شخص کچھ سنائے تو اسے کچھ نہ کہو بلکہ ہو سکے تو اس

کی مدد کر دو۔ یہاں سے "الی اللہ" کا سفر یعنی اللہ کی جانب شروع ہوتا ہے۔ "الی اللہ" کا سفر اس وقت شروع ہوتا ہے جب کوئی شکایت کرنا بند کر دے۔ اگر انسان ایسا بن جائے تو سمجھو کہ اللہ کی طرف چل پڑا ہے۔ اب اللہ جانے اور اس کا بندہ جانے کہ کیا گزری اس پر۔ ہر لحاظ سے اس چیز کی صفائی کرنی ہوتی ہے۔ یہ اللہ کا سفر ہے اور اللہ ساتھ ہے۔ اس لئے اللہ کے سفر میں پہلی بات یہ ہے گلہ نہ کرنا' تقاضا نہ کرنا' شور نہ مچانا اور اپنی تکلیف پر لوگوں کو گواہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' خاموش بیٹھے رہو' اللہ جانے اور تم جانو۔ آپ خاموشی سے چلتے چلے جاؤ۔ اگر آپ سچے ہو تو سچ کا راستہ عین تاریکیوں کے اندر بھی مل سکتا ہے' عین اندھیروں میں مل سکتا ہے' حالانکہ یہ روشنی کا راستہ ہے۔ تو یہ روشنی کا کام ہے کہ وہ جہاں سے مرضی گزرے۔

اس لئے سچا آدمی جہاں سے گزرے وہ سچا آدمی ہو گا' پہاڑ سے گزرے' دریا سے گزرے یا پھر سمندر سے گزرے' سچ سچ ہے۔ آپ کو سچا ہونا چاہئے' راستہ سچا نہیں ہوتا بلکہ مسافر سچے ہوتے ہیں۔ جس طرح آپ کہتے ہو کہ پاکستان پاک ہے تو پاک تم نے ہونا ہے نہ کہ زمین پاک ہوتی ہے۔ یعنی پاکستان آپ نے بنایا تھا' اب پاک آپ نے ہونا تھا' نیت کے حساب سے' عمل کے حساب سے' خیال کے حساب سے' بھائی کی مدد کے حساب سے اور اپنے دوسرے واقعات کے حساب سے۔ اور آپ لوگ ہو کہ آپ وہی کے وہی ہو۔ پاکستان کی بھی قدر کرو اور آپ اپنے دل کی بھی قدر کرو اور اللہ سے روگردانی نہیں ہونی چاہئے۔

سوال :-

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم پر ناراض ہے یا راضی؟

جواب :-

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہو یا انعام ہو تو اسے پہچاننا چاہیئے مثلاً" ایک آدمی پر بیماری آئی تو بیماری سزا بھی ہو سکتی ہے' بیماری آزمائش بھی ہو سکتی ہے اور بیماری انعام بھی ہو سکتی ہے۔ اگر بیماری میں بیمار کو تکلیف ہو رہی ہے اور اللہ سے شکایت پیدا ہو رہی ہے تو یہ بیماری ایک سزا کے طور پر آئی ہے اور اگر بیماری میں بیماری دینے والے کا خیال رہے اور اللہ سے رجوع رہے تو یہ بیماری انعام ہو گی۔

اگر بیماری میں اللہ کا خوف آرہا ہو تو یہ خوف آزمائش ہے اور یہ کسی انعام کا پیش خیمہ ہے' کیونکہ پیغمبر بھی بادشاہ ہوئے اور فرعون بھی بادشاہ ہوا' اور پیغمبر بیمار بھی ہوئے اور وہ بادشاہ دنیا دار بھی بیمار ہوا یعنی سارے کام پیغمبروں میں ہوئے اور سارے کام دنیا داروں میں ہوئے' مگر یہ کہ پیغمبر گناہ نہیں کرتا اور اللہ سے کسی بھی حال میں اپنا رابطہ کمزور نہیں ہونے دیتا۔ پیغمبر کی شان ہی یہی ہے۔ اب اگر کسی کو کوئی مرتبہ ملا ہے' چاہے دنیاوی دولت ہو' کوئی مقام ہو' عزت ہو' سرفرازی ہو' صحت ہو' روپ ہو' رنگ ہو یا کوئی اور اچھی چیز ہو' اس دوران اپنے آپ میں جائزہ لو' اگر آپ کی پیشانی سجدہ کرنے کے لئے زمین کو تلاش کر رہی ہے تو پھر تو وہ انعام ہے چاہے تکلیف ہی ہو اور اگر اس دوران "انا" کا سینگ سر سے نکلنے لگا ہے تو پھر تو وہ بربادی ہے چاہے آپ کو خوشی کا موقع نظر آ رہا ہو۔ تو گویا کہ اپنے ساتھ ہونے والے واقعات پر اپنے دل

سے پوچھو کہ دل اللہ کی طرف جھکنے والا ہے یا بغاوت پر مائل ہے۔ اگر دل بغاوت کی طرف مائل ہو اور گلے کی طرف مائل ہے' تو یہ ابتلاء ہے۔ اگر دل سجدے کی طرف مائل ہے اور آپ سجدہ کر رہے ہیں اور جس بات پر بھی کر رہے ہو وہ بات چاہے نعمت ہو' چاہے بیماری ہو' تو اس کا مطلب ہے آپ پر اللہ کی طرف سے انعام ہو رہا ہے۔ اور جہاں آپ باغی ہو گئے وہاں آپ پر عذاب ہے' چاہے بادشاہی ہو۔ تو گویا کہ اس طرح یہ فیصلہ آپ کا اپنا دل کرتا ہے کہ مجھ پر ہونے والا واقعہ کیا ہے' دل اگر "الی اللہ" جھکا ہوا ہے یعنی اللہ کی طرف جھکا ہوا ہے تو وہ واقعات صحیح ہیں اور دل اگر مایوسی میں ہے' تذبذب میں ہے' شکوے میں ہے' شکایت میں ہے اور بد دلی میں ہے تو سمجھو کہ آپ کا ایمان ختم ہو گیا ہے۔ لہٰذا واقعات کی کوئی اہمیت نہیں ہے بلکہ دل کی اور ایمان کی بات ہے۔ اسی طرح حج جھوٹے لوگ بھی کرتے ہیں اور سچے لوگ بھی کرتے ہیں۔ آپ نے دوسروں کا فیصلہ کرنے کی بجائے اپنا فیصلہ آپ کرنا ہے یعنی اپنے دل میں دیکھیں کہ یہ کیا چاہتا ہے۔ اللہ وہ ہے جس کو انسان دھوکا نہیں دے سکتے' اللہ وہ ہے جو نیت کا حال جاننے والا ہے اور نیت کے پیدا ہونے سے پہلے بھی وہ جاننے والا ہے' نیت کے اندر چھپی ہوئی جو نیت ہے اس کو بھی جانتا ہے یعنی مخفی کے اندر' خفی کے اندر خواب کو بھی جاننے والا ہے اور آپ سے وہ مکمل طور پر آشنا ہے۔

اب آپ اللہ کو بتا دیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ ایماندار ہونا چاہتے ہیں یا تھوڑی سی ملاوٹ کرنا چاہتے ہیں' دونوں صورتوں میں اللہ کو پتہ تو چل جانا ہے۔ بس آپ ملاوٹ کو نکال دیں کیونکہ پتہ تو اسے چل

جانا ہے۔ اللہ کے راستے میں اصل بات کامیابی نہیں ہوتی بلکہ اللہ کا راستہ ہوتا ہے اور مسافر ہوتا ہے۔ یہی کامیابی ہے کہ آپ سچ کے راستے پر چل پڑے ہیں۔ جس طرح کہ یہ کہتے ہیں:

خدا کرے کہ یہ دکھ دور ہی نہ ہو ہرگز

اللہ کے سفر والے لمبا سفر مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ کی راہ پر چلنے میں اتنا لطف آ رہا ہے اور ایسی فراق آشنائی ہو گئی ہے کہ وصال کی ضرورت ہی نہیں رہی' یعنی وہ کہتے ہیں کبھی ملاقات ہی نہ ہو' کیونکہ اس کا فراق کے ساتھ وصال ہو گیا ہے اور جن کا فراق کے ساتھ وصال ہو جائے وہ وصال سے دور بھاگتے ہیں۔

اس گفتگو کا مطلب یہ ہوا کہ آپ' اپنے آپ پر غور کریں' دیکھیں اور سمجھیں کہ صرف اس محفل میں آ جانا کوئی بات نہیں ہے بلکہ سب سے پہلے آپ اپنی زندگی پر راضی ہو جائیں اور کوئی لمبا چوڑا انقلاب نہیں آنا بلکہ انقلاب آپ خود ہی ہو۔ اس سے پہلے کہ ساری چیزیں آپ سے چھن جائیں' آپ انہیں خود ہی چھوڑ دو۔ یعنی جو زندگی آپ کے پاس موجود ہے اگر یہ واپس لے لی جائے تو آپ کو افسوس ہو گا اور اگر آپ کو افسوس ہونا ہے تو جو اس وقت موجود ہے اس پر تو راضی ہو جاؤ۔ جو موجود ہے اگر اس پر راضی نہیں' تو اگر وہ واپس لے لیا جائے تو تب بھی تو آپ خوش نہیں ہوں گے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ پھر آپ کے لئے سب کچھ ہی افسوس ہے۔ جس طرح اگر آپ کی زندگی آپ سے واپس لے لی جائے' تو آپ کو افسوس ہو گا۔ اسی طرح یہ دیکھو کہ آپ لوگ دعا مانگتے ہیں کہ جنت ملے اور اگر کہا جائے کہ جنت کو ابھی گاڑی جا رہی

ہے تو آپ کہیں گے کہ کچھ دیر بعد جائیں گے۔ اسی طرح آپ کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں اور ایمان لائے ہیں تو کیا ایمان والوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ دنیا چلانے کے لئے جھوٹ بولنا پڑتا ہے' رشوت لینی پڑتی ہے یا اگر رشوت لیتے نہیں مگر رشوت دینا پڑتی ہے۔ یہی ایمان کے کمزور ہونے کی علامت ہے۔ اگر آپ کو زندگی کے جانے کا افسوس ہے تو پھر اللہ سے راضی ہو کر اس سے تعلق قائم رکھو اور زندگی سے خوش رہو اور اگر زندگی سے گلہ ہے تو میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اگر اس زندگی میں آپ خوش ہیں تو پھر شکر ادا کریں اور اللہ آپ کو کامیابی دے اور آپ کو یہ زندگی مبارک ہو۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ آپ زندگی میں راضی رہنا سیکھ لو کہ یااللہ تیرا شکر ہے' شکر یہ ہے کہ اولاد کا بھی گلہ نہ کرو کیونکہ اولاد بھی ایک نعمت ہے' یہ خدانخواستہ جدا ہو جائے تو پھر سمجھ آتی ہے کہ اولاد کیا چیز ہوتی ہے۔ آپ ناراض نہ ہوا کرو کیونکہ اولاد حماقت کرتی ہی رہتی ہے۔ ایک آدمی کے علم و فضل کا چرچا تھا۔ اس نے کہا کہ میرے استاد ہونے کا تو بڑا چرچا ہے مگر میرا اپنا بیٹا نا سمجھ ہے۔ تو اس کے دوست نے کہا کہ تمہاری استادی کس کام کی' اپنی استادی کا اظہار بند کر دو' ورنہ اولاد تمہیں ایسی طرف لے جائے گی جہاں تمہارے لئے بڑی مشکل ہو گی۔ بس آپ اپنی اولاد کو تسلیم کر لیں' اپنی برتری کا اظہار کرنا چھوڑ دو' اپنی فوقیت جتانا چھوڑ دو ورنہ اولاد آپ کو پریشان کرے گی اور آپ کی دانائیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ اولاد سے جدا ہونا سب سے بڑی سزا ہے۔ جو اولادیں اپنے والدین کو چھوڑ جاتی ہیں' وہ احمق ہوتی ہیں اور بیوقوف ہوتی ہیں۔ ایک گھر میں پانچ بچے ہو گئے اور

وہ غریب گھرانہ تھا۔ والدین اکثر پریشان رہتے تھے' ان میں سے ایک بچہ سیانا تھا' وہ یہ سب کچھ دیکھتا رہا اور سنتا رہا اور سوچتا رہا کہ والدین کو کوئی تکلیف ہے۔ حالانکہ وہ آٹھ نو سال کا بچہ تھا۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک بچہ دوسرے سب بچوں سے ذہین ہوتا ہے۔ اب وہ ذہنی طور پر عمر کا بہت بڑا تھا۔ اسے ایک دن ماں نے پھول دیئے تو اس بچے نے کہا کہ پھول تو میں ضرور لے لیتا مگر یہ مرجھا جانے والی چیز ہے' اسے میں نے کیا کرنا ہے۔

اب عمر چھوٹی ہو اور باتیں بڑی ہوں تو اس وقت خطرہ ہوتا ہے کیونکہ بچہ عمر سے زیادہ ہو جائے تو خطرہ ہوتا ہے اور اگر آپ اپنی بڑی عمر میں بھی معصوم ہیں تو یہ خوبی ہے' یہ خوبی ہے کہ آپ بچوں کی طرح رہتے ہو۔

تو والدین نے سوچا کہ ہمارے بچے پریشان ہیں' سو کھانے پینے کا کچھ بندوبست کیا جائے تو کمائی پر چلے گئے تو اس بچے نے یہ کیا کہ رسی لے کر اپنے دوسرے بھائیوں کو درختوں کے ساتھ باندھ دیا اور خود بھی لٹک گیا اور پرچی لکھ گیا کہ

Dear parents we are going because we are too many اس طرح وہ پریشان والدین کا مسئلہ حل کر گئے۔

یعنی بعض اوقات اولاد اس طرح مسئلہ حل کرتی ہے کہ قیامت یاد آ جاتی ہے۔ اس لئے آپ اولاد سے راضی ہو جاؤ' وہ بیوقوف ہوں یا گستاخ' بیباک ہوں یا منہ پھٹ' آپ انہیں قبول کر لو' وہ بے شک آپ کا کہنا نہیں مانتی مگر قبول کرو کیونکہ یہ آپ ہی کی اولاد ہے' آپ ہی کی تعریف ہے اور آپ ہی کا نور ہے' بس قبول کر لو وگرنہ ایسا نہ ہو کہ جدائی ہو جائے اور تم روتے رہو۔ پہلے ویسے رو رہے تھے کہ جان ستائی ہوئی ہے اور اب اس لئے رو رہے ہو کہ وہ ہمیشہ کے لئے چلے گئے ہیں۔ جب

وصال تھا تب بھی رو رہے تھے اور جب فراق ہے تب بھی رو رہے ہو۔ یہ تو جھوٹ ہے کہ نعمت ہے تب روتے ہو اور نعمت چلی جائے پھر بھی روتے ہو۔ تو جب تک نعمت موجود ہے اس کا شکر ادا کرو۔ ہر وہ چیز جو آپ سے چلی جائے اور اس کا آپ کو افسوس ہو' نعمت کہلاتی ہے۔ یعنی ہر وہ چیز جس کے جدا ہونے کا افسوس ہو' نعمت کہلاتی ہے۔

زندگی بھی نعمت ہے' بینائی بھی نعمت ہے' اولاد بھی نعمت ہے اور اولاد پیدا کرنے والی مائیں بھی نعمت ہیں۔ اگر یہ نعمتیں ہیں تو پھر ان کا شکر ادا کرو۔ انہی گھروں کا شکر ادا کرو کہ یہ قائم ہیں' بس ہر ایک بات کا شکر ادا کرو' ہر نعمت کو شکر کے ساتھ محفوظ کرو' اس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑی ہی خوشگوار صورت بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے گھر والوں کو اور آپ کے گھروں کو سلامت رکھے۔ سچ بولنے والے کے لئے سب نیکیاں ہیں' سب اچھائیاں ہیں۔ آپ سب کے لئے سلامتی کی دعا ہے!

۳

۱ انسان کا جو عمل ہے وہ ارادہ، نیّت اور توفیق کا کس حد تک پابند ہے؟
۲ کیا انسان کا اپنی زندگی کے عمل میں اپنا کوئی دخل ہے؟
۳ اللہ سے دوستی کا کیا طریقہ ہے؟
۴ سر! آپ کو کیا پسند ہے؟
۵ اگر میں گلہ چھوڑ دوں تو آپ کو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ میں نے گِلہ چھوڑ دیا ہے؟
۶ کیا یہ صحیح ہے کہ برداشت ایک حد سے بڑھ جائے تو بے غیرتی کہلاتی ہے؟
۷ کیا میں اور میرا خدا، میرا ذاتی مسئلہ ہے؟
۸ اللہ ہم سے کیسے بات کرے گا؟
۹ میں خود سے مخاطب ہوتا ہوں تو خود کو کوستا رہتا ہوں۔
۱۰ ہم اپنی اصلاح کیسے کریں؟
۱۱ کیا اپنی ذات سے بھی گِلہ ختم کر دینا چاہیے؟
۱۲ یہ خیال رہتا ہے کہ اپنی اصلاح ہونی چاہیے۔
۱۳ خوشی اور محبت کیسے مل سکتے ہیں؟
۱۴ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محبت صِرف کی جائے اور مانگی نہ جائے؟
۱۵ انسان کو یہ کیسے معلوم ہو کہ جس پر وہ چل رہا ہے یہ اللہ کا راستہ ہے؟
۱۶ جو لوگ اس محفل میں نہیں پہنچ سکتے ان کے لیے کیا کریں؟
۱۷ اگر آسائش اور اللہ کے قرب کی تمنّا ہو تو کیا دونوں حاصل ہو سکتے ہیں؟
۱۸ اللہ سے فرض اور شوق کی محبت میں کیا فرق ہے؟
۱۹ ہمیں اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنے کے بعد کیا کرنا چاہیے؟
۲۰ جب خود سپردگی کے بعد ہوش نہ رہے تو ہم کیا کریں؟

سوال :

انسان کا جو عمل ہے وہ ارادہ کا، نیّت کا اور توفیق کا کس حد تک پابند ہے؟

جواب :

ارادہ نیّت کا ایک درجہ ہے اور نیّت جو ہے وہ ارادے کا ایک رستہ ہے۔ ہرچند کہ ارادہ اور نیّت میں فرق ہے لیکن ابھی ان کو ایک سمجھیں۔ نیّت اگر Express ہو جائے، بیان ہو جائے تو ارادہ کہلاتی ہے اور ارادہ اگر Dormant ہو، اندر رہ جائے تو وہ نیّت کہلاتا ہے۔ تو اب سوال یہ بنا کہ عمل اور ارادے میں اگر فرق ہو تو ہماری کیا ذمّہ داری ہے؟ اصل بات تو یہ ہے کہ آپ بنیاد سے مضامین کی طرف چلیں۔ زندگی کی Entity سمجھنے کے لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ زندگی میں ہم خود کسی کا عمل ہیں اور ہمارا عمل بھی اسی کا عمل ہے۔ اگر ہم عامل ہیں تو تب بھی معمول ہیں اور اگر فاعل ہیں تو پھر بھی کسی اور کا فعل ہیں۔ آپ سے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا، قیامت کے دن پوچھ گچھ ہو گی۔ اگر ہم کوئی بات کر رہے ہیں اور یہ بات ختم ہو جائے تو یہ اس بات

کی قیامت ہوتی ہے۔ ہر چیز ہونے کا ایک مقام ہے پھر اس کے بعد وہ چیز ایک واقعہ بن جاتی ہے۔ انسان اپنی ناکامی کو اپنے اوپر نہیں ڈالتا بلکہ کسی اور کے اوپر ڈال دیتا ہے اور کامیابی کسی اور کے حوالے نہیں کرنا چاہتا۔ ہمارا ہونا ایک خاص Time and Space یعنی ایک خاص زمان و مکان میں ہے۔ آپ لوگ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ایسے ماں باپ کے ہاں پیدا ہو گئے ہیں جو آپ سے کم پڑھے لکھے ہیں' ان کے زمانے میں یہ سلیبس تو نہیں تھا' جدید علم تو اب آیا ہے۔ ان کے پاس تو غریبانہ وسائل تھے اور آپ لوگ بعد میں امیر ہوئے ہیں — اس ماحول میں پیدا ہونا آپ کا اپنا کام نہیں ہے۔ یہ سارے کا سارا ہمارا اپنا کام نہیں ہے۔ ایک بات یاد رکھیں کہ کسی خاص مشین نے یا Mechanical contrivance' یعنی کسی مکینیکل عمل نے ہم کو اس زمان اور اس مکان میں ان لوگوں کے ہاں' اس انداز میں Project کیا اور ہم یہاں آ گئے اور ہمارا ہونا جو ہے وہ ایک مدت معلومہ تک ہے اور وہ معلوم بھی نامعلوم ہے۔ اور میں اس کو معلوم اس Sense میں کہہ رہا ہوں کہ وہ ایک مکمل اور مقرر شدہ وقت ہے جو نہ کم ہو سکتا ہے نہ زیادہ۔ تو ہمارا ہونا اور اس ماحول میں ہونا ہماری اپنی Achievement بھی نہیں ہے اور ہماری اپنی خامی بھی نہیں ہے' بھیجنے والے نے ہمیں اس زمانے میں بھیجا' ایسے ماں باپ کے ہاں بھیجا اور ایسی کسمپرسی کے عالم میں بھیجا۔ پھر بھیجنے والے نے کمال یہ فرمایا کہ ایک وقت مقرر کر کے بھیجا کہ اتنے وقت کے بعد تمہارا ٹائم ختم ہو جائے گا۔ پھر اس بھیجنے والے نے آپ کے اندر ایک مشین لگا دی یعنی آپ کا ارادہ۔ ارادہ کو اگر آپ سمجھ

جائیں تو آپ تو ارادہ ساز اوارے بن جائیں۔ اگر کسی شخص کا ایک ارادہ ہو تو پھر ارادہ ناکام ہو جائے تو بھی کامیاب ہوتا ہے۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ محبت کی کامیاب کہانیاں ناکام وصال کی کہانیاں ہیں۔ آپ محبت کے کامیاب قصے گن لیں۔ مثلاً" مجنوں اور لیلیٰ' دونوں ناکام ہو گئے لیکن محبت میں دونوں کامیاب ہو گئے۔ اسی طرح ہیر رانجھا' دونوں ناکام ہیں لیکن پھر بھی کامیاب ہیں یعنی محبت کا قصہ کامیاب ہے لیکن دونوں ناکام ہیں۔ تو محبت کے کامیاب قصے جو ہیں وہی ہیں جن میں لوگ حاصل کرنے میں ناکام تھے۔ اسی طرح کامیابی ایک مقصد حیات کا ہونا ہے' اگر وہ حاصل ہو جائے تب کامیاب اور اگر حاصل نہ ہو تو بھی کامیاب۔ تو کامیابی کیا ہے؟ کامیابی وحدتِ مقصد ہے اور کثرتِ مقاصد ہو جائے تو ناکامی لازم ہے۔ آپ کا دماغ یا آپ کا دل ہی کوئی ارادہ بناتا ہے اور یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو آپ کا ارادہ بناتا ہے اور وہ ارادے اتنے ہوتے ہیں کہ اس زندگی میں مکمل طور پر ان کے پورا ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے لہٰذا ارادہ کرنے والے ادارے نے آپ کو ناکامی سے آشنا کرایا۔ ہم جو کچھ بھی ہیں' ہم اپنے نہیں ہیں اور ہم اللہ کے ہیں اور ارادہ بھی اس نے دیا ہے۔ اس نے یہ حق دیا کہ میں ارادہ کر لوں مگر وہ ارادہ پورا نہیں کرتا تو پھر مالک ہے۔ اس نے کچھ دینے سے انکار کیا ہے تو آپ اس کا انکار قبول کر لیں۔ اگر پھر بھی نہیں دیتا تو بے شک نہ دے' ہزار مرتبہ نہ دے۔ اس طرح آپ کی زندگی تو ناکام ہو سکتی ہے لیکن آپ کا عمل کامیاب ہو جاتا ہے اور مبارک ہو جاتا ہے کہ آپ نے اللہ کے عمل کی تائید کر دی۔ اس طرح بھیجنے والا راضی ہو جاتا ہے۔ اگر آپ اپنے خیال

کا ایک نیا قلعہ بنالیں گے تو پریشان ہو جائیں گے۔ مثلاً" آپ نے کوئی ارادہ بنایا۔ ارادہ بنانے والا اپنے ارادے کے علاوہ باقی کے امکانات سے ناآشنا ہوتا ہے کیونکہ اس کو شعور نہیں ہوتا۔ اس نے ایک ارادہ بنایا کہ فلاں کام کیا جائے مگر اس کام کے علاوہ کے امکانات کا اسے شعور نہیں ہے۔ تو ارادہ Known حاصلوں میں سے کسی ایک حاصل کو اپنے لئے پسند کرنے کا عمل ہے۔ حالانکہ جتنی دوسری Unknown یعنی نامعلوم چیزیں ہیں وہ آپ کے لئے زیادہ مفید ہو سکتی ہیں۔ آپ وسیع اور لامحدود امکانات میں سے اپنے ایک محدود امکان کو ارادہ کہتے ہیں اور ناکامی یہاں سے شروع ہوتی ہے ---- اگر ارادہ آپ نے کیا ہے تو پھر ذمّہ دار بھی آپ خود ہیں۔ اب آپ ذمّہ داری قبول کر لیں۔ ایسا ہوتا ہے کہ آپ ارادہ کرتے ہیں، کسی چیز کو حاصل کرتے ہیں اور جب وہ حاصل ہو جاتی ہے تو آپ کا ذوق نظر بدل چکا ہوتا ہے۔ اس طرح آپ کا ارادہ خود ہی بدل جاتا ہے اور آپ اپنے حاصل سے آزردہ ہو جاتے ہیں۔ اب آپ اپنے حاصل سے پریشان نہ ہوں۔ اگر آپ لگن میں اور شوق میں سفر کے اندر مر بھی گئے تو بھی آپ کامیاب گنے جاؤ گے۔ جس کی لگن زندہ ہو وہ انسان کبھی ناکام نہیں کہلاتا۔ ناکام وہ کہلاتا ہے جو اپنا ارادہ بدل دے۔ وہ مسافر ناکام ہے جو سفر کی تمنا چھوڑ دے۔ اگر کوئی شخص جو ارادہ رکھتا ہے اور سفر نہیں کر سکتا تو یہ سفر کی ناکامی نہیں ہے بلکہ چانس کی ناکامی ہے۔ سفر کی تمنا اگر دل سے نکل جائے تو ایسا مسافر ناکام کہلائے گا۔ گویا کہ جب تک آپ کے پاس Justified ارادہ نہ ہو، آپ کی کامیابی بھی ناکامی ہے۔ بری بات کا ارادہ چاہے کامیاب ہو جائے وہ تب

بھی برا ہے۔ اچھی بات کا ارادہ چاہے ناکام ہو جائے' تب بھی وہ کامیاب ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے ارادے کا اصل مقصد کیا ہے اور آپ اپنے آپ کو کس کا جواب دہ محسوس کرتے ہیں۔ مثلاً" آپ نے ارادہ کیا کہ میں آسمان سے ستارے توڑ لاؤں گا مگر ناکام ہو گئے تو اب آپ کسی کے جواب دہ نہیں ہیں۔ آپ کا ارادہ اس وقت جواب دہ ہو گا جب آپ کا ارادہ اس کا حکم ہو گا۔ اگر آپ کا ارادہ اس اللہ کا حکم نہیں ہے تو یہ آپ کا از خود ارادہ ہے' آپ کی اپنی Will ہے بلکہ یہ آپ کی طرف سے Wilfully ہے' آپ کی مرضی سے ہے اور آپ جواب دہ دنیا کو ہو جاتے ہیں۔ تو یہاں سے آپ کی غلطی شروع ہو جاتی ہے۔ دنیا کو اس وقت جواب دہ ہونا چاہئے جب دنیا نے آپ کو یہ Dictation دی ہو کہ یہ کام کرو ــــ اگر پیٹ میں درد ہے تو پھر آپ سنگریزے نہ کھانا۔ دنیا آپ کو Dictation نہیں دے گی بلکہ دنیا آپ کو راستہ دے گی Line of least resistance دے گی جیسے دریا سر رگڑتا رگڑتا چل پڑتا ہے اور سمندر کو جاتا ہے۔ تو ایک تو یہ راستہ ہے اور یہ طریقہ ہے۔ آپ ارادہ کر کے چل پڑیں۔ انسان ناکام ہونا یا ناکام کہلانا تب شروع کرتا ہے جب وہ دوسروں کے عمل کو Judge کرتا ہے پھر وہ ناکامی کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ اگر انسان اپنے عمل کو Judge کرے تو پھر ناکامی نہیں ہو گی۔ کامیاب وہی ہے جس کا انجام کامیاب ہو۔ میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں کہ:

پانی بھرن سہیلیاں رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

یعنی سب سہیلیاں پانی بھرنے چلی ہیں مگر کامیاب وہی کہلائے گی جو گھڑا بھر کے گھر واپس آئے۔ وقتی کامیابی بھی کیا کامیابی ہے۔ مثلاً" آپ نے ایک مکان بنایا' اسے کہا کہ یہ میرا گھر ہے' آسودگی ہے' عشرت کدہ ہے' محل ہے' اور شبستانِ آرزو ہے۔ آپ کے اس مکان میں جگمگاہٹ ہوئی' کھانے پکے اور شادیاں ہوئیں۔ سب آپ کو مبارک ہوں۔ پھر آپ کے اس شبستانِ آرزو میں فائنل رخصت کا وقت آ جائے گا۔ جس جگہ آسودگی تھی اب وہیں پر غم پیدا ہو گیا۔ تو آپ نے مبارک لینے سے پہلے یہ نہ سوچا کہ اس مبارک کے بعد افسوس بھی آئے گا۔ یہ اتنا ملا جلا کام ہے کہ ہر ناکامی کے اندر ایک کامیابی ہے اور ہر ایک غم کے اندر ایک خوشی موجود ہے۔ اس لئے آپ کی Approach towards problem ایک سائیڈ کی ہے۔ دوسری طرف سے دیکھیں تو انسان نہ کچھ کھوتا ہے اور نہ پاتا ہے وہ تو صرف آتا ہے اور جاتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم سے آیا اور اس کے حکم سے جاتا ہے:

اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

تو بات کو سمجھنے کا ایک تو یہ طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ناکامی کی بات چھوڑو اور آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہو وہ کر کے جاؤ' عزم کر لو کہ میں یہ کام ضرور کروں گا۔ اگر آپ ناکام ہو گئے اور ناکامی کو تسلیم کر لیا تو پھر یہ ناکامی نہیں ہو گی کیونکہ پہلے عزم پیدا ہوا' پھر اپنی ناکامی سمجھ آ گئی اور سرِ پُر غرور جو ہے وہ بے نیاز ذات کے سامنے جھک گیا -- تو یہ بڑی کامیابی ہے۔ تو اصلی کامیابی کیا ہے؟ وہ جو سرِ پُر غرور تھا' وہ آج خدا کے سامنے جھکا پڑا ہے اور یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے۔ گویا کہ ناکامی ہی کامیابی

بن گئی۔ اس لئے کامیابی یا ناکامی کا نام رکھنا آپ کے بس سے باہر ہے جب تک کہ آپ دیوار کے پرے کے واقعات کو نہ سمجھو۔ اگر ایک بزرگ غریب ہو تو ایک امیر آدمی جو بزرگ نہ ہو' وہ اسے کیا سمجھے گا؟ امیر آدمی اسے ناکام سمجھے گا حالانکہ اس غریب بزرگ کی ناکامی پر اس امیر آدمی کی ہزار کامیابیاں نثار ہیں۔ اسی طرح آپ کے پرانے خیال کے ماں باپ ہی کامیاب ہیں اور آپ ان کی بگڑی ہوئی اولادیں ہیں۔ آپ لوگوں کو ان کے پاس ہی جانا ہے۔ لیکن آپ تو ناکام ہو کر جا رہے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کا حسنِ خیال کامیابی ہے لیکن کامیابی وہ ہے جو اللہ کے ہاں کامیابی ہو --- محبت میں دو انسانوں کے قرب کو کامیابی کہتے ہیں۔ اگر محبت کرنے والے محب سے کہا جائے کہ ایک طرف محبوب ہے اور دوسری طرف سلطنت ہے تو تم بتاؤ کہ تاج قبول کرو گے یا دل کا مہاراج قبول کرو گے۔ وہ آدمی کہے گا کہ میں نے بادشاہت کیا کرنی ہے' مجھے تو محبوب چاہئے۔ تو محبت والا تاج بھی چھوڑ دے گا۔ تو محبت کی دنیا میں کامیابی یہ ہے کہ اسے محبوب مل جائے اور بادشاہت کی دنیا میں وہی شخص ناکام ترین ہے۔ اب آپ دیکھو کہ جو کامیاب آدمی ہے اس کے پیچھے ناکامیوں کا ذخیرہ ہے۔ اور تو اور' آپ پیغمبروں کو دیکھو' موسیٰؑ کو ہی دیکھ لو' بچپن سے ہی گھر نہ ملا بلکہ ساری عمر گھر نہ ملا' طوفانوں سے لڑتے رہے مگر وہ کامیاب ہیں کہ کتاب بھی ہے اور پیغمبر بھی ہیں۔ دنیا کے لحاظ سے کامیابی فرعون کے پاس ہے کہ وہ بادشاہ ہے اور اس کے پاس تاج و تخت ہے لیکن اس کا انجام برا ہے' انجام صرف موسیٰؑ کا اچھا ہے۔ گویا کہ جسے آپ کامیابی کا شعور کہہ رہے ہیں اسی کا نام عذاب ہے --- اب

آپ یہ بتائیں کہ آپ سے پہلے تاریخ میں کیا کوئی ایسا انسان آیا ہے جسے آپ ہمہ حال کامیاب کہہ سکیں۔ آپ سب کہیں گے کہ ہمارے حضور پاک ﷺ۔ تو آپؐ ہماری کامیابی کا معیار ہیں اور Norm ہیں۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اللہ یہ کامیابی دے اور آپ کی زندگی حضور پاک ﷺ کی زندگی کے قریب ہو جائے۔ اگر آپؐ کے ہاں چار وقت کا فاقہ ہے تو تم دو وقت کا فاقہ تو ضرور کرو۔ مگر آپ لوگ بھوک برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے اپنی زندگی اس زندگی کے قریب کرنی ہے تو صفت صفت کے قریب ہو گی تب ہی نتیجہ نتیجے کے قریب ہو گا اور اگر آپ لوگوں نے وہ صفت جدا کر دی تو سب لوگ ناکام ہو گئے۔ حضور پاکؐ کی زندگی تو یہ ہے کہ ایک شام کا وقت ہے اور آپؐ پیوند لگا رہے ہیں کیونکہ آج رات آپؐ نے اللہ کے پاس جانا ہے، معراج شریف کی رات ہے۔ گویا کہ کامیابی عروج کا نام ہے اور لباس کا نام نہیں ہے۔ ہمارے ہاں لباس کامیابی کا نام بن گیا ہے۔ آپ مزید دیکھیں کہ یہاں پر کون کامیاب ہے؟ دنیاوی لحاظ سے روس بڑی کامیاب قوم ہے لیکن آپ کے ایمان کے مقابلے میں روز محشر اس قوم کا کیا انجام ہے؟ وہ لوگ دنیا کی ہزار خدمت کریں لیکن خدا اور دین کے حوالے سے تو ملحد ہیں اور ان کا انجام خدا نے بتا دیا ہے۔ اسی طرح یہودی اچھی قوم ہے، ان کے پاس آسائش ہے، آسانی ہے، پیسے کی فراوانی ہے، رنگ روپ کی بھی کمی نہیں ہے، دماغ کی بھی کمی نہیں ہے، سب کچھ ہے مگر اللہ کے مطابق یہ قوم ظالم ہے اور گمراہ ہے۔ اسی طرح آج کل مسلمانوں میں ابتری ہے، ان میں کوئی خوبی اور کوئی صفت نہیں

ہے اور غریب بھی ہیں' اور یہودی امیر ہے۔ اب آپ کے نزدیک ایمان والا غریب اچھا ہے یا امیر یہودی؟ سب یہی کہیں گے کہ ایمان والا غریب ۔۔ گویا کہ یہ غریبی کامیابی کی دلیل ہے بشرطیکہ تقرب الٰہی ہو۔ تو کامیابی کیا ہے؟ اللہ کا تقرب۔ کامیابی' ارادے کی کامیابی نہیں ہے۔ ارادہ آپ کی اپنی ذات کے ساتھ Commitment ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ عین ممکن ہے تم وہ چیز پسند کرو جو تمہارے لئے نقصان دہ ہو اور وہ چیز پسند نہ کرو جو تمہارے لئے فائدہ مند ہو۔ اس لئے اگر ارادہ آپ نے کیا تو کامیابی کا فیصلہ بھی آپ ہی کریں گے۔ اس لئے آپ یہ دیکھو کہ زندگی چار دن کا میلہ ہے اور آپ اس کو اللہ کے حوالے سے طے کر لو۔ کہیں ایسے ارادے نہ کر لینا کہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے۔ اکثر اوقات انسان اپنے راستے میں خود دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ جاگنے والا سو جائے اور سونے والا جاگ جائے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ سونے والا جاگنے والے کے برابر ہو جائے۔ ایک وقت تھا کہ آپ کے لئے اچھی صحت کا ثبوت جاگنا تھا اور اب اچھی صحت یہ ہے کہ آپ کو نیند مل جائے۔ اسی طرح ایک اچھا وقت تھا جب معدہ آسودہ تھا اور اب معدہ خوراک سے بچنا چاہتا ہے۔ تو اب سارے واقعات الٹ ہو گئے ہیں۔ گویا کہ کامیابی بدلنے والے معیار کا نام ہے اور یہ معیار ہر دور میں بدلتا رہتا ہے۔ پہلے آپ کو ایک چیز معلوم ہوتی ہے کہ یہ کامیابی ہے' لیکن جب اس سے اگلی چیز معلوم ہوتی ہے تو پھر کہتے ہیں کہ اب صحیح پتہ چلا ہے۔ پہلے انسان بچپن کو کامیاب سمجھتا ہے' پھر سکول لائف کو کامیاب سمجھتا ہے مگر آگے جا کر احساس ہوتا ہے کہ ابھی

تو بہت سی زندگی پڑی ہوئی ہے حتیٰ کہ زندگی سے رخصتی کا وقت آ جاتا ہے اور انسان کہتا ہے کہ رخصتی کامیاب ہونی چاہیئے۔ تو اصل کامیابی کیا ہے؟ اچھی طرح رخصت ہونا۔ کامیابی یہاں پر آمد نہیں ہے۔ تو اب سوال یہاں پہنچا کہ جب انسان ارادہ باندھتا ہے تو پھر عمل پیدا ہوتا ہے اور انسان سوچتا ہے کہ ہم اپنے عمل کے کس حد تک ذمہ دار ہیں اور کس حد تک ارادہ جو ہے وہ عمل کو پیدا کرتا ہے اور اس کامیابی کی دنیا میں ناکامی کیا ہوتی ہے؟ دنیا میں کوئی ناکامی نہیں ہے۔ ناکامی آپ کی ناکامی تسلیم کرنے کا نام ہے۔ اگر آپ انسانوں کو Answerable ہو تو انسانوں کو حکم کہو اور انہیں ارادہ نہ کہو ورنہ انسان ناکام نہیں ہوتا۔ ناکام تب ہوتا ہے جب انسان کی کسی دوسرے کے ساتھ Commitment ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے یہ Commitment اور ارادہ کیا اور یوں ناکام ہوا۔ اس طرح آپ کے ارادے کی غلطی آپ کے سامنے آ جائے گی۔ انسان ناکام نہیں ہوتا بلکہ اسے پتہ چلتا ہے کہ فلاں مقام پر میں نے غلطی کی ہے' Fault کر گیا۔ اگر غلطی کی سمجھ آ جائے تو یہ تو بڑی کامیابی ہے۔ عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا اور شادی کر لی۔ ارادہ بھی صحیح تھا اور عمل بھی صحیح ہے لیکن نتیجہ غلط نکلا۔ بات یہ ہے کہ نتیجہ قبول کرنے کا آپ کے پاس حوصلہ نہیں ہے۔ آپ پہلے دن سے ہی ناکام تھے۔ چھوٹا دماغ جب فیصلہ کرتا ہے تو جسے کامیابی کہتا ہے' وہ بھی ناکامی ہے مثلاً" آپ نے کسی کے ساتھ Commitment کر لی کہ ہم دوست ہیں اور کچھ عرصہ بعد آپ نے دیکھا کہ اس کے اندر کچھ صفات غلط نکل آئیں تو بے شک غلط ہوں مگر آپ اسے دوست کہہ چکے

ہیں اور آپ کا اس کی ذات کے ساتھ تعلق ہے۔ اس کے ساتھ یہ وعدہ نہیں ہوا تھا کہ اگر تم اچھے رہو گے تو ہم تمہارے ساتھ اچھے رہیں گے۔ تو گویا کہ انسان وہاں بھی ناکام نہیں ہوتا۔ ناکام کب ہوتا ہے؟ جب دنیا کو Answerable ہو۔ مثلاً" لوگوں کو دکھانا چاہیئے کہ میں نے یہ مکان بنایا ہے تو دنیا کہے گی یہ کوئی چیز ہے جو تم نے بنائی ہے۔ اگر شادی بڑی دھوم دھام سے کی ہے تو لوگ کہیں گے کہ یہ کیا شادی ہے۔ تو آپ یہ خیال ضرور رکھو کہ جو شخص آپ کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتا ہے، وہ بھی کسی کا منظور نظر ہو سکتا ہے۔ اس لیے آپ سنبھلو اور اگر اللہ کی طرف چلو تو کوئی ناکامی نہیں ہے اور اگر اپنی طرف چلو تو یہ آپ کا اپنا ارادہ ہو گا اور پھر ناکامی ہوگی۔ اب اس Life میں نہ کوئی انعام ہے، نہ سزا ہے، نہ کامیابی ہے اور نہ کوئی ناکامی ہے، حرف وجوہات کے نتائج ہیں۔ اگر اس دماغ سے چلو تو صرف نتائج ہیں جن کو Consequences کہتے ہیں اور اگر اللہ کی طرف سے چلو تو نہ آپ کا عمل ہے اور نہ آپ کا نتیجہ، نہ آپ کی نیّت ہے اور نہ ہی آپ ذمّہ دار ہوں گے۔ پھر آپ کہیں گے کہ یا اللہ تیری دنیا ہے، تیرا عمل ہے، تیرے امکانات ہیں، تو نے بھیجا ہے، بازار بھی تیرے ہیں، خریدار بھی تیرے ہیں، سودے بھی تیرے ہیں اور سب کچھ تیرا ہے۔ اس طرح آپ سمجھیں کہ آپ بچ گئے۔

سوال :

کیا انسان کسی قسم کی Passive Existence کے لیئے آیا ہے اور اس کے اندر اس کا اپنا کوئی دخل نہیں؟

جواب :

نہیں' انسان کا بڑا دخل ہے۔ غالب نے کہا ہے کہ ۔

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم ان کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

اس شعر کو کہنے والا شعر کی دُنیا کا بادشاہ ہے۔ یہ جس کو آپ Passive existence کہہ رہے ہیں' یہ بیان کرنے والے پیغمبر بھی ہوئے جو اس کے ارادے پر چلنے والے تھے۔ پیغمبر اتنا سادہ عمل فرماتے ہیں کہ آنے والے بڑے Advanced اور سائینٹیفک ٹیکنیک والے زمانے کے آپ جیسے لوگ بھی آج ان کا کلمہ پڑھتے جا رہے ہیں۔ پیغمبرؐ آج سے چودہ سو سال پہلے کی دنیا میں رہنے والے' اور آج کا انسان کلمہ پڑھتا جارہا ہے۔ یہ ہے کمال کی بات! آپؐ کی زبان سے نکلا ہوا لفظ' چودہ سو سال پرانی تہذیب کا ہے مگر یا تو قرآن ہے یا پھر حدیث ہے۔ لوگوں نے یہ زندگی بیان کی ہے' وہ سارے کے سارے Great ہوئے۔ راز یہ ہے کہ پہلے آپ اللہ سے دوستی کرلو۔ پھر آپ اللہ سے مل کر ایک ارادہ بناؤ' پھر وہ حکم کردے گا کہ یہ کرلو۔ آپ اسے اپنا ارادہ کہو گے' کامیابی تک لے جائے' تب فضل ہوگا اور ناکامی تک لے جائے' تب بھی فضل ہو گا۔ مثلاً" کربلا کا میدان آپ دیکھیں' اس میں کامیاب کون تھا؟ فاتح پارٹی ہی کامیاب ہوتی ہے لیکن یہاں اور طرح کی کامیابی پیدا ہو گئی بلکہ عجیب طرح کی کامیابی پیدا ہوگئی۔ تو یہ کامیابیاں اور طرح کی ہیں۔ اگر آپ اللہ کے ساتھ بحث کرنی چھوڑ دو اور آپ مان لو کہ میرے ذہن میں جو سکیم آئے گی' یہ ذہن تو میرے ساتھ Trick کر جائے گا' دھوکا کر جائے گا' یہ

ذہن تو اس کا بنایا ہوا ہے' میرا نہیں اور ایک دن Misguide ہو جائے گا۔ ذہن تو اس نے بنایا ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ اس ذہن کا کیا استعمال ہو سکتا ہے۔ تو اسی سے مدد مانگو جس نے مشین بنائی ہے' وہی بتا سکتا ہے کہ یہ کیسے Manipulate ہو گی۔ آپ کو تو سمجھ نہیں آئے گی' جب بھی کچھ کرو گے آپ کا دماغ الٹا ہی کرے گا' جب بھی دیکھو غلطی ہی کرے گا۔ لہٰذا آپ مشین ساز ادارے کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ یہ مشین کیسے کام کرتی ہے' اس مالک سے پوچھو کہ میرا دل تو مجھے بڑا ہی پریشان کرتا ہے' ہر بار ہی بیٹھ جاتا ہے' ہر بار ہی کوئی تماشہ کرتا رہتا ہے' یہ کیسے تقویت میں آئے گا؟ وہ بتائے گا کہ یوں یہ بات کرو' پسند کرنے کا یہ طریقہ ہے اور ساتھ دینے کا وہ طریقہ ہے' ہر پسند کا ساتھ نہیں دیتے اور بعض اوقات ساتھ دینے والی چیز پسند بھی نہیں ہوتی۔ آپ اس مشین کو اس کے حوالے سے سمجھیں گے تو پھر بات اور طرح سے سمجھ آئے گی۔ اللہ کو یہ نہ کہنا کہ میں ناکام ہو گیا' میرا کیا قصور ہے؟ یہ تو بحث والی بات ہے۔

سوال :

اللہ سے دوستی کا کیا طریقہ ہے؟

جواب :

اللہ سے دوستی یہ ہے کہ آپ کامیابیوں کو اس کی رضا کے قریب رکھو۔ اللہ نے اپنی پسند بھی بیان کردی ہے اور ناپسند بھی بیان کر دی ہے کہ یہ "عدو اللہ" ہے یعنی کہ یہ میرا دشمن ہے' یہ میرا گھر ہے "بیت اللہ" یہ میرا رنگ ہے "صبغت اللہ" یہ میرا چہرہ ہے "وجہ اللہ"۔

راز سارے اس نے بتا دئے ہیں۔ اب آپ اپنی زندگی کو اس کے قریب رکھو اور اسی فارمولے کے مطابق چلو۔ اب اگر آپ اپنی زندگی اس کے اندر رکھو گے تو آپ کو مسئلہ سمجھ آجائے گا۔ آپکے خیال میں جو لوگ اللہ کے مقرب ہو کر گزرے ہیں' ان کی زندگی کو نمونہ بنا لو۔ اللہ سے دوستی کرنی ہے تو اس کے دوستوں سے دوستی کر لو' اس کے دیکھنے والے کو دیکھو تو سمجھو کہ وہ دیکھا گیا۔ دوستی کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ ان لوگوں سے ملو جو اللہ کے دوست ہیں۔ یہ نہ ہو کہ

● عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

کہ ہمارے پاس زندگی گزارنے کا طریقہ West سے آیا ہوا ہو اور عاقبت ہم East کی ڈھونڈ رہے ہوں۔ اس لیے یہ بات کہنا ضروری ہے۔ یا پھر یہ کہو کہ یا اللہ ہمیں یہاں کی کامیابی دے دے' آگے کی ناکامی کا دیکھا جائے گا کیونکہ ہمیں پرواہ نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کوئی بھی یہ کہنا Afford نہیں کرسکتا۔ ابھی آپ راستے میں ہو اور سوچ رہے ہو کہ یہاں ہنسائی نہ ہو جائے اور آگے جو ہو گا وہ دیکھا جائے گا۔ جس طرح آپ عاقبت میں اور آخرت میں ہونا چاہتے ہیں وہ یہاں ہو جائیں۔ آپ کی عاقبت کن لوگوں کے ساتھ ہونی چاہئے؟ ان لوگوں کے ساتھ یہاں بھی رہو۔ اس کا ساتھ ہرگز نہ دو' آپ کے خیال میں جس کی عاقبت خراب ہے۔ اس طرح اللہ سے دوستی شروع ہو جائے گی۔

سوال:

آپ نے فرمایا کہ اللہ سے دوستی کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے

دوستوں سے دوستی کرلی جائے' تو ہماری نظر میں' ہمارے دور میں' ہمارے زمان و مکان میں ہمیں تو آپ اللہ کے دوست نظر آتے ہیں اور آپ اتنے کم آمیز ہیں کہ Generally آپ سے دوستی لگانا مشکل ہے!

جواب :

کم آمیز ہونے کی بات نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ نے کیا Find کیا ہے اور کیا Findout نہیں کیا۔ ہم آپ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ دوستی لگانے کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کی پسند کا کوئی عمل اپنی زندگی میں رائج کرکے اس کو راضی کرو۔ آپ تو یہ کہتے ہیں کہ کبھی دن کے وقت مل جائیں تو' پھر ہم آپ کو راضی کرکے دکھاتے ہیں۔ تو آپ کوئی عمل ایسا کر جائیں کہ آپ کی بات پسند آجائے۔ اس طرح دوستی قائم ہوسکتی ہے۔

سوال :

سر! آپ کو کیا پسند ہے؟

جواب :

مجھے وہ شخص بہت پسند ہے جو کسی شے کا کسی شے کے سامنے گلہ نہیں کرتا ہے۔ جس کی زبان پر گلہ نہیں آیا وہ مجھے بہت پسند ہے۔ جو بیوی خاوند کے لیے "ستار العیوب" ہے' مجھے وہ پسند ہے۔ جو خاوند بیوی کا پردہ رکھنے والا ہے' مجھے وہ پسند ہے۔ جو اپنی چاہت کے نہ حاصل ہونے کے باوجود صبر کرتا ہے' مجھے وہ آدمی پسند ہے۔ جو نالائق بیوی کے ساتھ اپنی دانائی کا ثبوت دیتے ہوئے گزارہ کرتا ہے' مجھے وہ آدمی پسند ہے۔ جو بیوی رکھتے ہوئے دوسری بیوی کی تمنا رکھتا ہے' اس کے واسطے

بڑا خطرہ ہے۔ میری پسند تو بڑی آسان ہے۔ میری پسند اب واضح طور پر سامنے آ گئی ہے۔ آپ سارے ایک کام کرو کہ آپ لوگ گلہ چھوڑ دو اور دوسروں کو Judge کرنا چھوڑ دو۔ Judgement صرف اپنے بارے میں دو۔ اس نے کیا کیا اور اس نے کیا نہ کیا' یہ تنقید اور تائید چھوڑ دو۔ چلو کچھ عرصہ ہی کے لیے چھوڑ دو۔ یہ وعدہ کرلو تو یہ بات مجھے بہت پسند ہے۔ یہ تو بیان کی حد تک کی بات ہے اور جب آپ اس شعبے میں سفر کرو تو خود بخود سمجھ آتی جائے گی کہ کسی کی پسند کیا ہوتی ہے اور ناپسند کیا ہوتی ہے اس لیے کوئی شخص اگر اپنی ایک پسندیدہ صفت بیان کرے تو وہ کبھی گروہ سے یا اجتماع سے خطاب نہیں کر سکتا کیونکہ ہر انسان سے اس کے مطابق بات ہو گی۔ جو شخص ایک اجتماع سے مخاطب ہو اس کے پاس ایسی بات ہونی چاہیئے کہ وہ ہر ایک سے مخاطب ہو سکے۔ ایک شخص کے اندر موجود صفت کے مطابق وہ بات اور واقعہ میرے پاس ہے۔ مثلاً" میں آپ کو اور آپ کے ساتھی کو بیک وقت راضی رکھ سکتا ہوں' آپ شاید راضی نہ رکھ سکیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ دونوں میں صداقت ہے اور رفاقت ہے لیکن اکثر اوقات آپ دونوں ایک دوسرے کی سمجھ سے باہر ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ لوگ اپنے ساتھی کو راضی رکھو۔ ایک کام ضرور کرو' آپ اللہ پر راضی ہونا شروع کردو اور اس زندگی گلہ نکال دو۔ یہ چھوٹا سا کام ہے اور آپ ضرور کرو۔ پھر آپ کی زندگی میں نیا شعبہ پیدا ہو جائے گا۔

سوال :

اگر میں کسی کا گلہ چھوڑدوں تو آپ کو کیسے پتہ چلے گا کہ میں نے

گِلہ چھوڑ دیا اور آپ مجھ پر کیسے راضی ہو جائیں گے؟

جواب:

میں اس لیئے راضی ہوجاؤں گا کہ آپ کے اندر یہ صفت چھوڑنے سے فوری طور پر ایک اور صفت پیدا ہوجائے گی جو میری پسند کی ہے اور چمک ہے' میں اس کو فوراً" پہچان لوں گا کیونکہ وہ ایک ایسی چیز بن جائے گی جس چیز کے لیئے فوری طور پر آپ کو کچھ دینا لازم ہو جاتا ہے مثلاً" کوئی بندہ اگر ناواقف ہو اور شکل سے مظلوم لگے تو آپ اس کے پاس کھڑے ہوکے پوچھیں گے کہ بھئی کیا خدمت کریں تیری۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ناواقف تھا اور شکل سے معصوم لگا تو آپ کہیں گے بھئی میرے لیئے دعا کرو۔ وہ ناواقف کا ناواقف رہا لیکن آپ کا کام کر گیا۔ تو اسی طرح پتہ چل جاتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے۔

ایک بچہ مار پڑنے پر روتا تھا۔ ایک دن باپ نے اسے بہت مارا' لیکن بچہ رویا نہیں۔ باپ نے اسے مارنا بند کر دیا اور کہا کہ بیٹے یہ لو مکان کی چابی کیونکہ اب تو بڑا ہو گیا ہے۔ تو بچے نے جب رونے کا عمل ترک کر دیا تو فوراً" اس کا مزاج بدل گیا۔ گویا کہ ہر آدمی کا پتہ چل جاتا ہے کہ اس آدمی کے اندر کیا صفت پیدا ہو گئی۔ اور یہ صفت Receive کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو مانگتے نہیں ہیں مگر انہیں دینے کو آپ کا ہاتھ خود بخود جیب میں چلا جاتا ہے۔ تو ایسا شخص بغیر سوال کے بھی سائل ہوتا ہے۔ تو ایسے سائل کا پتہ چلتا ہے اور ضرور پتہ چلتا ہے' ہزار بار پتہ چل جاتا ہے کہ یہ جھگڑالو آدمی ہے' یہ بے وقوف انسان ہے' یہ دانا انسان ہے' یہ زیرک

ہے' یہ چالاک ہے' مکار ہے اور اس کے چہرے کے اوپر سب لکھا ہوا ہے کہ اس میں ظاہر باطن کا فرق ہے اور یہ مجرم ہے ——— تو ہر کسی کا پتہ چل جاتا ہے۔ سب کا پتہ چلتا ہے۔ پتہ ضرور چل جاتا ہے۔

سوال :

مگر سر! آدمی دھوکا بھی تو کھا سکتا ہے!

جواب :

آدمی دھوکا کھائے اور ہزار بار کھائے کیونکہ دھوکا کھانا ہی تو دانائی ہے۔ اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے سوچا کہ کمرے میں شیر ہو گا لیکن میں وہاں گیا تو بلی تھی' اب آپ ہی بتاؤ کہ کیا یہ دھوکا ہے؟ یہ دھوکا نہیں بلکہ آپ کو حقیقت مل گئی۔ اگر بلی کی بجائے کبوتر نکل آیا تو سمجھو کہ آپ کو حقیقت مل گئی۔ واہمہ دور ہو گیا تو سمجھو کہ حقیقت مل گئی۔ جب حقیقت مل گئی تو آپ کا تصور ختم ہو گیا اور حقیقت آپ کے پاس آ گئی۔ اگر کوئی کہے کہ "میں نے سوچا تو تھا مگر یوں تو نہیں سوچا تھا" سمجھو کہ اب نئی سوچ پیدا ہو گئی۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ "میں نے دیکھا تھا مگر یوں تو نہیں دیکھا تھا" سمجھو کہ اب نیا دیکھنا پیدا ہو گیا۔ اس طرح آپ Improvement کرتے ہیں اور یہی Improvement کا طریقہ ہے دانائی آپ کو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب آپ اپنی نادانی کا تدارک کر لیتے ہیں۔ جب انسان یہ کہے کہ "میری غلطی تھی" تو سمجھو کہ وہ بڑا دانا ہو گیا جو یہ کہے کہ "میں معافی چاہتا ہوں' میں آپ کو غلط سمجھا تھا"۔ اب یہ شخص سیانا ہو گیا۔ "یہ بات بالکل ہی غلط تھی"۔ اب یہ شخص ذرا Frank ہو گیا۔ جب کوئی یہ کہتا ہے کہ "میں کسی قابل

نہیں ہوں" تو اصل میں وہ کچھ قابل ہونے لگا ہے۔ جب یہ کہے کہ "ہم کس شمار میں ہیں اور اللہ کی مخلوق میں ہمارا کیا مقام ہے" تو وہ شخص دینی طور پر آگے آ گیا۔ اگر یہ کہے کہ "سگِ تو' بندہ تو"۔ تو وہ اور مقام پر آ گیا۔ جب یہ کہے کہ "سگِ کوئے شیر یزدانم" تو وہ خود کو سگ کہہ کے شیر یزداں تک جا پہنچا۔ جب یہ کہے کہ "حیدریم قلندرم مستم" تو وہ قلندر ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی Improvement ہوتی ہی انہی باتوں سے ہے' یہ ناکامیاں نہیں ہیں بلکہ عروج ہے۔ تو عروج کا طریقہ یہ ہے کہ پہلا دوست ملا تو تجربہ ملا۔ دوسرا دوست ملا تو پھر تجربہ ملا۔ تیسرا دوست ملا تو تھوڑی سی استقامت ملی۔ چوتھا دوست ملا تو پھر Trial and error ہوا پانچواں دوست ملا تو وہ زندگی میں بھی اپنا ہے اور زندگی کے بعد بھی اپنا رہے گا۔ تو یہی Trial ہے اور اسی طرح Improvement ہوتی ہے۔ اس میں دھوکا کھانے کی کوئی بات نہیں بلکہ اس طرح آدمی سیکھتا ہے اور کچھ حاصل کرتا ہے۔

سوال :

اگر برداشت ایک حد سے بڑھتی چلی جائے تو بے غیرتی بن جاتی ہے.....

جواب :

یہ صرف فقرہ ہی ہے۔ اس حد سے آگے برداشت ہو ہی نہیں سکتی جس کو آپ بے غیرتی کہہ رہے ہو۔ غیرت اور بے غیرتی ایسے الفاظ ہیں جن کے ذریعے آپ دوسرے کو اپنی ذات تک Involve کرتے ہیں جب انسان اپنی ذات میں غیرت والا ہو تو غیرت کی حد سے آگے اگر واقعہ

ہو گا تو یا تو وہ مجذوب ہو جاتا ہے یا پھر مرجاتا ہے' انسان بے غیرت نہیں ہو سکتا۔ ہم لوگوں کو بے غیرت کہتے ہیں مگر کوئی شخص بے غیرت نہیں ہوتا۔ جو بے غیرت نظر آ رہا ہوتا ہے اصل میں اس کی غیرت ہی کوئی نہیں ہوتی۔ ایک آدمی اگر اپنی بہو بیٹیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتا ہے اس میں غیرت تو نہیں ہے۔ اب آپ اس کو بلاوجہ غیرت دلا رہے ہیں جبکہ اسے تو غیرت کا پتہ نہیں ہے۔ غیرت مند انسان جو ہے وہ اپنی غیرت کی حد تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتا ہے۔ غیرت دوسرا شخص دلاتا ہے اور دوسرا جب غیرت دلاتا ہے تو یہ اس شخص کا حکم بن جاتا ہے اور وہ غیرت نہیں ہوتی۔ اس طرح لوگ دوسروں کے کہنے پر جوش میں آ کر قتل کر دیتے ہیں حالانکہ انہیں غیرت کی سمجھ نہیں ہوتی غیرت کے پیمانے مختلف لوگوں کے لیے مختلف ہوتے ہیں۔ ایک ملک میں بہو کی کمائی کھانا بے غیرتی ہے اور دوسرے ملک میں جائز ہے۔ اسی طرح بیوی کی کمائی کھانا حرام گنا جاتا ہے لیکن اس کی تنخواہ کا استقبال کیا جاتا ہے۔ تو یہ غیرت اور بے غیرتی کے مضمون ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آج کل بچے ماڈرن ہو گئے اور بڑی شوخیاں کرتے ہیں اور یہ بڑی بے غیرتی ہے اور کچھ لوگ کہیں گے کہ ہم کیا کہیں یہ بچے ہیں اور کھیل کود رہے ہیں۔ آج کل ماں باپ منہ چھپاتے پھر رہے ہیں کہ بچے غیرت کے مضمون سے آزاد ہو گئے ہیں۔ تو یہ ساری Relative بات ہے۔ غیرت ہم اس بات کو کہیں گے جو آپ سے برداشت نہ ہو۔

سوال :

سر! پھر برداشت اور صبر کیا لفظ ہیں اور اگر سارے لفظ

Relative ہیں تو پھر بات کہاں جا کے ٹھہرے گی۔

جواب :

ہر چیز Relative ہی ہے بلکہ جو God کا' خدا تصور ہے وہ Relative ہے۔ اگر سو آدمی سجدہ کرنے والے ہوں تو سارے ساجد نہیں گنے جاتے۔ آپ ذاتی طور پر ایک اکائی ہیں۔ آپ کا خدا آپ کا مسجود ہے اور ایک اور شخص جو سجدہ کر رہا ہے وہ دھوکا باز بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کے سجدے کو آپ خدا کا سجدہ نہ کہنا۔

سوال :

ہم دوسروں کو Judge ہی تو کر رہے ہیں؟

جواب :

میں تو منع کر رہا ہوں کہ دوسروں کو Judge نہ کرو' ان کو اپنے معیار سے نہ جانچو۔ میں منع کر رہا ہوں اور آپ نے تو فیصلہ ہی کر دیا۔ دوسروں کو Judge کرنے کی بجائے اپنے آپ کو دیکھو۔ کیا آپ نے سجدہ کیا؟ کیا آپ اللہ کے حکم پر راضی ہوئے؟ کیا آپ نے اللہ کے کہنے پر اپنی اصلاح کی؟ کیا آپ اور اللہ ایک طرف ہی جا رہے ہیں؟ کیا آپ اور اللہ دونوں ساتھ ساتھ ہی چلے جا رہے ہو۔ کبھی آپ کی بات وہ مانتا ہے اور کبھی اس کی بات آپ مانتے ہو۔ یہ آپ کا اللہ سے تعلق ہے کہ آپ اس سے بات کر لیتے ہو۔ اگر آپ اللہ کو اب Answerable ہو' جواب دہ ہو تو آپ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اب آپ کو اور کیا چاہئے۔

سوال :

کیا میں اور میرا خدا' میرا ذاتی مسئلہ ہے؟

جواب :

آپ کے ساتھ خدا کا مسئلہ تو ذاتی ہے لیکن خدا نے اور کائنات نے آپ کو ایک صفت کے ذریعے Project کرنا ہے اور وہ ہو رہا ہے۔ آپ یہ نہ کہنا کہ آپ اللہ کے کارخانے کو ٹھیک کرنے لگے ہیں۔ ٹھیک کرنے کی صفت بھی اللہ دے گا ورنہ آپ نے خود کچھ کیا تو یہ ہلاکت ہے۔ He has made you in that way یعنی اس نے آپ کو ایسا بنایا ہے۔ مثلاً" ایک آدمی ہے، وہ کچھ کرنا چاہتا ہے مگر تاریخ میں آنے والے لوگوں کی صورتیں کچھ اور ہوتی ہیں اور جس کی وہ صورت نہ ہو، اس کا تاریخ کے عمل میں داخل ہونا فضول ہے۔ اب آپ اپنے اللہ سے پوچھو کہ یا اللہ میرے اندر کیا صفات ہیں۔ اس طرح آپ اپنی صفت Determine کریں گے، معلوم کریں۔ جب اللہ آپ کو زمانے میں Project کرے، ظاہر کرے تو آپ زمانے میں آ جائیں اور اگر تنہائی میں لے جائے تو آپ تنہائی میں چلے جائیں؟

سوال :

تو کیا اللہ تعالیٰ اس طرح سے بتاتا ہے؟

جواب :

ہاں! وہ بالکل بتاتا ہے بلکہ آپ کے سارے قواء بتاتے ہیں، سارے جوارح بتاتے ہیں اور آپ کی نگاہ بتاتی ہے کہ یہ سارا نظارہ اللہ کا ہے۔ آپ کا ذہن بتاتا ہے کہ عروج فکر کیا ہے۔ آپ کا دل بتاتا ہے کہ محبت نامہ کیا ہے۔ اللہ، پہچان کی سرحد کا نام ہے۔ پھر آپ اپنی ذات کی Domain اور سرحد تک جائیں تو اللہ کی سمجھ آ جائے گی۔ وہ اس

طرح بتاتا ہے۔ پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ اگر گھوڑا ہے تو گھاس کھائے' گدھا ہے تو دولتیاں مارے اور اگر شیر ہے تو گرج لگائے یعنی کوئی جو کچھ ہے وہ اپنا وہ کام کرے اور وہ جو کچھ نہیں ہے' وہ ہرگز نہ کرے کیونکہ یہ اس کی صفت نہیں ہے۔ اگر ایک آدمی Serious ہے' سنجیدہ ہے تو سنجیدہ بات کرے گا اور Non-serious یعنی غیر سنجیدہ ہے تو Non serious بات کرے گا۔ تو جو مسخرہ ہے وہ مسخرہ ہو گا اور جو شاعر ہے وہ شاعر ہو گا' خاموش رہنے والا خاموش رہے اور بولنے والا بولتا چلا جائے گا۔ اس طرح سب کا پتہ چل جاتا ہے اور یہ اللہ بتاتا ہے۔

سوال :

ہم سے وہ کیسے بات کرے گا؟

جواب :

آپ نے ابھی تک لوگوں کا مشاہدہ کیا ہے اور اب اپنا مشاہدہ کرو۔ اب آپ اپنے آپ کو تھوڑا سا وقت دیں تو سمجھ آئے گی۔ آپ اپنی زندگی لوگوں کے لئے ضائع کرتے جا رہے ہیں' اب تھوڑی سی زندگی اپنے آپ کو بھی دیں۔ چار دن اکیلے بیٹھو اور اپنے آپ کے ساتھ بات کر کے دیکھیں۔ پھر آپ اپنے باطن سے کہیں گے کہ نہ تو نے مجھ سے بات کی اور نہ میں نے تجھ سے بات کی' اب وقت آگیا ہے کہ آپس میں بات ہی کر لی جائے۔ تو سب کے ساتھ تو آپ بات کرتے ہیں لیکن اپنے ساتھ آپ بات ہی نہیں کرتے اور اس کا آپ کو ابھی تک ٹائم نہیں ملا۔ کبھی یہ کر کے دیکھیں۔

سوال :

میں خود سے جب مخاطب ہوتا ہوں تو خود کو کوستا رہتا ہوں؟

جواب :

آپ خود پر تنقید کی بجائے اپنے Self کی اصلاح کر کے آگے نکلیں اور عمل میں داخل ہو جائیں۔ پھر ندامت کیا ہے اور شرمندگی کیا ہے؟ ندامت کو چھوڑو' یہ کام کرنے والا نہیں ہے' اب کوئی نیا کام کرو۔

سوال :

ہم اپنی اصلاح کیسے کریں اور پھر دوسروں کی اصلاح کیسے کریں؟

جواب :

آپ لگاتار اور مسلسل عمل کا نام ہیں۔ زندگی ایک مسلسل عمل ہے اور آپ چلتے جا رہے ہیں' یہاں سے ہی Amendment ہو گی' یہاں سے ہی اصلاح ہو گی اور اصلاح کے بعد اب آپ آگے چلیں۔ اچھا عمل وہی ہے جو آپ کا ساتھ دے۔ اچھا عمل یہ ہے کہ اپنا جسم ساتھ دے اور اپنے قواء ساتھ دیں۔ آپ وہ عمل نہ کرنا جو دوسروں کے کہنے پر ہو' ورنہ آپ پریشان ہو جائیں گے۔ آپ لوگوں کو اداس کہانیاں نہ سنانا کیونکہ یہ جھوٹ ہوتا ہے اور یہ لوگوں سے ہمدردی Receive کرنے کے لیئے ہوتا ہے۔ لوگوں سے اپنے بارے میں باتیں کر کے انہیں مشکل میں نہ ڈالنا۔ You are either answerable to yourself or Allah! یعنی آپ صرف اپنی ذات اور اپنے اللہ کو جواب دہ ہیں۔ تیسرے کو Answer کرنا چھوڑ دو' جواب دہی چھوڑ دو۔

اپنی فکر کرو۔

دوسروں پر تنقید کرنا بہت آسان ہے مثلاً" یہ تصویر اگر یوں بن جاتی تو کیا تھا' اس کا حل یہ ہے کہ آپ مقابلے کی ایک اور تصویر بنائیں' پھر بات بنتی ہے۔ جو زندگی آپ نے خود بنائی ہے' کیا آپ ذاتی طور پر اس سے خوش ہیں؟ چھوٹا سا سوال ہے اور اس کا آپ کو جواب دینا ہے۔ ابھی آپ راستے میں ہیں' جب آپ منزل پہ ہوں گے تو دیکھا جائے گا پھر آپ دوسروں کی اصلاح کرنا۔

سوال :

اپنی ذات سے بھی گلہ ختم کر دینا چاہیئے؟

جواب :

آپ اپنے آپ کو "اللہ" کے حوالے کریں' اللہ غائب نہیں ہوتا' آج بھی آپ اس کے حوالے ہیں' کل بھی اس کے حوالے ہوں گے' اس لیۓ آپ اللہ کے حوالے سے چلتے چلے جاؤ۔ کہیں نہ کہیں منزل آ جائۓ گی۔ اپنی زندگی خود بنانے والا گلہ کرے گا' اصلاح کرے گا' سائل بنے گا' اس سے پوچھے گا' اور کہیں نہ کہیں چھوٹا سا مکان بنا کے رخصت ہو جائۓ گا۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ پہلے خوشیاں آئیں گی' پھر اسی مکان میں غم آئۓ گا۔ انسان کو چاہیۓ کہ وہ برداشت کرے اور اللہ کی طرف چلتا جائۓ۔ ہر آدمی کو عزم کی زندگی راس نہیں آتی۔ عزم کا علم تو ہر کسی کو آ سکتا ہے کہ Ambition کیا ہے' Ambition کا مطلب یہ ہے کہ ہم زمین پہ یہ کر دیں گے اور آسمان ہلا دیں گے مگر آپ زمین پر سونے والے ہیں اور زمین پر سونا ہی اچھی بات

ہے۔ آسمان ہلانے والے جو ہیں وہ اور طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان کی بناوٹ اور طرح کی ہوتی ہے' ان کا آئین' آئینِ وجود'اور طرح کا ہوتا ہے یعنی ان کا Constitution اور طرح کا ہوتا ہے۔ وہ آدمی لینا اور طرح سے جانتے ہیں۔اور کسی کو دینا اور طرح سے جانتے ہیں۔ اپنی زندگی کا بنانا اور چیز ہے اور اپنے ساتھی کی زندگی کا بنانا اور چیز ہے۔ آدھی سے زیادہ ناکامیاں یہاں گھر پر ہی ہوتی ہیں۔ میاں اور بیوی دونوں صرف اپنی اپنی زندگی بنانا چاہتے ہیں۔ ایک نے دوسرے کو غلام رکھا ہوا ہے کہ یہ میری زندگی بنائے۔ اگر آپ اپنے ساتھی کی زندگی بنانا شروع کر دیں تو دونوں کی زندگی بن جائے گی۔ اس لیئے اگر آپ دوسروں پر تنقید کرتے ہیں تو کریں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اپنا مقصدِ حیات کسی کے کہنے پر نہ چننا۔ اگر آپ نے خود چنا ہے تو ذمہ داری آپ خود قبول کریں۔ اسی طرح شادی کسی کے کہنے پر نہ کرنا اور اگر کر لی ہے تو اب اسے آباد رکھو۔ ورنہ زندگی کبھی کامیاب ہی نہیں ہو گی۔ یہ کون سی بہادری ہے کہ شادی توڑ دی جائے۔ اگر شادی توڑ دو گے تو بچوں میں وہ مسائل پیدا ہوں گے جو آپ کی سمجھ سے باہر ہوں گے۔ اگر کسی نے باپ کی زندگی میں اولاد کو یتیم کرنا ہو تو بے شک اور شادی کر لے۔ اس لئے اپنے آپ کو خوش رکھو۔ ہم لوگ لاعلم زمانوں میں مقصد بناتے ہیں اور جب علم آتا ہے تو کہتے ہیں کہ میں کتنا بے وقوف تھا کہ میں نے اس کو مقصدِ حیات بنایا تھا۔ مثلاً" کسی نے نیا مکان بنایا' بڑا خوش ہوا' لوگوں کو دعوت بھی دی مگر پھر بعد میں پتہ چلا کہ کیا حماقت کی تھی۔ جس نے اسلام آباد میں گھر بنایا وہ کہتا تھا کہ یہاں ایسا گھر نہیں ہے اور جب سے

انگلینڈ میں جا کے رہنا شروع کیا تو پتہ چلا کہ زندگی پہلے بیکار تھی۔ اس طرح آپ کی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ انسان ایک جگہ ٹک نہیں سکتا۔ اس لئے آپ یہ خیال رکھیں کہ یہ جو مکان ہے یہ آپ کا نام نہیں ہے بلکہ مکان تو صرف مکان ہے اور وہ بے جان ہے۔ آپ کا نام صرف آپ کا نام ہے۔ خوش آپ نے ہونا ہے اور مکان نے نہیں ہونا۔ اسی طرح کامیابی آپ کی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی میں ہم کامیاب ہو جائیں تاکہ ہمارے دوست خوش ہو جائیں۔ وہ دوستوں پہ رعب ڈالنے کے لیئے کامیابی چاہتے ہیں۔ انسان ایک ایک کر کے گننے لگ جائے تو سارے واقعات رخصت ہو چکے ہیں۔ اب گھر میں کیا دعوتیں کرنی۔ وہ جن کو خوش کرنا تھا اور جن پر رعب جمانا تھا' وہ تو ایک ایک کر کے سارے رخصت ہو گئے' باقی لوگ اور سے اور ہو گئے' وہ دوستی نہ رہی' وہ مزاج ہی نہ رہا۔ پہلے یہ خیال ہوتا تھا کہ ہمارا باپ اس بات سے بڑا خوش ہو گا کہ اگر ہم کسی ملک کے بادشاہ بن جائیں۔ اب آپ کے والد صاحب تو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اسی طرح اور لوگ جن کو آپ نے خوش کرنا تھا' وہ بھی نہ رہے۔ مثلاً" دوست خوش ہوں گے' لیکن آج کل تو دوست ملتے ہی نہیں' پتہ نہیں ہم کہاں ہیں اور کہاں نہیں ہیں۔ پھر کون خوش ہو گا؟ صرف آپ کی "انا" خوش ہو گی۔

اگر " انا " کا مضمون آ جائے تو پھر انسان کے پاس یہ فیصلہ کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے کہ دیکھو یہ چیز میں نے ساری عمر میں کمائی ہے اور یہ بہت خوب صورت چیز ہے۔ اسے کہا جاتا ہے کہ تو یہ کمائی چھوڑ تاکہ تیری نجات ہو جائے " تو کہتا ہے کہ " کمائی کیسے چھوڑوں' نجات ہو نہ ہو "۔ اور پھر

بعض اوقات جب اس کو اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ نجات بہتر ہے تو وہ اپنی کمائی اپنے ہاتھ سے گرا دیتا ہے۔ تو نجات کی کہانی اور ہے۔ ابھی تو آپ کو سمجھ نہیں آتی کہ نجات کیا ہے۔ اگر آپ کو کبھی مشاہدہ اپنی آنکھوں سے ہو جائے' خیال کی آنکھوں کی بجائے حقیقی آنکھوں سے' مشائخ کرام یا بزرگان دین اکثر یہ مشاہدہ کراتے ہیں جسے "مشاہدۂ قبر" کہتے ہیں' یعنی اپنی قبر کا مشاہدہ' اس میں دکھایا جاتا ہے کہ تیری قبر جو ہے تیرے لئے کیسے ہو گی؟ اگر انسان اس مشاہدے میں آ جائے اور پتہ چلے کہ یہ کیا حقیقت ہے تو پھر پتہ چلے گا کہ وہ زندگی میں کیا کر رہا ہے۔ مثلاً" کبھی آپ میانی صاحب قبرستان میں جا کے بیٹھیں اور کچھ غور کریں تو وہاں سے آواز آ سکتی ہے کہ شور نہ کرو کیونکہ ادھر ہم لوگ آرام کر رہے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ وہ اور زندگی ہے اور یہ اور زندگی ہے۔ ہم آپ کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ اس زندگی کے گلہ سے جان چھڑا' اس میں آخر آپ نے مرنا ہے اور کچھ بھی نہیں کرنا۔ اس زندگی میں یہ ہو گا کہ چار آدمی آپ کو جاننے والے ہوں گے اور چار آدمی آپ کے مخالف رہیں گے اور ضرور رہیں گے۔ کوئی آدمی ایسا نہیں جو اپنی زندگی پر ہمہ حال مطمئن رہا ہو بلکہ وہ صرف انجام پر مطمئن ہو سکتا ہے۔ تو آپ ایسا انجام تلاش کر لو جس پر آپ ہمہ حال مطمئن رہیں اور پھر آپ اللہ کے حضور رُوبرُو ہو جائیں۔ یہ بڑی عارضی زندگی ہے اور وہ بہت لافانی زندگی ہے۔ تو اس زندگی میں کوئی نہ کوئی کارنامہ کر جاؤ۔ آسان ترین کارنامہ یہ ہے کہ آپ کے پاس' جو کچھ ہے آپ اسے تسلیم کر لو اور جو نہیں ہے وہ چیز بھی تسلیم کر لو۔ ماننے والا کہتا ہے کہ

اسلمت لرب العٰلمین۔ میں تسلیم کر چکا ہوں اس رب العالمین کو، اپنے دل سے، اور اس تسلیم کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ مشاہدۂ موت کر سکیں گے۔ اگر موت کا مشاہدہ ہو گیا تو پھر سمجھو کہ زندگی کا مشاہدہ ہو گیا۔ تو انسان زندگی کا مشاہدہ موت کے ذریعے کرتا ہے۔ ایک اور راز کی بات یہ ہے کہ جتنے بھی بزرگ ہوتے ہیں، ان میں کوئی بزرگ اگر گزرا ہوا ہو At the age of Forty یعنی چالیس سال کی عمر میں چلا گیا، اگر آپ بچپن سے اس کے آستانے پر جا رہے ہیں اور اس کو بزرگ مانا ہوا ہے، انہیں بابا جی کہتے ہوں گے، اور بابا جی کا آستانہ آپ کو Ever young نظر آتا ہے، پہلے آپ بچے تھے اور اب آپ بچے سے بڑے ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی آپ کے لئے وہ بابا جی۔ آپ بڑے ہوتے جائیں گے اور پھر آپ کی ایک عمر ایسی آئے گی کہ ان بابا جی کو عمر کے حساب سے آپ کا بچہ ہونا چاہئے لیکن آپ پھر بھی نہیں سمجھتے کیونکہ آپ ان بابا جی کو Eternal مقام پر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ بابا جی کا کمال ہے کہ وہ چالیس سال کے ہیں اور آپ ساٹھ سال کے ہیں لیکن وہ آپ سے Respect کو Command کر رہے ہیں۔ یہ کمال ہی تو ہے کہ ساٹھ سال والا شخص آج بھی اس چالیس سال والے کے سامنے بچہ بنا ہوا ہے۔ اگر یہ مشاہدہ ہو جائے تو پھر وہ آپ کا دوست بن جائے گا، بزرگ بن جائے گا، علم والا بن جائے گا اور آپ کو فیض دینے والا ہو گا کیونکہ اس کا مقام Eternal ہے۔ اس لئے جن لوگوں کو کبھی بزرگوں کا مشاہدہ ہوتا ہے تو اس میں بزرگ کی کوئی بھی عمر دکھائی جا سکتی ہے۔ مثلاً" داتا صاحبؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو وہ بچے لگتے تھے۔ اب گویا کہ جس

عمر میں انہوں نے آپ کو دیدار کرایا اس عمر کے مطابق آپ کے دل کے اندر اس عمر کی قوت پیدا کر دی۔ کبھی آپ کی موجودہ عمر جیسا دیدار کرائیں تو سمجھو کہ آپ سے دوستی پیدا کر لی اور کبھی بزرگ زیادہ عمر میں نظر آئے تو آپ میں اطاعت پیدا کر دی۔ تو وہ جس عمر میں چاہیں آپ کو دیدار کرا سکتے ہیں۔ جس عمر کا دیدار ہو گا آپ کے اندر اس Corresponding age کا خیال پیدا ہو جائے گا۔ تو یہ بڑا عجیب واقعہ ہے کہ بزرگ جس عمر میں آپ کے پاس آئیں تو اس عمر کا فیض دے جاتے ہیں۔ عام طور پر بچوں کے پاس بچپن کی عمر کے آتے ہیں' بڑوں کے پاس بڑی عمر کے بن کے آتے ہیں' علم والے کے پاس علم والا بن کے آتے ہیں' کاریگر کے ساتھ کاری گر بن کے آتے ہیں اور فرماتے ہیں ہم اس بات کے ماہر ہیں' اس طرح زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ تو زندگی آسان کرنا بہت آسان بات ہے۔ اپنی زندگی کامیاب بنانے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ اپنی زندگی کو خود مان لیں' اب اس کو بدلنے کا کوئی موقع نہیں ہے' اب یہ Change نہیں ہو گی' لہٰذا اس کو قبول کر لیا جائے۔ قبول کرنے میں آپ کی کوئی شکست نہیں ہے۔ بس آپ اپنی زندگی کو قبول کر لیں تو یہ فتح ہے اور کامیابی ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں ناں!

سوال :

سمجھ تو رہے ہیں لیکن یہ خیال رہتا ہے کہ اصلاح ہونی چاہیۓ!

جواب :

مصلح کا کام اصلاح کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنا بڑا کاری گر ہے کہ وہ آپ کے شعور سے پہلے آپ کا چہرہ بنا چکا ہے اور آپ کو ابھی بات سمجھ

نہیں آئی۔ آپ چھوٹی سی چیز نہیں بنا سکتے اور وہ زیادہ سے زیادہ چہرے بنا سکتا ہے' وہ اتنا بڑا کاریگر ہے۔ آپ کے ذہن میں Flash of idea آتا ہے' کسی کام کی جھلک پیدا ہوتی مگر وہ تو خود ذہن بناتا ہے اور اس کا مالک ہے۔ آپ کا دل کسی سے لگ جائے تو بڑا فخر کرتے ہو اور وہ تو دلوں کا کارخانہ چلاتا ہے۔ اس کو قبول کر لینا دراصل اس سے عظمت کا راستہ لینا ہے۔ اللہ کو قبول کر لینا بلندی کا راستہ ہے' ترقی کا راستہ ہے اور غلطی سے بچت کا راستہ ہے۔ قبول کرنے والے کے بڑے ہی مقامات ہیں۔ ہر پیغمبر قبول کرنے والا تھا' پرانے زمانے کا ہر فلسفی قبول کرنے والا تھا' سقراط قبول کرانے والا تھا' یعنی سب نے کسی نہ کسی صورت میں قبول کیا اور سارے تسلیم کرتے آئے۔ آپ بھی اگر قبول کرو تو آپ کے اندر دانائی پیدا ہو جائے گی۔ آپ ماں کو اس کے علم کی وجہ سے قبول نہ کرو بلکہ اس کے مرتبے کے ساتھ قبول کرو۔ ماں کی تعلیم چاہے کتنی ہے اور اس کا Bio Data جو بھی ہے' وہ تو صرف ماں ہے۔ اس کا مقام اور ہے۔ اب ان لوگوں کو اور طرح سے Judge کرو اور انہیں قبول کرو۔ اب اگر آپ نے اپنی ماں کو قبول کیا تو پھر پڑوسی کی ماں کو بھی قبول کرو اور اس کی ماں کو بھی ماں کہہ لو۔ اگر یہ دو مائیں قبول ہو گئیں تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔ تو زندگی تسلیم کرنے کا نام ہے اور یہی اصل کہانی ہے' اور کوئی شے ہی نہیں ۔ تسلیم کرنے سے زندگی میں Improvement آ جائے گی' Life میں ترقی ہو جائے گی اور آپ کا ذہن جو ابلتا رہتا ہے اس کا کھولاؤ ختم ہو جائے گا۔ جب تک ذہن میں کھولاؤ ختم نہیں ہوتا' آپ ا بات سوچ ہی نہیں سکتے۔ مسئلہ یہ ہے کہ

آپ Emergency میں ہوتے ہیں اور اِدھر اُدھر جاتے رہتے ہیں' سارے کام کرنے ہوتے ہیں اور سارے ہی درمیان میں رہ جاتے ہیں۔ آپ کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ آپ اپنی طاقت اور اچھے لباس کے باوجود دشمن کے لئے ناقابل ذکر ہیں اور اپنی کمزوری کے باوجود دوست کے لئے قابل ذکر ہیں۔ تو دوست' دوست ہے اور دشمن' دشمن ہے' چاہے جس لباس میں ہو۔ وہاں لباس کیا کر سکتا ہے جہاں آپ کو کوئی جانتا نہ ہو اور جہاں سارے آپ کو جانتے ہوں وہاں لباس نے کیا کرنا ہے۔ تو یا تو آپ کو کوئی نہیں جانتا' یا پھر سارے مکمل طور پر جانتے ہیں۔ بس راز یہ ہے' باقی سارا واہمہ ہے۔ زندگی نے آپ کو کچھ بھی نہیں دینا۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرو' زندگی کو قبول کرو' اپنے Handicaps قبول کرو' اپنے ساتھیوں کو قبول کرو اپنی زندگی کے ساتھی کو دل سے قبول کرو' جانے والے کا گلہ نہ کرو اور آنے والے کا استقبال کرو۔

سوال :

خوشی اور محبت کیسے مل سکتے ہیں؟

جواب :

خوشی کی تلاش' خوشی کا حصول' خوشی کے پیچھے پاگل پن' Mania اور خوشی ہی خوشی کی تمنا جو ہے یہ آزردگی کی ابتداء ہے۔ تو خوشی کی تمنا ہی آپ کو آزردہ کرتی جا رہی ہے۔ خوشی Pursuit کا نام نہیں ہے' تعاقب کا نام نہیں بلکہ خوشی ٹھہرنے کا نام ہے۔ تو جو چیز آپ کے پاس آ رہی ہے وہی آپ کو خوشی دے گی اور جس چیز کے پیچھے آپ بھاگ رہے ہیں' یہ کبھی خوشی نہیں دے گی۔ جس کے پیچھے بھاگا جائے وہ

چیز واہمہ ہوتی ہے۔ تو آپ ٹھہر جاؤ تو وہ چیز آپ کے پاس خود بخود آئے گی۔ تو خوشی کیا ہے؟ قبول کرنے کی صلاحیت۔ خوشی حالات کا نام نہیں ہے بلکہ حالت دل کا نام ہے۔ آپ کے اندر کی حالت اور Condition کا نام ہے۔ انسان کسی بھی حال میں خوش ہو سکتا ہے' اس ہال میں یعنی اس کمرے میں خوش ہو سکتا ہے اور اسی میں چیخ و پکار اور فریاد کر سکتا ہے۔ اگر اولاد سے خوش ہونا چاہیں تو اسی اولاد سے خوش ہو سکتے ہیں ورنہ تو خوش ہونا بڑا مشکل ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خوش وہی رہ سکتا ہے جو خوش رہنا چاہے اور خوش رہے۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ تیرا تو بیٹا کوئی نہیں بلکہ صرف بیٹیاں ہیں۔ تو دوسرے نے کہا کہ تم یہی کہو گے کہ بیٹیاں چلی جاتی ہیں' تو بیٹے کب پاس رہتے ہیں کیونکہ وہ بھی چلے جاتے ہیں۔ تو بات تو آپ کی تنہائیوں کی ہے' اس میں کوئی بیٹی بری نہیں اور کوئی بیٹا اچھا نہیں ہے۔ یہ اس اللہ کے کام ہیں جو بیٹا دے تو ٹھیک ہے اور جو بیٹیاں دے تو بھی ٹھیک ہے۔ یہ آپ ہیں کہ ایمرجنسی Create کرتے رہتے ہو کہ آج بچی پیدا ہو گئی ہے اور آج بھی اسے نکالنے کا فکر کرتے رہتے ہو کیونکہ آپ نے اس کو دل سے گھر کا ممبر کبھی قبول نہیں کیا۔ اس لئے آپ اپنے آپ کو قبول کرو اور خود کو دوسروں سے قبول کروانے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ اس طرح آپ ناکام ہو جائیں گے۔ قبول کروانے کی کوشش نقلی کوشش ہے اور قبول کرنے کی کوشش اصلی کوشش ہے۔ بس آپ قبول کروانے کی Effort نکال دیں۔ وہ آدمی بہت غلط ہے جو دوسرے کو یہ کہتا ہے کہ تو نے میری پرواہ نہیں کی۔ آپ خود کہہ رہے ہیں کہ آپ اس کے لئے

ناقابلِ پرواہ ہیں۔ دراصل آپ کے اندر کوئی ایسی صفت نہیں تھی کہ وہ پرواہ کرتا۔ تو آپ اپنی صفت کو ڈھونڈیں کہ ایسی کیا چیز ہے جو آپ کو اس قابل بنائے تاکہ کوئی شخص آپ کی پرواہ کرے۔ میں آپ کو نسخہ بتاتا ہوں کہ لوگ کس طرح آپ کی پرواہ کریں گے' آپ لوگوں کا گلہ چھوڑ دو۔ تو آپ تعاقب چھوڑ دو' گِلہ چھوڑ دو' پیچھے بھاگنا چھوڑ دو' بس Stand and wait' یعنی ٹھہر جاؤ اور انتظار کرو تو سب کچھ خود بخود آئے گا' دعا سے آئے گا اور کوشش سے نہیں آئے گا۔ کسی سے زبردستی نہ کرو' اس سے یہ نہ کہو کہ ضرور آپ سے محبت کرے یعنی کہ کسی سے Out of fear محبت نہ کراؤ' خوف دلا کر محبت نہ کراؤ۔ آدھے سے زیادہ لوگ اس طرح محبت کراتے ہیں۔ ڈر کے مارے Mechanical محبت کرنے والا بے چارہ کیا محبت کرے گا۔ اس طرح تو وقتی ہی دِقت ہو گی۔ آپ لوگ Command کرتے ہیں' محبتیں Command کرتے ہیں اور محبتیں Command کرنے والا ناکام ہو جاتا ہے مگر محبت تو دینے والی چیز ہے اور مانگنے والی شے نہیں ہے۔ محبت مانگنے والا غلط انسان ہے۔ محبت دینے کا معاملہ ہو تو آپ ناکام ہو نہیں سکتے۔ اس لئے اپنے آپ میں آپ تھوڑی Amendment کر لیں۔ خوشی دینے سے ملتی ہے اور محبت بھی دینے سے ملتی ہے اور یہ مانگنے سے نہیں ملتی۔

سوال :

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محبت صرف کی جائے اور مانگی نہ جائے!

جواب :

بیوقوف ہونے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ دانا بننا چاہیں اور دانائی

کا ایک راستہ یہ ہے کہ آپ بے وقوف بنو۔ محبت لینے کا نسخہ یہ ہے کہ آپ محبت Command نہ کرو بلکہ محبت Invest کرو۔ یہ Eternal نسخہ ہے۔ تو محبت لینے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ محبت Invest کرو' محبت کو پھیلاؤ' محبت کرنے والا جو ہے وہی محبت حاصل کرتا ہے اور محبت Command کرنے والا کبھی محبت نہیں حاصل کر سکتا۔ محبت حاصل سے اور کاٹنے سے بھی بے نیاز ہوتی ہے بلکہ محبت صرف بوتی ہے' دیتی ہے -- آپ لوگوں کی زندگی اور شادی' یہ Social contract ہے' ایک سماجی بندھن ہے اور محبت نہیں ہے۔ اس لئے یہاں حقوق اور فرائض کی بات ہوتی رہتی ہے۔ یہ بندھن اور چیز ہے اور محبت جو ہے وہ اور چیز ہے۔ محبت یہ ہے کہ آپ اپنے ساتھی کو پسند کرتے ہیں اور اس کی چاہت رکھتے ہیں۔ اگر وہ شخص آپ کو قریب رہنے کا موقع دے دے تو آپ کا کام پورا ہو جاتا ہے۔ بس اتنی ہوتی ہے محبت -- آپ شادی کرتے ہیں اور شادی کے بعد فوری طور پر یہ محسوس کرتے ہیں کہ غلطی ہو گئی' پھر تقاضے اور جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور نتیجہ پریشانی ہوتا ہے۔ شادی کو آپ غلطی نہ کہیں بلکہ یہ تو مقدر تھا اور ٹھیک تھا۔ اس لیئے میں آپ کو بار بار نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ اچھے تعلقات قائم رکھنا Humanly possible ہے' آپ کی دسترس میں ہے۔ پھر میں نے یہ بتایا کہ آپ اپنا عمل کوئی اور نہ رکھیں بلکہ اللہ کے حکم پر چلیں تو یہ بھی Humanly possible ہے کیونکہ اس طرح آپ اور اللہ ایک پارٹی بن گئے۔ تو جو صفات اللہ نے دی ہیں آپ ان کے مطابق چلتے جاؤ۔ ورنہ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ میری زندگی'

میرے فرائض اور میرا پیشہ سب میرے معیار سے کم ہے' I am too great for my job. یا یہ ہوتا ہے کہ This job is too great fo me
یعنی میں کام سے بہت بلند ہوں یا پھر یہ کام مجھ سے بہت بلند ہے۔
آپ برابر نہیں رہتے۔ تو جو آدمی Equal نہیں ہوا' برابر نہیں ہوا' وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کبھی تو آپ اپنی زندگی کو گھٹیا سمجھتے ہیں کہ یہ کیا زندگی ہے' ہمیں کیسا ساتھی ملا' یا پھر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہمارا اتنا اچھا ساتھی ہے اور پھر نمائش کرتے پھرتے ہو۔ تو نہ نمائش کرو اور نہ اسے گھٹیا کہو بلکہ قبول کرنے کی صلاحیت رکھو۔ اور اگر آپ ساتھی کو قبول نہیں کرتے ہیں تو یہ یاد رکھنا کہ آپ قبول ہونے کی خواہش کسی سے نہ کرنا۔ آپ نے زمانے کو قبول نہیں کیا تو زمانہ آپ کو نا قبول کر دے گا۔ بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے اور یاد رکھنے والا نسخہ ہے۔ یہ ساری Human possible چیزیں ہیں یعنی انسان کے بس میں ہیں۔ گھر کو بربادی سے بچانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جب اندر سے دیواریں گرنے لگ جائیں تو لوگوں کو ہرگز نہ بتاؤ بلکہ تھوڑا صبر کر جاؤ' تھوڑی احتیاط کر جاؤ۔ اس طرح دیوار ٹھہر جائے گی۔ اور جب آپ یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص نامراد ہے جس سے آپ کی شادی ہو چکی ہے تو اس طرح آپ واپسی کے امکان کو بھی ختم کر دیتے ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ آپ اسے قبول کرو اور انتظار کرو۔ جو واقعہ ایک دفعہ ہوا تھا' وہ پھر سے ہو جائے گا اور حالات اچھے ہو جائیں گے۔ آپ کو وقت کے طلسمات بھی نظر آئیں گے اور کرشمات بھی نظر آئیں گے۔ اس لئے آپ زندگی میں تھوڑا سا انتظار کو داخل کرو۔ وقت آتا جاتا رہتا ہے' کبھی رات کو وقت

گزرتا ہے اور کبھی دن کا۔

جو لوگ اس وقت میرے پاس ہیں، میں نے آپ لوگوں کو کبھی دِقت نہیں دی، کبھی تنگ نہیں کیا اور کبھی Test نہیں کیا۔ تو وہ لوگ جو یہاں موجود ہیں، آپ میرے ساتھ ایک وعدہ کرو کہ اللہ کی خاطر اپنے موجودہ رشتوں کو رفع دفع نہیں کریں گے۔ آپ کے لئے میں یہ حکم نامہ جاری کر رہا ہوں۔ یہ آپ کے لئے آسان ہے یا مشکل ہے؟ اس کی Language صاف ہے، زبان واضح ہے۔ تو جو میاں بیوی اپنے اس رشتے کو دیرپا نہ رکھ سکے تو ہمارے ساتھ تعلّق ٹوٹ جائے گا، فیض ہرگز نہیں ہو گا اور یہاں بھی عذاب آئے گا اور عاقبت بھی خراب ہو گی۔ اس لئے آپ یہ وعدہ کریں کہ آپ اپنی زندگیاں آباد رکھیں گے۔ میرا آپ دونوں کی زندگی اور بھلائی سے تعلّق ہے۔ کل کو یہ گل کھلا کے نہ آ جانا کہ میں اکیلا ہی آ گیا ہوں اور ساتھی کو گھر سے نکال دیا ہے، سامان بھی دے دیا اور ساتھ چیک بھی دے دیا ہے۔ پھر یہ تو سارا واقعہ غلط ہو جائے گا۔ میں اس کا ذمہ دار آپ کو سمجھ رہا ہوں، آپ کہیں اندر سے وہی کچھ نہ نکل آنا جو کچھ نہیں ہونا چاہئے۔ کیا میری بات Convey ہو گئی؟ کیا آپ گواہ ہیں؟ اپنے گھر کے تعلّقات قائم رکھو۔ میں رشتہ توڑنے سے منع کر رہا ہوں۔ نفرت والے دل میں اللہ نہیں آ سکتا۔ ایک دفعہ ایک بہت بڑے ولی اللہ کے گھر کچھ لوگ گئے اور پوچھا کہ پیر صاحب کہاں ہیں؟ ان کے اندرون خانہ سے ایک کرخت آواز آئی اور ان کے پیر کو برا بھلا کہا۔ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ پھر جب پیر صاحب سے ملے تو بات ہوئی، ان کے مسئلے بھی حل ہو گئے لیکن ایک مرید نے سوال کیا کہ آپ

نے ہمارے تو کام سارے کر دیئے اور بڑا فیض دیا لیکن گھر سے جو آپ کے بارے میں کرخت آواز آئی تھی وہ کیا تھی؟ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ یہ انہی کا فیض ہے کیونکہ میں ان کی ایسی بات کو برداشت کرتا ہوں اور اس کے صلے میں اللہ یہ مہربانی فرماتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ آپ اپنے ایک ساتھی کو برداشت نہیں کر سکے اور پھر بغیر دلیل کے اتنے بڑے اللہ کے پاس آپ چل پڑے ہیں۔ یہ اللہ کا سفر ہے' یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔ اگر آپ کے سفر کا نام صرف "واصف صاحبؒ کا سفر" ہوتا تو وہ بھی آپ کے لیئے مشکل ہوتا اور آپ کو سمجھ نہ آتی' کیونکہ میں کوئی آسان کام نہیں ہوں اور اللہ تو پھر اللہ ہے۔ اللہ کی طرف بغیر دلیل کے چل پڑے اور گھر کے اندر آپ نے کیا کیا گل کھلا رکھے ہیں۔ یہ تو وہی بات ہے کہ آپ نے پتھر پوجے' پتھری کو پوجا اور بڑے بڑے پہاڑ پوجے لیکن گھر کی چکی کا خیال نہ کیا کہ جس کا آٹا آپ کو مل رہا ہے۔ اس لیئے لوگوں کے بڑے عجیب و غریب واقعات ہیں۔ میں کسی ایک کا نام نہیں لیتا۔ میرا خیال ہے آپ نے اپنے ساتھی کو قبول فرمایا ہے! تو جس نے قبول نہیں کیا اپنا نام وہ مجھے خود بتا دے۔ میرا یہ حکم ہے کہ آپ اپنے ساتھی کو دل سے قبول کریں۔ اول تو ہم پیر کہلائے ہی نہیں اور وہ بھی آپ کی تمنا کے باوجود' لیکن آپ ایسا کہتے رہے ہیں۔ اگر آپ مانتے ہیں تو میں آپ کو حکم دے رہا ہوں کہ آپ لوگوں کا یہ جو موجود رشتہ ہے' یہ ٹوٹنے نہ پائے۔ آمین۔ کیا آپ نے قبول کر لیا؟ جس نے قبول نہیں کیا وہ مجھے بتا دے' ورنہ دس دن کے بعد مجھے خبر ملی تو پھر ہم سب لوگوں کی آپ لوگوں کے ساتھ ناراضگی شروع ہو جائے گی۔ جو لوگ ہمارے

ساتھ اس شعبہ میں داخل نہیں ہوئے ان کے لئے دعا ہے اور باقی لوگ یہ وعدہ کریں کہ گھر کے اندر' چار دیواری کے اندر آپ کی جو بیوی ہے وہ ہم ہمیشہ ایسے دیکھتے رہیں۔ یہ پکا وعدہ کریں۔ یہ وعدہ اللہ کے رو برو ہو رہا ہے' اس اللہ کے روبرو جو ہماری تلاش کا مقصد ہے' تلاش کا معاون ہے اور تلاش کا مدعا ہے۔ اس وقت ہم اس اللہ کے روبرو ہیں۔ دوسری بات یہ کہ آپ ایک دوسرے کو اذیت بھی نہ پہنچانا۔ اس رشتے کو اگر آپ سنبھال کر پورا کر لیں تو الہیات کا آدھا سفر یہاں پورا ہو جائے گا۔ اگر اس رشتے میں برداشت آ جائے تو سبحان اللہ! یہ تو مجاہدہ ہو گیا۔ اللہ نے اس رشتے کی صورت میں بڑی مہربانی کی ہوئی ہے۔ یہ مجاہدہ جو ہے گھر کے اندر سے شروع ہو جاتا ہے۔ جب والدین حکم دیتے ہیں تو انسان Discipline میں آ جاتا ہے اور جو شخصیت کا پرزہ باقی بچ جاتا ہے' وہ اولاد سیدھا کر دیتی ہے۔ اولاد کا حکم بڑا ظالم حکم ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے والد کو کتنے پیسے دیئے؟ مشکل سے ہی دیئے ہوں گے۔ اور آپ کی اولاد جو ہے وہ ساری کمائی Drain out کر دیتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اولاد کا شعبہ بڑا ظالم ہو سکتا ہے۔ اولاد Dictation بھی دیتی ہے تو برداشت کریں' تو گھر کے اندر مجاہدہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ مجاہدے کی حد تک کا علم اللہ کا حکم ہے کہ آپ لوگ گھر میں بیٹھے ہیں اور مجاہدہ شروع ہو گیا ہے۔ اگر آپ نے ہمارے ساتھ وعدہ کر لیا ہے تو اب یہ وعدہ پورا کرنا۔ کچھ حصہ ہم آپ کو دے چکے ہیں اور کچھ حصہ ہم آپ کی بیویوں کو دے چکے ہیں' آدھا مصرعہ آپ کو سکھایا اور آدھا اس کو سکھایا۔ اس لئے آپ دونوں جب اکٹھے ہوں تو ہمارا شعر پورا ہوتا ہے۔ ایک درویش

دوسرے ملک گئے تو ایک نفل بارڈر سے ادھر پڑھا اور ایک اودھر جا کے پورا کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے تو فرمایا راز یہ ہے کہ ہم ان سرحدوں کو کبھی نہ کبھی برابر کر دیں گے۔ اس لئے آپ دونوں اکٹھے ہوں تو ہمارا شعر پورا ہوتا ہے۔ اس رشتے میں اب آپ خرابی پیدا نہ کرنا۔ خرابی پیدا کرنے والا نقصان اٹھائے گا۔ اس لئے آپ کے لئے سلامتی کی دعا ہے۔

سوال:

انسان کو یہ کیسے معلوم ہو کہ جس پر وہ چل رہا ہے یہ اللہ کا راستہ ہے؟

جواب:

یہ بڑا مشکل سوال ہے اور یہ بڑا ہی آسان سوال ہے۔ اگر آپ کی زندگی میں ایسا سفر شروع ہو جائے جو بغیر موڑ کے سفر ہو اور جس میں Alternatives نہ ہوں، تو یہ اللہ کی رضا کا سفر ہے۔ جس دن آپ کی زندگی ایک راستے کا سفر ہو گئی، اس دن آپ رضا میں چلے گئے۔ جو اس راستے پر نہ چلا اس کی اللہ کے ساتھ لڑائی ہو گی، Fight ہو گی اور وہ باعث عبرت ہو گا۔ تو آپ کا رضا کا سفر کب شروع ہو گا؟ جب آپ کی زندگی سے Alternatives ختم ہو جائیں گے، متبادل راستے ختم ہو جائیں گے۔ مثلاً" آپ کے بھائی کی شادی ہو رہی ہو اور آپ کا ایک دوست کہتا ہے کہ میں آپ سے ضروری ملنا چاہتا ہوں۔ تو آج تو آپ کے بھائی کی شادی ہے اور آپ نہیں ملیں گے۔ اب اس میں اور Alternative نہیں آئے گا۔ کیوں؟ کیونکہ اب Priority آ گئی،

ایک خاص ترجیح آ گئی۔ جس آدمی کا کوئی عزیز خدا نخواستہ فوت ہو جائے تو اس کے لئے باقی Priorities ' ترجیحات تو ختم ہو گئیں۔ ایسے میں اور کوئی Choice نہیں رہتا۔ پیٹ میں Genuinely درد ہو جائے تو دفتر کا شیڈول ختم ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات آدمی ویسے ہی اداس ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ آج کے دن کسی نشست میں نہیں جاؤں گا۔ زندگی میں ایسا واقعہ آ جاتا ہے اور کبھی کبھی ایسا واقعہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر نماز کا وقت آ گیا' چاہے عین لڑائی میں' تو Priority اور آ گئی۔ جب آپ اس سفر کے لئے چلیں گے تو آدھے منٹ میں فیصلہ ہو جائے گا کہ Priority کیا ہے؟ پھر آپ کو کچھ عرصہ بعد ایک پختہ خیال مل جائے گا کہ Life of only priority کہ ایک خیال کی زندگی کیا ہے اور وہ زندگی Life of no choices ہوگی یعنی اس میں اور خیال نہیں ہو گا بلکہ وہی Only one life ہوگی صرف ایک زندگی ہو گی۔ جب زندگی سے Choices نکل گئے' متبادل راستے نکل گئے تو آپ آسودہ ہو جائیں گے۔ وگرنہ تو اس کے علاوہ راستہ ہی نہیں ہے' There is not other way تو اس کے علاوہ راستہ نہیں تھا۔ Way out ہی کوئی نہیں تھا۔

تو پھر تھا کیا؟ ایک پنجرہ ہی ہمارا سفر تھا اور آپ نے وہ قبول کر لیا' اور راستہ کوئی نہیں تھا۔ وہ جو دانا آدمی ہوتا ہے وہ سمجھ جاتا ہے کہ اور راستہ کوئی نہیں ہے۔ اب اسے وہ راستہ قبول کرلینا چاہیۓ۔ ایسے شخص کے لیے زندگی کہیں نہ کہیں سے راستے بنا دیتی ہے۔ ایسے میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں۔ اگر آپ کا کاروبار اچھا چل رہا ہے اور آپ کی سوچ اور زیادہ ہو جائے تو پہلے یہ دیکھیں کہ اللہ کیا چاہتا ہے۔ اگر پیسہ آپ کا

مدّعا ہے تو آپ کا گزارہ تو اچھا چل رہا ہے۔ اگر شہرت آپ کا مدعا ہے تو کوئی ایسا شہرت والا آدمی نہیں ہے جس کے دشمن نہ ہوں۔ غیر مشہور کرنے والے کافی ہوتے ہیں۔ ایک سے کسی نے کہا بھئی تمہیں مرنے کے لیے آخر کتنے پیسے چاہئیں؟ تو اصل بات یہی ہے کہ مرنے کے لیے کتنے پیسے چاہئیں۔ جب اتنے پیسے لے کے مرنا ہے تو آرام سے مرنا چاہیے۔ آدمی سوچے تو پھر اتنا سا چانس رہ جاتا ہے کہ مرنے کے لیے کتنا کام چاہیے؟ کیا آپ مشہور ہونا چاہتے ہیں؟ آپکی محنت کا مدعا کیا ہے؟ عام طور پر پیسہ' شہرت اور مصروفیت۔ تو آپ مصروف تو رہ سکتے ہیں کہ گھر میں اپنے کام کیا کریں' پیسہ اتنا ہے کہ آپ زندگی آسانی سے بسر کر سکیں یا پھر انشورنس کرالیں کہ پیسے بھی آپ جمع کریں اور مریں بھی خود اور کھائے کوئی اور۔ اس طرح پیسے جمع کرانا تو بیکار ہے اور یہ شعبہ ہی غلط لگتا ہے کہ پیسے بھی ہم جمع کرائیں اور مرنا بھی ہم نے ہو۔ اس لیے یہ شعبہ ٹھیک نہیں ہے۔ اور اگر آپ شہرت چاہتے ہیں تو کسی آدمی کا نام لے کے دیکھیں' اس کے خلاف بولنے والے آج بھی ہیں۔ شہرت اس دنیا میں بیکار ہے۔ کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس کی ساری خواہشات اس زندگی میں پوری ہو جائیں بلکہ خواہشات ختم ہو جاتی ہیں۔ خواہشات آدھی پوری ہو جاتی ہیں اور آدھی ختم ہو جاتی ہیں' اس طرح وہ ہمیشہ رہ جاتی ہیں۔ سب سے خوش قسمت آدمی وہ ہے جس کی خواہش ایک ہو اور پوری ہو جائے۔ جب خواہش ایک ہو جائے گی تو پوری ہو جائے گی۔ جہاں سوچنے کا موقع نہ رہے' جہاں والدین کا حکم آجائے' جہاں استاد کا ادب آجائے' وہاں کوئی اور Choice نہیں رہتا۔ ایک بادشاہ کا بیٹا خوش

جارہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جنازہ جارہا ہے۔ اس نے پوچھا یہ کیا ہے۔ بتایا گیا کہ یہ جنازہ ہے۔ اس نے کہا جنازہ کیا ہوتا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ زندگی کی آخری منزل ہے۔ اس نے سوچا اگر یہ آخری منزل ہے تو پھر میں کس منزل میں ہوں' میں آخری منزل سے پہلے اسے تلاش کروں گا۔ اور پھر وہ تلاش کے سفر میں نکل پڑا اور بڑے راز پا گیا۔ آج اگر ہمارے پاس سے کوئی جنازہ گزر جائے تو ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا مگر اس شخص کے پاس دوسرا Choice کوئی نہیں تھا۔ جس کو فجر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھنے کی عادت ہے' رات کو دیر سے سوئے یا سویر سے سوئے' وہ ضرور جاگے گا۔ جس نے قرآن شریف پڑھنا ہے وہ با آواز بلند پڑھے گا اور ہر حال میں پڑھے گا۔ جس کی گلہ کرنے کی عادت ہے' آج بھی گلہ کرے گا۔ کچھ لوگوں کو رونے کی عادت ہوتی ہے' اگر کچھ دن گزر جائیں اور وہ نہ روئے تو پریشان ہو جاتا ہے۔ کبھی وہ اپنے لیے روتا ہے اور کبھی لوگوں کے ساتھ ہمدردی میں۔ اسی طرح کچھ لوگ ہوتے ہیں جو دوسروں کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔ ایک آدمی ہنس رہا تھا اور ایک آدمی رو رہا تھا۔ تو رونے والے نے ہنسنے والے سے پوچھا کہ بات کیا ہے کہ تو ہنستا جا رہا ہے۔ اس نے کہا میں تو ہنستا جا رہا ہوں اور تیرا کام یہی ہے کہ تو روتا جا۔ تیسرے نے آکے پوچھا بات کیا ہے' اس کی وجہ بتاؤ۔ رونے والے نے کہا کہ جناب عالی! اس کی ہنسی پہ مجھے رونا آرہا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اس کے رونے پر ہی تو مجھے ہنسی آرہی ہے۔ قصہ یہ ہے کہ رونے والے کو دوسرے کی ہنسی پہ رونا آتا ہے اور ہنسنے والا جو ہے وہ رونے پر ہنستا جارہا ہے۔ یہ دونوں مزاج ہیں۔ اصل میں نہ غم ہے اور

نہ خوشی خوشی ہے، نہ کوئی فکر ہے، نہ کوئی اندیشہ ہے بلکہ یہ سب مزاج ہیں۔ تو رونے والا ہر روز روئے گا اور ہنسنے والا ہر روز ہنسے گا۔ یہ مزاج ہے کہ کسی کو موت کی خبر آجائے تو وہ کہے گا کہ یہ اللہ کا کام ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون اس لیے اگر آپ اللہ کی طرف ہو جائیں تو سمجھ آجائے گی کہ اللہ کبھی کسی آدمی پر ضرورت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالے گا۔ بوجھ یہ ہوتا ہے کہ ایک وقت میں Simultaneously اگر ایک سے زیادہ Appointments ہوں تو سمجھو کہ عذاب آگیا۔ یعنی ایک وقت میں تین جگہ جانا ہو تو عذاب ہے۔ تو ایک Moment میں دو یا تین Assignments جو ہیں، یہ عذاب ہے۔ تو ایک ٹائم میں دو ملاقاتیں عذاب ہیں، چاہے دوست سے ہوں یا دشمن سے۔ ایک وقت میں صرف ایک ملاقات کرنی چاہیئے۔ جب آپ کا پروگرام Overlap کرنے لگ جائے تو سمجھو کہ عذاب آگیا۔ انسان کے پاس وقت نہیں ہوتا اور وہ وعدہ کرکے عذاب میں جاتا ہے۔ تو اللہ جب آپ کے ساتھ ہو گا تو اللہ آپ پر ایک سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالے گا۔ اللہ کے علاوہ جو فالتو چیزیں ہیں وہ نکال دو تو پھر آپ کو ایک Choice کی Life مل جائے گی۔ یہ ضرور آپ کو کرنا چاہیئے۔ جب آپ کے پاس دوسرا Choice نہ ہو تو پھر غلطی نہیں ہوگی۔ غلطی وہی کرتا ہے جس کے پاس Choices ہوں۔ ہمارے پاس اگر ایک راستے کا سفر ہو تو پھر غلطی نہیں ہوگی۔ خیال رہے کہ رستہ اور Choice نیکی کا ہونا چاہیئے۔

سوال :

جو لوگ اس محفل میں نہیں پہنچ سکے ان کے بارے میں کیا

کریں؟

جواب :

زندگی میں میری اور آپ کی ملاقات چلے جانے سے پہلے ہو گئی ہے۔ اس واقعہ کو پہچاننا چاہئے۔ بے شمار لوگوں سے ہماری ملاقات نہیں ہوئی۔ اس واقعہ کو پہچاننا چاہئے۔ ان سے جن سے آپ کی ابھی ملاقات نہیں ہوئی' ان کو آپ چھوڑ دو' ان کا مقدر ان کے ساتھ۔ آپ اپنی خوبیوں کو اجاگر کرو' آپ اپنے کام کرو' اپنی زندگی کو اللہ کے حوالے کرو اور بے شمار لوگوں کے حوالے نہ کرو۔ وہ وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا کہ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ آپ کو تو کوئی دقت نہیں ہے۔ آپ اپنا خیال رکھو ــــــــ

اور سوال پوچھو ..... آپ کے لئے حکم ہے! جب ہم کہتے ہیں کہ سوال پوچھو تو ضرور پوچھو! اگر آپ نہیں پوچھیں گے اس طرح تو پھر رواج ہو جائے گا کہ لوگ کہیں گے کہ ہم تو آپ کے تابعدار ہیں اور آپ کے سامنے ہم کیا بولیں۔ اگر آپ تابعدار ہیں تو تابعداری کا ثبوت دیں اور سوال کریں۔ ہم کہتے ہیں بولو تو بول دو۔ باقی لوگوں کو پتہ ہے کہ کیوں سوال کرتے ہیں؟ جو سوال پوچھتے ہیں وہ سب میرا کہنا ماننے والے ہیں' سوائے آپ کے جو سوال نہیں پوچھتے ـــــ بسم اللہ .....

سوال :

اگر آسائش اور اللہ کے قرب کی تمنا ہو تو کیا دونوں حاصل ہو سکتے ہیں؟

جواب :

دونوں کی تمنا ایک دل میں برابر نہیں رہ سکتی۔ دل تو ایک ہے۔ اگر آسائش کی تمنا نہ ہو تو آسائش مل سکتی ہے مگر تمنا جو ہے ایک ہونی چاہئے اگر قرب کی تمنا ہے تو صرف یہ تمنا ہونی چاہئے۔ پھر آسائش کی تمنا نہ ہو کیونکہ یہ پھر اللہ کی مرضی ہے کہ وہ یہ چیز دے یا نہ دے۔ یہ اس کی مرضی ہے۔ آسائش کی تمنا کرنے والا قرب کی تمنا نہیں کر سکتا۔ تمنا ایک ہی ہوتی ہے۔ آسائش میں رہنے والا بندہ جب قرب کی تمنا کرے تو وہ آسائشیں ایسے ہی رہتی ہیں' نہ تو اس حالت کو نکالنے کی بات ہے اور نہ اس میں اضافے کی بات ہے۔ قرب کی تمنا والے شخص کی طبیعت کا جو میلان ہے وہ خواہشات میں اضافے کی بجائے اللہ کے تقرب کی طرف نکل جاتا ہے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی پینٹ کرتا ہے' عام سی تصویریں بناتا ہے لیکن یہ کام کرتے کرتے تصویریں بناتے بناتے اس پر الٰہیات آشکار ہو جاتی ہے۔ اب یہ جو تصویر بنانے کا عمل ہے وہ اس کی محویّت کا عمل ہو گیا۔ اسی طرح اگر کوئی کارخانہ بنا رہا ہے اور بنانے میں محو ہے' رزق کے لئے وظیفہ پڑھتا جا رہا ہے "یا ودود" ـــ تو رزق کا وظیفہ Operate کر سکتا ہے اور اللہ بھی مل جاتا ہے اور باقی کام بھی ہو جاتے ہیں۔ وہ اب تقرّب کی طرف چل تو پڑا ہے لیکن ساری عمر دو چیزیں نہیں چلیں گی۔ ایک وقت آئے گا' جب اللہ کا تقرّب مکمل طور پر باقی ہر چیز سے غافل کر دے گا اور وہ شخص زندگی کے اس حصے میں چلا جائے گا جہاں صرف تقرّب رہ جائے گا اور باقی کوئی خواہش نہیں رہے گی۔

سوال :

اللہ سے فرض اور شوق کی محبت میں کیا فرق ہے؟

جواب :

اللہ سے محبت کرنے والا کہتا ہے کہ یااللہ تیری ہر بات ٹھیک ہے۔ آپ اللہ کی محبت کو فرض نہ بناؤ اور اگر اللہ کی محبت آپ کا شوق نہیں بنی تو پھر جانے دو۔ شوق کی کہانی اور ہوتی ہے۔ اگر تتلی کی تمنا ہو جائے تو انسان اسے پکڑنے کے لئے اپنے قافلے سے بچھڑ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر اللہ کی تمنا ہو جائے تو ہر خیال ختم ہو جاتا ہے۔ پھر تم کیا اور تمہارے بچے کیا۔ بچے بھی اس کے اور تم بھی اس کے۔ دنیا دار کہتا ہے کہ اللہ بچے کیسے پالے گا؟ جیسے ساری کائنات کو پالتا آ رہا ہے۔ محبت کی دنیا میں یہ معذرت نہیں ہوتی بلکہ فرض کی دنیا میں ہوتی ہے۔ فرض کی دنیا میں اجازت ہے کہ آپ بیمار ہو تو ٹھہر کے نماز پڑھ لینا مگر شوق کی دنیا میں معذرت نہیں ہے۔ شوق کی تعریف میں نے پہلے ہی دن یہ بتائی تھی کہ شوق اپنی راہ میں مجبوری کی نفی کا نام ہے۔ تو محبت کیا ہے؟ محبوب کی راہ میں مجبوری کی نفی کا نام ہے محبت اور شوق کی تعریف کیا ہے؟ شوق کی تعریف یہ ہے کہ شوق کے اندر باقی وابستگیاں جو ہیں وہ آپ قربان کرتے جاؤ۔ جس سے آپ محبت کریں اس سے Sincerely کریں، خلوص کریں اور اسے Avoid نہ کریں۔ ماں بچے کی محبت میں بچے کے باپ کو چھوڑ جاتی ہے اور غفلت کر جاتی ہے کیونکہ اسے بچے کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور اگر بچے کے مالک سے محبت ہو جائے یعنی

کائنات کے مالک سے محبت ہو جائے تو پھر انسان کیا کرے گا۔ یہ کوئی بتانے والی بات نہیں ہے۔ اگر صحیح محبت ہو جائے تو پھر فارمولا کوئی نہیں ہوتا۔ پھر ذمہ داری کس کی ہے؟ پھر محبت ہی آپ کی ذمہ دار ہوگی۔ اگر آپ کو اللہ سے محبت ہے تو پھر اللہ ہی ذمہ دار ہوگا اور یہ محبت اپنے اندر ہی سے شروع ہوتی ہے اور اندر ہی مکمل ہو جاتی ہے۔ آپ نے اللہ کو اپنے آپ میں ہی ڈھونڈنا ہے۔

ہم اپنے آپ میں ہی تجھے ڈھونڈتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا۔

آپ نے جانا کہیں نہیں ہے بلکہ اپنے آپ میں ڈھونڈنا ہے اور اس کو اپنے آپ میں پانا ہے۔ اگر وہ بچوں کی محبت کا رشتہ دیتا ہے تو آپ لے لیں اور وہ جو بھی دیتا ہے وہ لے لیں۔ اللہ سے محبت بڑی بات ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ میرے کہنے پر محبت کرو بلکہ اگر محبت آپ کا شوق ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ یہ سب کا شوق نہیں ہوتا۔ پھر آپ باقی فرائض پورے کریں۔ لیکن اگر محبت ہو جائے تو زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ آسان زندگی یہ ہے کہ آپ کسی کا گلہ نہ کریں' زندگی کو قبول کریں' ایک مقصد کو زندگی بنا لیں اور زیادہ بوجھ نہ اٹھائیں۔ زیادہ بوجھ اس لئے نہیں اٹھانا کہ پھر ساتھ تو کچھ لے کے جا نہیں سکتے' جب پھینک ہی دینا ہے' کچھ عرصہ بعد چھوڑ ہی دینا ہے تو پھر کیا اٹھانا۔ مثلاً" آپ نے مکان بنانا ہے اور اچھا بنانا ہے' تو ایسا مکان بنائیں کہ پھر چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو۔ اگر آپ نے پیسے جمع کئے ہیں تو پھر بچوں کے حوالے کر کے جائیں' آخر انہوں نے ہی تو لینے ہیں۔ اس طرح آسانی ہو جائے

گی۔ تو آپ اللہ کی تمنا کرو' اللہ سے محبت کرو اور اللہ کی عبادت کرو
—— سب کچھ مل جائے گا۔ اگر نہ ملا تو بھی اللہ تو ضرور ملے گا۔ میں
ایک بات بیان کر رہا ہوں اور بیان کرنے والی بات لوگوں تک Convey
کر رہا ہوں کہ بات یہ ہے کہ اب دیکھنا یہ ہے کہ Convey کرنے والا
کیا Convey کر رہا ہے؟ یہ سوچنا چاہئے۔ دوسرا یہ ہوتا ہے کہ انسان
کے پاس بات سننے کا شوق ہونا چاہئے۔ کسی کے پاس کوئی اور شوق ہو سکتا
ہے مثلاً" کھانے کا شوق ہو سکتا ہے یا کسی اور بات کا شوق ہو سکتا ہے۔
ایک شوق یہ بھی ہوتا ہے کہ صرف محفل میں حاضر رہیں کیونکہ ایسے
شخص کو دیکھنے کو شوق ہوتا ہے۔ دیکھنے والا جب محو ہو کے دیکھتا ہے تو
آواز جو ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اس بات سے میں منع کر رہا ہوں اور
خاص طور پر' بار بار منع کر رہا ہوں کہ یہ شعبہ ہمارا نہیں ہے۔ میں آپ
کو کتنی آسان آسان باتیں سمجھاتا ہوں۔ اور پھر میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں
پھینکتا ہوں کہ آپ لوگ ہوش کرو اور باز آؤ کیونکہ یہ ہمارا شعبہ نہیں
ہے۔ ہمارا شعبہ یہ ہے کہ آپ بات سنو' اپنی زندگی کو سنوارو اور ہوش
میں آ جاؤ۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ آپ بات سنتے جاؤ اور لطف لیتے
جاؤ۔ آپ کی زندگی میں نے ذاتی رکھی ہوئی ہے' اس لئے آپ اس سے
لطف لیتے جاؤ۔ میں نے اس طرح کا قافلہ نہیں بنایا ہوا کہ شیخ کی توجہ
ہوئی' کچھ نظر آیا' جھلک دیکھی' پردہ اٹھ گیا اور ایک واقعہ ہو گیا۔ واقعہ یہ
ہے کہ ان کی مہربانی سے جن کی سب مہربانیاں ہیں' ان کی مہربانی سے
آپ کا نام ان کی لسٹوں میں چلا گیا' وہ جن پہ ساری کائنات درود بھیجتی
ہے۔ اتنا سارا ہمارا کام ہے۔ کام ہمارا چھوٹا سا ہی ہے۔ کیا کام ہے ہمارا؟

جنؑ کی عنایت اور مہربانی سے یہ نظامِ کائنات چل رہا ہے' انؑ کے تقرب میں آپ لوگوں کا نام پیش ہو گیا۔ بس ہمارا یہی کام ہے۔ ہر Scene of action پر موجود رہنے کی تمنا مجھے نہیں ہے۔ اگر وہ خود ہو تو ہو' اس میں ہرج کی کوئی بات نہیں ہے لیکن وہ ہمارا شعبہ نہیں ہے۔ تو آپ لوگ آنکھ کی بجائے کان بن جاؤ۔ میں آپ کو یہ سمجھا رہا ہوں کہ آپ جب بات سنو تو ادب سے سنو اور آنکھ بند رکھو اور نیچی رکھو۔ کھلی آنکھ کے ساتھ اگر توجہ بند ہونے لگ جائے تو آنکھ بند رہنا بہتر ہے۔ توجہ بات میں ہو رہی ہے' Concentrate ہم بات میں کر رہے ہیں' بات کے اندر ہم طلسمات کی بات کر رہے ہیں اور اگر یہ باتیں یاد رہ جائیں تو اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ یہ راز کی بات ہے اور اصلی راز کیا ہے؟ بس اللہ کا فضل ہونا چاہئے اور اس کی مہربانی ہونی چاہئے۔ ہم سارے لوگ اس کی حفاظتوں میں ہیں اور ان کی پناہ میں ہیں۔ ہمارا ذاتی مدعا کسی ایک سے وابستہ نہیں ہے' ہم ان کی راہ میں رونے رلانے والے بندے ہیں۔ ہمیں اکٹھے بیٹھنے کا وقت مل گیا ہے' مجھے بولنے کی توفیق مل گئی ہے' آپ کو سننے کا نظام مل گیا ہے اور اللہ مہربانی کرنے والا ہے۔ ایک ہی اللہ سب پر موجود ہے۔ اس لیے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہم تصنع سے بچ جائیں۔ بناوٹ سے بچ جائیں۔ زندگی کا محبوب مشغلہ میں نے کیا بتایا ہے کہ آپ اپنے گھر کو آسودہ بناؤ۔ اور کسی کو میں نے ابھی اتنا موقع نہیں دیا کہ کوئی صرف میرے ساتھ ہو اور میرا بہت Favourite ہو۔ وہ ہو نہیں سکتا۔ میں آپ کے ساتھ برابر چل رہا ہوں۔ میری نگاہ میں آپ سب لوگوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ایسا ہوتا ہے کہ کبھی ایک شخص

میری بات سن لیتا ہے' زیادہ سمجھ لیتا ہے۔ میں قرب کی تعلیم تو ضرور دیتا ہوں مگر ایک کلاس کو اور پورے گروہ کو دیتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی اکیلا شخص میرے اتنا قریب آجائے کہ گروہ ہی کو توڑ دے۔ میں گروہ جوڑ رہا ہوں اور وہ اسے توڑ دے گا۔ اس لیے میرے قریب کوئی نہیں اور میں ایسا مقرب نہیں بنانا چاہتا۔ میں یہ راز نہیں بتاؤں گا کہ اصل میں کیا ہونے والا ہے؟ جس دن میں آپ کو بتاؤں گا اس دن آپ سے ملنا بند کر دوں گا۔ میری نگاہ میں ان سب میں ابھی تک ایسا کوئی بندہ نہیں ہے کہ جس کے بارے میں میں نے وصیت کرنی ہو کہ میرے بعد کون سیٹ پر بیٹھے گا۔ میں پتہ ہے' کیا کہوں گا؟ کہ میرے بعد سیٹ کو تالا لگا دینا۔ یہاں کوئی نہیں بیٹھے گا' نہ میری زندگی میں اور نہ میرے بعد۔ ابھی تک میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ آپ راضی ہو جاؤ۔ میرے بعد یہ سیٹ میرے ساتھ ہی دریا کے اندر جائے گی۔ سیٹ نہیں ملتی۔ میں جو بات کر رہا ہوں وہ بات سنو۔ میں اس وقت ذات بھی نہیں ہوں اور چہرہ بھی نہیں ہوں بلکہ میں صرف ایک "بات" ہوں۔ آپ بات سن لو۔ ابھی بات کام آئے گی۔ پھر جب میں ایک دوسرا واقعہ بنا تو پھر میں اور بات بتاؤں گا کہ اب اور بات ہے۔ مجھ میں اللہ کے حکم سے بہت سی باتیں بننے کی صلاحیت ہے۔ خواب بننے کی صلاحیت بھی ہے۔ یہ لوگ میرا Handicap ہوتے ہیں اگرچہ یہ نیک ہوتے ہیں' معصوم ہوتے ہیں اور بھولے ہوتے ہیں کیونکہ یہ مجھ میں Involve ہو جاتے ہیں' محو ہو جاتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ Involve نہ ہوں' کھو نہ جائیں۔ جب میں یہ کہوں کہ فلاں کام کرو تو وہ کام کریں۔ مثلاً" آپ

قوالی سنیں مگر اس میں آپ کو کچھ ہونا نہیں چاہئے۔ اگر سارے محو ہونا شروع ہو جائیں تو پھر فساد ہو جائے گا۔ اس لئے آپ بات کو سنو اور قائم رہو۔ قائم رہنے کا ثبوت کیا ہے؟ کہ بات کی تفصیل یاد رہے ورنہ تو سب کچھ بھول جائے گا اور ہوش قائم نہیں رہے گا۔ اگر آپ پر زیادہ کیفیت آجائے تو مجھے بتا دیا کریں' اس طرح سب ٹھیک ہو جائے گا ورنہ ایسے آدمی ایک خیال میں بہت آگے نکل جاتے ہیں اور وہ باقی دنیا سے کٹ جاتے ہیں۔ انہیں مجذوب بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہم مجذوب بننے سے روک رہے ہیں۔ مجذوب وہ ہوتا ہے جو Balance of life یعنی زندگی کے توازن کو Upset کر دے۔ مثلاً" آپ دن کے نو بجے کام شروع کرتے ہیں لیکن مجذوب کے نو کبھی نہیں بجیں گے اور وہ دفتر نہیں جائے گا۔ اس لیئے آپ لوگ توازن کے ساتھ چلو' گھروں کو آباد رکھو' گھروں کو صاف رکھو' صاف ستھری زندگی گزارو' یہی کامیابی ہے۔ اللہ راضی رہے اور اللہ کے محبوب ﷺ کے قرب کی کوشش ضرور کی جائے۔ کوشش یہ ہو کہ آپؐ کے قریب رہنے کی تمنا ہو جائے۔ ہم سب یہ دعا کریں کہ یا اللہ اپنے محبوب پاک ﷺ کی محبت عطا فرما یہی محبت ہمارا سرمایہ ہے' یہی محبت ہمارا عمل ہے اور یہی محبت ہمارا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس کرنے والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ بس آپ چلتے جائیں۔ محویت سے اس لیئے بچنا چاہئے کہ ایسا آدمی فرائض کا راستہ گم کر دیتا ہے۔ اس لئے ہم نے محویت اور مجذوبیت سے منع کر دیا ہے' رونا اتنا نہیں ہے کہ روتے ہی چلے جاؤ اور ہنستا اتنا نہیں ہے کہ ہنستے ہی چلے جاؤ۔ آپ بیلنس رکھو اور دعا کرو کہ اللہ اپنے رحم میں رکھے اور

اللہ کے محبوب ﷺ اپنی نگاہ میں رکھیں۔ آپؐ کی نگاہ ضرور ہے کیونکہ آپؐ کی توجہ سے ہی سارا کام چلتا ہے' ان کی مہربانی ہے --- آپ لوگ یہ کام کیا کریں کہ تنہا بیٹھا کریں اور ساری امت کی فلاح اور نجات کے لیئے دعا کیا کریں کہ یا رب العالمین ! تُو حضور پاکؐ کی اس امت پر رحم فرما -- اب آپ اور سوال پوچھیں۔ ضرور پوچھیں۔

سوال :

آپ نے فرمایا ہے کہ خود کو اللہ کے سپرد کر دو تو اگر ہم ایسا کریں تو اس میں وہ منزل تو نہیں آ جاتی کہ سوائے اس کے اور کچھ نہ ہو؟ پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

جواب :

اللہ کے سپرد کرنے کے بعد جو منزل آتی ہے اسے موت سے پہلے مرنے کی منزل کہتے ہیں۔ زندہ انسان کے پاس ملکیت ہوتی ہے' اختیار ہوتا ہے' Choice ہوتا ہے' علم ہوتا ہے' عمل ہوتا ہے' اپنا ہوتا ہے اور بیگانہ ہوتا ہے۔ تو یہ زندہ انسان کے ساتھ ہوتا ہے اور جب انسان مر جائے تو پھر اپنا کوئی نہ رہا' بیگانہ کوئی نہ رہا' ملکیّت کوئی نہ رہی' ہونا کچھ نہ رہا' نہ ہونا کچھ نہ رہا' نہ تقاضا رہا نہ محرومی رہی اور نہ حاصل رہا۔ اگر آپ صرف اپنے خیال میں اپنی اس زندگی میں خود یہ چیزیں چھوڑ دیں تو پھر یہ موت ہو گی۔ اگر آپ نے سمجھ لیا کہ آپ اپنے بچوں کے مالک ہی نہیں ہیں تو پھر آپ نے بچوں کے پاس کیا چھوڑا -- مرنے سے پہلے مر جانا "ہمہ اوست" نہیں ہے۔ سب لوگ "ہمہ نیست" ہیں یعنی مٹ

جانے والے ہیں۔ "ہمہ اوست" کی اور بات ہے۔ "ہمہ اوست" میں یہ خیال رہے کہ خیر اور شر کو پہچانے بغیر یہ خطرناک چیز ہے۔ لہٰذا شیطان کو پہچانے بغیر آپ کبھی "ہمہ اوست" کے فلسفے میں نہ آنا۔ پہلے شیطان کو پہچان لینا اور پھر شیطان کے علاوہ ہر چیز "اللہ" ہے۔

سوال :

میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ خود سپردگی کے بعد ہوش بھی نہیں رہتا۔ تو پھر میں کیا کروں؟

جواب :

لاہوش انسان' بے ہوش انسان یا اللہ کی راہ میں محو انسان جو ہے وہ ایک خطرے کا ضرور شکار ہو سکتا ہے کہ وہ خیر اور شر میں Discriminate یعنی تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے گناہ میں ملوّث ہو سکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں گم ہو جانے والا پورا مجذوب ہو سکتا ہے لیکن گناہگار بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے پاس اس حالت میں گناہ کی تمیز نہیں ہوتی' اس لیئے گناہ کا امکان ہو سکتا ہے۔ اس لیئے آپ اس بات کا ہوش کرنا اور خبردار رہنا! کہیں پھر یہ نہ کہنا کہ ہمیں تو گناہ ثواب کا پتہ ہی نہیں چلا تھا۔ یہ ہوشیار رہنے کا مقام ہے کیونکہ اس حالت میں گناہ کے قریب جانے کا امکان ختم نہیں ہوتا۔ پھر یہ نہ کہنا کہ میں اس کے خیال میں گم تھا اور پاؤں کے نیچے کوئی چیز کچلی گئی۔ یہ خیال رہے۔ ہوش قائم رکھنا! تو "اللہ" کے خیال میں ہمہ حال گم رہنے والا لاعلمی میں گناہ میں ہاتھ ڈال سکتا ہے' محبت کی حالت میں یہ کر سکتا ہے' فنا فی اللہ کی حالت میں یہ کر

سکتا ہے اور خانہ کعبہ کے اندر یہ غلطی ہو سکتی ہے--- آپ میری یہ وارننگ یاد رکھنا! اس لئے میں آپ کو ساتھ ساتھ ہوشیار کرتا رہتا ہوں۔ ان الشیطٰن للانسان عدومبین۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اس لئے آپ ہوش قائم رکھیں اور اللہ کے حوالے سے سفر کرتے جائیں۔ سفر الی اللہ کا مطلب ہے سفر مع اللہ یعنی اللہ کی طرف جانا اللہ کے ساتھ ہی جانا ہے۔ آپ یہ دعا کیا کریں کہ یا اللہ ہم گناہ نہیں چھوڑ سکتے، تو گناہوں کو حکم دے کہ وہ ہمیں چھوڑ دیں----

آپ یہ دیکھیں کہ ہم اس وقت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ محفل ہم کسی اور جگہ بھی منعقد کرتے رہتے ہیں، جگہ بدلتی رہتی ہے، کبھی کسی بزرگ کے ساتھ، کبھی کسی اور بزرگ کی محفل ہوتی ہے، جو مہربانی کرتا ہے، یہ اسی کی محفل ہوتی ہے۔ ہم بھی یہاں آ کر بیٹھ جاتے ہیں اور آپ بھی۔ آپ خالی ہاتھ آ کر بیٹھ جاتے ہیں، اسی طرح ہم بھی آ جاتے ہیں۔ پھر آ کے دعا کرتے ہیں کہ یااللہ اس واقعہ کے بارے میں مہربانی فرما تو وہ واقعہ سمجھ آ جاتا ہے، کبھی کوئی روح ہوتی ہے اور کبھی کوئی اور۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ یہ کمرہ مبارک ہوتا ہے اور پھر یہاں بیٹھی ہوئی نگاہیں بعض اوقات قریب کے منظر کے اندر اتنا گم ہو سکتی ہیں کہ وہ نیکی اس کے لیئے وبال بن جائے۔ میں یہ سمجھا رہا ہوں کہ یہاں بیٹھنے کا لطف جو ہے وہ لذت نفس بھی ہو سکتا ہے یعنی میرے ساتھ تعلق کے بعد اگر آپ کو یہ خیال آئے کہ اسی محفل میں بیٹھے ہوئے کسی اور شخص سے میری اطلاع کے بغیر ملا جائے تو یہ تمنا لذت نفس ہو گی اور خطرہ ہو گا۔ تو ایسا خطرہ خانہ کعبہ تک تعاقب کر سکتا ہے۔ اس لئے آپ یہ خیال رکھیں

کہ نیکی کا نشہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بات ہم آپ کو بڑے وثوق سے بتا رہے ہیں۔ کہیں آپ نیکی کے نشے میں نہ آ جانا اور اس نشے سے آپ ضرور بچ جائیں۔ اللہ کے بتائے ہوئے احکامات یاد رکھنا اور لا تقربا ھٰذہ الشجرہ آپ اس ممنوعہ درخت کے قریب مت جانا۔ پرانے احکام جاری رہیں گے۔ آپ اپنی نیکی کو تحریک بناؤ، Movement بناؤ اور اسے نشہ نہ بناؤ۔ نیکی، تحریک کب بنے گی؟ اجتماعی شکل میں۔ وگرنہ میں اپنی تنہائی چھوڑ کے آپ کے پاس کیوں آتا۔ جب میری تنہائی آباد ہو گئی تو پھر میں اس شہر میں آبادی کے لئے آیا ہوں۔ شہر تو ویسے آباد ہوتے ہیں۔

اور وہاں بھرپور آبادی ہوتی ہے لیکن وہ آبادی کچھ نہیں ہے۔ سمجھانے والے نے یہ کہا کہ جلوہ تو ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ جلوے کو آواز دی جائے۔ ہم یہاں جلوؤں کو الفاظ دیتے ہیں اور یہ سفر بڑا Important ہے، بہت اہم ہے اور آپ اگر الفاظ کو چھوڑ کر جلوے میں داخل ہو جائیں تو بہتر تو یہ ہے کہ ہم واپس اپنے گھر چلے جائیں — آپ میرے ساتھ اس سفر میں الفاظ کی نسبت سے شامل ہیں ورنہ آپ کی اور میری نسبت کوئی نہیں ہے۔ میں اس حد تک آپ کو واضح بات بتا رہا ہوں کہ میری اور آپ کی نسبت "الفاظ" کے ذریعے سے ہے۔ اگر یہ نسبت جلوے کی ہوتی تو میرے لئے جلوہ تو تنہا ہے۔ جلوہ اگر اہم ہوتا تو وہ جلوہ ہی رہتا۔ اللہ نے کہا ہے کہ میں جلوہ تھا اور میں نور تھا، پھر میں نے ارادہ کیا کہ ظاہر ہو جاؤں۔ پھر وہ جلوہ مخفی نہیں رہ سکا۔ تو جلوے کا رُوبرُو رہنا Enough Achievement نہیں ہے، یہ حاصل کافی نہیں ہے۔ اگر

اُمّت گمراہ ہو جائے اور ایک آدمی صاحبِ جلوہ ہو جائے تو یہ اس شخص کا حاصل نہیں ہے۔ اس لئے آپ لوگ اس بات کا خیال رکھیں کہ ہوش قائم رہے اور اللہ کی طرف سفر جاری رہے۔

اللہ ہم سب پر کرم فرمائے۔ و صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۴

سر! انسان، خدا اور کائنات کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

سوال :-

سر! انسان، خدا اور کائنات کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

جواب :-

ایک زندہ، حساس اور ذی جان انسان جانتا ہے کہ وہ زندہ ہے کیونکہ یہ اس کا احساس ہے کہ وہ زندہ ہے اور اگر اس کا کوئی عقیدہ بھی ہو تو ایک ذی جان اور ذی عقیدہ انسان جب یہاں دنیا میں جائزہ لیتا ہے تو وہ کسی نہ کسی طریقے سے اپنے آپ کو گردوپیش سے متعلق سمجھتا ہے اور اگر گردوپیش سے اس کا تعلق نہ ہو تو وہ خود کو زندہ نہیں سمجھتا۔ اگر عقیدہ نہ ہو تو انسان اور کائنات کے تعلق کے قیام تک ہی کھیل رہتا ہے یعنی اگر عقیدہ نہ ہو تو پھر انسان اور اس کائنات کے درمیان تعلق کی حد تک ہی زندگی رہتی ہے یعنی اس انسان کا تعلق صرف اپنے گرد ہونے والے واقعات سے رہتا ہے۔ عقیدہ نہ ہو تو انسان فطرت کو صرف اس کی رنگینیوں اور نیرنگوں تک ہی سمجھ سکتا ہے اور اپنے آپ کو، اپنی زندگی کو اور اپنے گرد و پیش کو بھی صرف واقعے کی حد تک دیکھتا ہے۔ مثلاً" وہ یہ سمجھتا ہے کہ موسموں کا تغیّر و تبدّل جو ہے وہ سورج کے دم

سے ہے' زمین کی گردش سے ہے اور زمین کی روزانہ گردش یا Annual گردش جو کہ اپنے گرد یا سورج کے گرد ہے' اس کے دم سے موسموں میں تغیّر اور تبدّل آتا ہے' دن رات کا بننا ہوتا ہے' ہواؤں کے چلنے سے موسم بدلتے ہیں اور سورج کی وجہ سے یہ ساری گرمی اور یہ ساری تازگی قائم ہے۔ وہ یہ تو جانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ سورج ایسا کیوں ہے؟ اور زمین ویسی کیوں ہے وہ یہ بالکل نہیں جانتا! یہاں پر عقیدہ اس کے کام آسکتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان اس کائنات کے اندر ہونے والے واقعات سے متعلق رہتا ہے اور اس کائنات میں ہونے والے واقعات جاننا چاہتا ہے' جانتا ہے' تحقیق کرتا ہے' تجسّس کرتا ہے' غور کرتا ہے' راز دریافت کرتا ہے' وجوہات دیکھتا ہے' نتائج دیکھتا ہے' لیکن وہ یہ نہیں جان سکتا کہ یہ سب ایسا کیوں ہے؟ وہ یہ بالکل نہیں جان سکتا! تو اگر زندگی عقیدے سے محروم ہو تب بھی کائنات سے متعلق تو رہتی ہے۔ جب بھی آپ بے عقیدہ ہونے کے باوجود زندگی کا بیان کریں گے تو اس میں گردوپیش کے واقعات آئیں گے' زمین آئے گی اور آسمان آئیں گے یعنی یہ سارے واقعات آئیں گے لیکن اس فطرت کے رنگوں کے پیچھے کسی فطرت بنانے والے کا ذکر نہیں آئے گا۔ جب ایک انسان اور باشعور انسان اگر عقیدہ بھی رکھتا ہو تو پھر وہ اپنے اور کائنات کے تعلق کی دریافت کے بعد اس تعلق کو پیدا کرنے والے کو بھی دریافت کرتا ہے۔ تو اب انسان اور کائنات کے علاوہ ایک اور ذات آگئی ہے اور وہ ہے خدا۔ تو صاحبِ عقیدہ جو ہے وہ اس بات پہ غور کرتا ہے کہ میں کس حد تک "میں" ہوں' کائنات کس حد تک کائنات ہے اور

بھیجنے والے نے کس حد تک مجھے کہاں بھیجا ہے۔ وہ اپنی زندگی کو کسی بھیجنے والے کا مرہونِ احسان سمجھتا ہے۔ یہ اس کا عقیدہ بن جاتا ہے۔ پھر آپ کائنات کو دیکھتے ہیں اور روشن سورج، روشن چاند اور روشن تاروں کو دیکھتے ہیں۔ اگر ساری کائنات کی تمام اشیاء آپ پر اثر نہ کریں تو پھر یہ آپ کے لئے بیکار ہیں۔ گویا کہ اس کائنات کی ہر چیز، باہوش اور باشعور انسان کے لئے ہر وقت ایک اثر رکھتی ہے اور وہ یہ اثر ہمیشہ محسوس کرتا ہے۔ جب اس شخص کو وہ بات سمجھ آجائے تو پھر وہ اس چیز، اس کائنات کو بنانے والے سے تعلق کے حوالے سے سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ نے کتنا رحم کیا کہ آج موسم اچھا ہے حالانکہ موسم آتے ہی رہتے ہیں لیکن وہ کہتا ہے کہ اللہ کی مہربانی سے آج کا موسم بہت اچھا ہے اور دوسرے شخص کے بارے میں کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ اس پر اللہ ناراض ہے کیونکہ شادی والے دن اتنی بارش ہو گئی کہ ساری شادی درہم برہم ہو گئی ہے۔ تو صاحبانِ عقیدہ اپنے علم اور اپنی تحقیق کو فرمانِ الٰہی سے تعلق میں رکھتے ہیں، اس کے قریب کرتے ہیں اور اپنے احساس کو اپنے مشاہدات کو اور اپنی دریافت کو منشائے الٰہی کے تابع کرتے ہیں اگرچہ وہ بھی اپنا حصہ اسی کائنات سے لیتے ہیں۔ تو سب کو خیال کا حصہ کہاں سے ملے گا؟ اسی کائنات سے۔ مثلاً" اگر آپ غم زدہ ہوں تو یہ غم اسی کائنات سے ہی تو ملا ہے اور کائنات کا یہ غم انسانوں، اشیاء، احوال، زمین، آسمان اور گردشِ زمانہ سے ملتا ہے۔ تو غم اور تو کہیں سے نہیں ملتا بلکہ یہاں سے ہی ملتا ہے۔ مثلاً" کوئی رشتے دار فوت ہو جائے تو وہ آپ کا غم بن جاتا ہے۔ کسی اور جگہ سے کوئی بری خبر آگئی تو یہ غم جو آپ کو ملتا

ہے اسی کائنات سے ملتا ہے اور کائنات ہی آپ کو غم زدہ کرتی ہے' پھر کبھی آپ کو یہ کائنات خوش کرتی ہے۔ مثلاً" اچانک خوشی کی کوئی خبر آگئی' مبارک آگئی کہ اچانک ہی چاند ہو گیا تو خوشی مل جاتی ہے۔ جو لوگ اہلِ عقیدہ ہیں ان کو اگر غم آجائے تو وہ کہتے ہیں کہ اناللّٰہ و انا الیہ راجعون اور اگر خوشی آگئی تو کہتے ہیں الحمد للّٰہ' تو گویا کہ یہ کائنات آپ کی باطنی اور ظاہری زندگی کی پرورش کرتی ہے' توانائی یہاں سے ملے گی' خوراک یہاں سے ملے گی' احساس یہاں سے ملے گا' غم یہاں سے ملے گا' خوشی یہاں سے ملے گی اور جتنے بھی آپ کے ظاہری باطنی قواء ہیں سارے کے سارے یہیں سے تربیت پائیں گے اور یہاں پر ہی آپ کی زندگی مکمل ہوگی اور جو لوگ عقیدے کے بغیر ہیں وہ کہتے ہیں کہ سارے ہی آتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں۔ ان کو کائنات کی گردش روز گار ختم کر جاتی ہے۔ اور عقیدے والے سے اللہ فرماتا ہے کہ اس زندگی پہ غور کرو کہ میں نے تمہارے لئے کیا کیا بنا رکھا ہے اور پھر جب عقیدے والے کائنات پر غور کرتے ہیں تو پھر وہ کہتے ہیں ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا یعنی " میرے رب! یہ جو کچھ تو نے بنایا ہے یہ عین حقیقت ہے اور یہ باطل نہیں ہے"۔ تو گویا کہ آپ نے اپنا احساس' اپنی زندگی' اپنا غم اور اپنی خوشی اس کائنات کے مشاہدات سے حاصل کرنی ہے۔ مگر آپ نے عقیدہ یہاں سے حاصل نہیں کرنا بلکہ عقیدہ آپ کو دین نے دے دیا ہے۔ عقیدہ تحقیق سے نہیں ملتا بلکہ عقیدہ تسلیم سے ملتا ہے۔ انسان جیسا بھی ہے' جتنا بھی Developed ہے' اس کی Development اس کا ظاہر' اس کا باطن' اس کا مشاہدہ' اس کی کائنات'

اس کی یاد، اس کا ماضی اس کا مستقبل، اس کے غم اور اس کی خوشی، سارے کا سارا کائنات کا احسان ہے۔ یہ بڑے کمال کی بات ہے کہ آپ صرف بیٹھے رہیں تو پرورش پاتے رہتے ہیں، ذہن Develop ہوتا رہتا ہے اور نظارے آپ کے سامنے سے گزرتے رہتے ہیں۔ یوں آپ نے گھر بیٹھے میلہ دیکھ لیا یعنی صرف اپنی جگہ پر قائم رہنے سے غم اور خوشی کی وافر مقدار میں خوراک مل جاتی ہے۔ فرض کریں آپ کی زندگی بڑی محفوظ ہے اور آپ نے اپنا مکمل Defence بنا لیا ہے۔ مگر پھر باہر سے غم کی خبر آ جائے گی کیونکہ آپ کا دوست تو محفوظ نہیں ہے اور رشتے دار تو محفوظ نہیں ہیں۔ اگر کسی کو دعا مل جائے کہ تیری زندگی اب ہمیشہ رہنے والی زندگی ہوگی تو کچھ عرصے کے بعد اس کی حالت دیکھنے والی ہوگی، پہلے اس کے سامنے ماں باپ مر جائیں گے، پھر اولاد مر جائے گی، پھر سارے واقف کار ختم ہو جائیں گے ۔ پھر وہ کہے گا کہ میں اس اجنبی دیس میں کہاں پھنس گیا ہوں۔ تو ایسے انسان کے لئے لازوال زندگی بھی لازوال غم کا باعث بن جاتی ہے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے آپ کو فانی زندگی دی ہے اور فانی غم دیئے ہیں۔ لہٰذا آپ فانی ہو کے چپکے سے رخصت ہو جانا، کیونکہ اگر آپ کو باقی بنا دیا جائے تو اتنا غم آپ سمیٹ ہی نہیں سکیں گے۔ اتنی یادیں آپ سمیٹ ہی نہیں سکتے اور آپ ایسی زندگی سے تنگ آ جائیں گے۔ جب بڑھاپا آتا ہے تو انسان ویسے ہی کہتا ہے کہ اب رخصت ہو جانا چاہئے۔ اگر لازوال عمر مل جائے تو سارے چہرے ایک ایک کر کے ختم ہو جائیں گے۔ آپ کے لئے ایک وبال بن جائے گا اور ایک عذاب بن جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے

آپ کو ایک ایسی زندگی عطا کی جو اسی Duration میں تمام غم، تمام خوشی اور تمام مشاہدات کر کے مکمل ہو جاتی ہے اور پھر رخصت ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی زندگی اس کی بڑی مہربانی ہے۔ تو اصل راز یہ ہے کہ آپ کا غم، آپ کی خوشی اور آپ کا باطن، یہ سب کچھ اس کائنات نے آپ کو دیا۔ کبھی کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ آپ غمگین ہو جاتے ہیں، تو یہ غم بھی آپ کو کائنات نے دیا ہے، یعنی آپ کے ماحول نے دیا ہے اور بڑی اہم بات ہے کہ وہ ماحول جس نے آپ کو غم زدہ کیا ہے وہ کبھی کبھی آپ کو یہ غم دے کر خود غم زدہ ہو جاتا ہے، ورنہ غم دینے کے بعد، غم دینے والی شے اگر غمگین نہ ہو تو کہتے ہیں کہ اس نے ظلم کیا ہے اور پھر لگتا ہے کہ کائنات ظالم ہے۔ پھر انسان شکوہ کرتا ہے کہ سورج چمکتا رہا لیکن میری دنیا میں روشنی نہ تھی" میرے پاس جگنو کی روشنی تک نہ تھی اور اس کی دنیا میں روشنیوں کے فانوس جگمگاتے رہے۔ اگر کائنات غم دے اور غم میں شرکت بھی نہ کرے تو ہم اسے ظلم کہتے ہیں اور اگر آپ کو یہ محسوس ہو کہ غم دینے کے بعد وہ ماحول بھی غمگین ہو گیا ہے تو پھر آپ کا غم جو ہے وہ Chaste ہو جائے گا، Noble ہو جائے گا، یعنی مقدس ہو جائے گا اور یہ غم کائنات میں ایک امانت کے طور پر پرورش پائے گا۔ تو دو طرح کے غم ہو گئے۔ پہلا غم تو وہ ہے جس میں کائنات غم کے بعد خیال نہیں رکھتی اور یہ غم ایک Punishment ہے، سزا ہے۔ اور اگر غم دینے کے بعد ماحول بھی غمگین ہو گیا تو یہ غم جو ہے وہ ایک امانت کے طور پر پرورش پائے گا۔ تو غم دینے والی جو کائنات ہے کبھی کبھی وہ آپ کے غم میں خود بھی غم زدہ ہو جاتی ہے یا آپ کے احساس میں غم

زدہ ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کو غم دینے کے بعد آپ کے احساس میں یہ کائنات غمگین ہو جائے تو پھر آپ کا Relation یعنی تعلق اس کائنات سے ہوگیا۔ اس طرح آپ اپنے آپ کو کائنات سے متعلق سمجھنے لگ جائیں گے۔ مثلاً" آج آپ کے گھر میں خوشی ہے اور آپ کو ایسے لگتا ہے کہ ساری خوشی ہے تو سمجھیں کہ اب آپ کا تعلق کائنات سے ہو گیا۔ اچھے انسانوں کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ غم میں ہر چیز غمگین نظر آتی ہے اور خوشی میں اس کو ہر چیز خوش نظر آتی ہے۔ اگر کبھی آپ کو غم میں یہ کائنات خوش نظر آئے اور آپ کی خوشی میں یہ کائنات غمگین نظر آئے تو یہ Dis-coordination یعنی کائنات سے آپ کی لاتعلقی ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فطرت کسی انسان کی خود پرورش کرتی ہے اور وہ کائنات کا اہم حصہ بن جاتا ہے۔ اس کے غم کی داستان ساری کائنات کے لئے غم کا باعث بن جاتی ہے' اس کا قصہ اور اس کا واقعہ ساری کائنات کے لئے غم کا باعث بن جاتا ہے' اس مقام پر یہ کیفیت بن جاتی ہے کہ کائنات سے تعلق والا یہ آدمی اگر غمگین بیٹھا ہو تو اسے ایسا احساس ملتا ہے کہ وہ کہتا کہ "نے" یعنی بنسری کی آواز جو ہے یہ جدائی کی فریاد کررہی ہے۔ بنسری کیا کہتی ہے؟ میں جدائی میں رو رہی ہوں۔ یہ بات مولانا رومؒ نے غور کر کے بتائی کہ جس طرح بنسری اپنے جنگل کے بانس سے جدائی پر رو رہی ہے' اسی طرح وہ انسان خدا سے جدا ہو کر اس دنیا میں آکر روتا ہے۔ اور کائنات مولانا رومؒ کی اس بات سے Agree کر جاتی ہے۔ ایسا آدمی جو ہے وہ فطرت کا حصہ ہوتا ہے' اس آدمی کا غم کائنات خود سمیٹتی ہے اور اس کے غم کو دوبالا کرتی ہے' اسی طرح اس

آدمی کی خوشیاں بھی کائنات سمیٹتی ہے اور انہیں دوبالا کرتی ہے۔ اب آپ نے یہ دریافت کرنا ہے کہ اس کائنات کے لئے آپ کتنا Matter کرتے ہو اور یہ کائنات آپ کے لئے کتنا Matter کرتی ہے۔ اب میں آپ کو اس کا راز بتاتا ہوں' یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کے آنے اور جانے کے بعد اس کائنات میں فرق نہ پڑا ہو' فرق ضرور پڑتا ہے کیونکہ آنا ضروری تھا اور پھر اس End کے بعد جانا بھی ضروری ہے۔ اب آپ نے یہ دریافت کرنا ہے کہ وہ کون سی ضرورت تھی جس کی وجہ سے آپ کا آنا ضروری تھا اور جس کی وجہ سے آپ کو جانا پڑ رہا ہے۔ آپ کو صرف اتنی سی چیز دریافت کرنی ہے۔ ایک آدمی کے پیدا ہونے پر Nature کی' فطرت کی کروڑ ہا سال کی Investment ہے ورنہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک چہرہ کسی اور چہرے کے برابر ہو جاتا اور کوئی انسان کسی اور انسان کے برابر ہو جاتا' لیکن یہ واقعہ نہیں ہوتا۔ گویا کہ یہ بات بڑے ہی کوالٹی کنٹرول کے ساتھ آئی ہے' بڑے حساب سے آئی ہے۔ تو اسی زمان و مکان میں' اسی کائنات میں' اسی جگہ پر' اسی ماحول میں اور اسی وقت میں آپ کا ہونا عین ضروری تھا۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اتنا ہی ضروری ہوتا ہے آپ کا واپس جانا۔ آپ اہلِ عقیدہ ہیں' اہلِ عقل ہیں اور اگر آپ کو آنے کی اہمیت کا پتہ نہ ہو اور جانے کی ضرورت کا پتہ نہ ہو تو پھر آپ یہ سمجھیں کہ آپ غافل ہیں۔ نیچر کا کوئی بھی عمل بے مقصد نہیں ہوتا۔ اپنے ہونے کا مقصد آپ نے خود دریافت کرنا ہے اور یہ مقصد اس وقت دریافت ہوتا ہے جب آپ اس کائنات کے ساتھ' مالکِ کائنات کے حوالے سے متعلق ہوں یعنی تعلق

میں ہوں۔ مثلاً" یہ جو آپ محنت کر رہے ہیں اس محنت کا نتیجہ کامیابی ہونا چاہئے۔ یہ تو آپ کہتے ہیں کہ یہ کامیابی عقل سے ملی ہے۔ مگر آپ عقل دینے والے کا شکریہ ادا کرو کہ اس نے آپ کو کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایک خاص عقل عطا فرمائی جو ایک خاص ماحول میں چلتے ہوئے ایک خاص کامیابی تک پہنچی۔ اسی طرح اس نے آپ کو ایک خاص دل دیا جو ہر حال میں چلتے چلتے کہیں نہ کہیں غمگین ہو جاتا ہے' یہ خاص دل چلتے چلتے کہیں نہ کہیں Involve ہو جاتا ہے اور یہ دل جو ہے وہ محبت والا دل ہے۔ تو یہاں پر ہی آپ سب دیکھتے رہتے ہیں یعنی اپنا Involve ہونا دیکھتے رہتے ہیں اور مصروف ہونا دیکھتے رہتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں میں بڑا Busy ہوں کیونکہ بچوں کے لئے خوراک اکٹھی کرنی ہے۔ مگر یہ دیکھیں کہ بچے کیا ہوتے ہیں؟ اللہ کی عطا! اور بچوں کے لئے احساس کیا ہوتا ہے؟ دینے والے کی عطا! تو عطا جو ہے وہ دینے والے کے حوالے سے ہی عطا ہے۔ تو آپ حوالہ کبھی نہ بھولنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ حوالہ بھول جائیں اور جو چیز اس نے آپ کو عطا کی ہے' آپ کے حوالے کی ہے' آپ اس میں ہی گم ہو جاؤ۔ جس نے چیز حوالے کی ہے' حوالہ وہی رہے گا۔ آپ اس شے میں گم نہ ہو جانا' نعمت میں نہ گم ہوجانا بلکہ منعم کا خیال رکھنا' غم میں گم نہ ہو جانا بلکہ غم دینے والے کا خیال رکھنا' خوشی میں گم نہ ہو جانا بلکہ خوشی دکھانے والے کا خیال رکھنا' زندگی میں نہ گم ہو جانا بلکہ زندگی دینے والے کا خیال رکھنا اور موت میں بھی غم زدہ نہ ہونا بلکہ موت دینے والے کا خیال رکھنا کہ اس کی مرضی جب چاہے اٹھالے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ دین والوں کے لئے یہ ضروری ہے

کہ وہ اپنے اعمال، اپنے مشاہدات، اپنا سفر اور اپنے واقعات باری تعالیٰ کے حوالے سے پہچانیں، ورنہ تو ساری گمراہی ہو جائے گی، محنت بھی ہو گی اور گمراہی بھی ہو جائے گی۔ نیکی بھی اگر اللہ کے حوالے کے بغیر ہو یعنی مجبوری کی نیکی ہو تو یہ آپ کی انا ہے۔ مجبوری میں کی گئی نیکی آپ کی اپنی انا ہے۔ عبادت جو ہے یہ بھی آپ کی اپنی انا ہے۔ اگر عبادت اللہ کے حوالے سے ہے اور حوالہ ہر حال میں موجود ہے تو پھر آپ کی نیکی ادب میں ہوگی اور آپ کی عبادت ادب میں ہو گی۔ عبادت کا معنی ہے مالک کا قرب، مالک کا قرب جو ہے وہ نیک لوگوں کو مدھم کرے گا اور دھیما کرے گا۔ اللہ کریم کا فرمان ہے اللہ کریم کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آواز اونچی کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کسی نے اللہ کے سامنے آواز اونچی کی تو؟ وہ تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اللہ مالک ہے، خالق ہے۔ گویا کہ اللہ کے گھر میں بیٹھ کر اونچی آوازیں اور اونچی صدائیں اور اونچے جھوٹ بولنے والے کے اعمال تو اعمال ہی نہ رہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کے تقرب کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا دل جو ہے وہ Noble نہیں ہوا، اس کی آواز مدھم نہیں ہوئی اور اس کی نگاہ زمین پر نہیں لگی تو وہ اللہ کا تقرّب حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ولا تمش فی الارض مرحا ”زمین پر اکڑ اکڑ کر نہ چلو“۔ اکڑ کر چلنے والے جو ہیں یہ اللہ کا تقرّب کبھی حاصل نہیں کرسکتے۔ گویا کہ زمین پر بھی ادب سے چلنا چاہیئے۔ تو اللہ کے قرب میں جو لوگ داخل ہوتے ہیں وہ تحمّل میں آجاتے ہیں۔ اکڑنا، تیز ہونا اور شوخی کرنا اللہ کے تقرّب کی نفی ہے۔ اگر نیکی آپ کو دھیما نہ بنائے تو پھر

سمجھیں کہ آپ کو کائنات سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ تو آپ نے اپنا احساس اسی کائنات میں سے دریافت کرنا ہے' پہلے تو دریافت کرنا ہے اور پھر یہ کرنا ہے کہ یہ احساس اسی کائنات کو لوٹا دینا ہے۔ تو جب آپ کو کائنات سے غم ملا آپ اپنا غم اسی کائنات میں بکھیر دیں اور خوشی ملی تو اس کائنات کو خوشی دے جائیں۔ گویا کہ کائنات میں خوشی اور غم کا احساس اور Total amount اتنا ہی رہتا ہے' کچھ آپ نے یہاں سے اٹھایا اور اس کو آگے جا کے کسی کو دے دیا۔ یعنی آپ نے غم حاصل کیا اور پھر غم کو بیان کر دیا' خوشی حاصل کی اور خوشی بیان کر دی۔ اسی طرح جن لوگوں کو جو جو بھی صفات ملی ہیں' وہی صفات انہوں نے کائنات میں لگا دیں اور زمانے کو بانٹ دیں اور خود جس طرح خالی ہاتھ آئے تھے اسی طرح خالی ہاتھ چلے گئے۔ تو یہاں پر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جتنا آپ نے لیا ہے' آپ اتنا لوٹائیں' جو کچھ آپ کو حاصل ہوا' وہ آپ لوٹا دیں۔ ظلم والا آدمی ہماری گفتگو میں نہیں آئے گا کیونکہ اس کا احساس غلط ہے یعنی جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے کائنات سے ظلم ملا ہے' وہ ہماری گفتگو سے باہر ہے کیونکہ اس کا شعور ناقص ہے۔ کیونکہ جس کو زندگی سے پیار نہیں ہے' اس سے ہماری بحث نہیں ہے۔ ہم کس کی بات کر رہے ہیں؟ ہم باشعور انسان کی بات کر رہے ہیں اور باعقیدہ انسان کی بات کر رہے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو' اپنے اللہ کے حوالے سے' اس کائنات کے مشاہدات دیکھتا ہوا' کبھی ان مشاہدات کو بیان کر جاتا ہے' کبھی ان کی تاثیر بیان کرتا ہے اور کبھی نتیجہ بیان کرتا ہے۔ تو یہ تین قسم کے بیان ہیں۔ مثلاً" کوئی کہتا ہے کہ یہ کائنات ہے' یہ سورج نکل رہا ہے اور یہ ڈوب

رہا ہے' کیا منظر ہے! کسی نے صرف منظر کو بیان کیا ہے' کسی نے اس کا نتیجہ بیان کیا ہے اور کسی نے اپنے آپ پر ہونے والی تاثیر کو بیان کیا ہے کہ میرے ساتھ یہ یہ کچھ ہوا ہے۔ پھر کسی نے ایک اور طریقے سے بیان کیا ہے کہ مالک جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اب یہ ہر نتیجے کا نتیجہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فقراء کی شکل میں اور پیغمبروں کی شکل میں آئے اور انہوں نے آخری نتیجہ بیان کیا کہ آپ سب اللہ کے حکم سے آئے ہیں اور اسی کے حکم سے چلے جائیں گے اور جو درمیان کے لوگ تھے وہ یہ وضاحتیں کرتے رہے کہ پہلے تمہارا یہاں دنیا میں ہونا ہے اور پھر تمہارا ہونا نہیں ہے' یہ تمہارے بچے نہیں ہیں' تمہارا کسی کے ساتھ تعلق نہیں ہے' بس آپ صرف اپنا خیال رکھو اور اس طرح وہ لوگ اس خیال کی وضاحت کرتے گئے اور کچھ لوگ صرف فطرت کو بیان کرتے گئے کہ کائنات کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس لئے آپ اللہ تعالیٰ کو ماننے کے بعد اس کائنات میں ہونے والے تمام واقعات کو اللہ کی منشاء کے مطابق پہچانیں اور پھر اس کائنات میں ہونے والے غم کے واقعہ کا کائنات کو الزام نہ دیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ اللہ کی مرضی کیا ہے اور آپ سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے اللہ کو راضی کریں اور کائنات میں ہونے والے واقعات کے ذریعے اللہ کو تسلیم کر کے اسے راضی کرلیں۔ اگر اللہ نے غریبی دی ہے تو اسے تسلیم کرلیں' امیری دی ہے تو اسے تسلیم کرلیں۔ کوشش کرنے کا آپ کو حق ہے مگر گلہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ تو کائنات اللہ کریم کے ساتھ آپ کا تعلق Create کرنے کا ایک Instrument ہے' ذریعہ ہے۔ کبھی کبھی آپ کا تعلق اللہ کے ساتھ ڈائریکٹ ہوتا ہے یعنی کائنات

کے بغیر، وہ تعلق زمان و مکان سے دور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی لامکاں میں ایسا تعلق بنا لیتا ہے۔ مثلاً" انسان پر سجدے کی کوئی کیفیت ایسی آ جائے کہ وہ کہے کہ اب نہ زماں ہے اور نہ مکاں ہے، اقبالؒ نے کہا ہے کہ ۔

خرد ہوئی ہے زمان و مکان کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں، لا الٰہ الا اللہ

وہ ایسا مقام ہے کہ وہاں زماں نہیں ہے اور مکاں نہیں ہے۔ اقبالؒ نے اس مقام کی نشاندہی کر دی ہے۔ زندگی میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ جہاں زمان و مکاں نہیں ہوتے، یہ مقام کبھی کبھی کسی کو ملتا ہے! ورنہ زمان و مکاں کی قید میں آپ پابند رہیں گے اور آپ زمان و مکاں کے اندر سے گزریں گے۔ زمان و مکاں سے گزرتے ہوئے خالق کون و مکاں کو انسان فراموش نہیں کر سکتا۔ پھر آپ کو یہ راز نہاں سمجھ آتا ہے۔ اب آپ کائنات کا اپنے حوالے سے جائزہ لو اور آپ اپنی کشمکش کو Reconsider کرو، دوبارہ غور کرو۔ یہی کشمکش جو ہے وہ بغاوت ہو سکتی ہے۔ آپ کی مجبوریاں آپ کے لئے ایک خوفناک نتیجہ مرتب کر سکتی ہیں۔ آپ کی مصروفیت گمراہی بھی ہو سکتی ہے اور آپ کی مصروفیت عبادت بھی ہو سکتی ہے۔ آپ مجبوری میں جو عمل کر رہے ہیں وہ جائز بھی ہو سکتا ہے اور مجبوری میں جو عمل کر رہے ہیں وہ ناجائز بھی ہو سکتا ہے، آپ کے اعمال خراب بھی ہو سکتے ہیں اور آپ کے اعمال عذاب لا سکتے ہیں۔ آپ یہ خیال کریں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں بھی زندگی مشکل میں گزادیں اور عذاب میں گزاریں اور آگے بھی مصیبت بن

جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یا ایھا الا نسان انک کادح "اے انسان تجھے محنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے"۔ تو اے انسان! محنت کرنا تیری جبلت ہے، محنت کرنا تیری فطرت ہے، تو محنت پر مجبور ہے، تو بیکار بیٹھ نہیں سکتا، تو ضرور کچھ کرے گا اور تو ضرور محنت کرے گا، دیکھ لینا تیری محنت ایک نتیجہ مرتب کرے گی اور کہیں ایسا نہ ہو کہ محنت کرتے کرتے تیری محنت چور جیسی محنت ہو جائے، تیری محنت جواری کی محنت ہو جائے، تیری محنت ڈاکو کی محنت ہو جائے، تیری محنت گناہ کی تلاش کی محنت ہو جائے، تیری محنت حقیقت کو چھپانے والی محنت ہو جائے اور تیری محنت اللہ کے خلاف بغاوت کی محنت بن جائے کیونکہ اللہ کے خلاف بغاوتیں کرنے والوں نے بڑی محنتیں کی ہیں اور یہ ساری اللہ کے خلاف محنتیں ہیں۔ تو آپ لوگ خیال رکھیں کہ آپ کی جو محنت ہے وہ آپ کے لئے کوئی خوفناک نتیجہ نہ لے آئے، اس لئے اے انسان! تو اس راستے پر محنت کر جو تیرے رب کریم کا راستہ ہے، اس لئے کہ محنت تو تو ضرور کرے گا، محنت کرتے ہوئے تو اس راستے پر ضرور چل جو تیرے رب کریم کا راستہ ہے اور اگر تجھے اس راستے کی سمجھ نہیں آتی ہے تو پھر اس راستے پر چلنے والوں کو ڈھونڈ لے۔ اس راستے پر چلنے والوں کا تقرب انسان کو راستے کی بہت ساری پیچیدگیوں سے بچا دیتا ہے۔ مثلاً" اگر ایک قافلہ کہتا ہے کہ میاں میر صاحبؒ کے پاس چلیں گے یا میاں شیر محمد صاحبؒ کے پاس چلیں گے تو یہ لازمی بات ہے کہ وہ قافلہ گمراہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ آگے ایک بزرگ کا نام اور مقام ہے۔ اگر نقشبندی قافلہ کسی عرس پر جا رہا ہو تو ان کو کہا جاتا ہے کہ کافیاں بند کرو، سماع منع ہے۔

ایک نقشبندی بزرگ کے پاس ایک مرید گیا تو وہ کہنے لگے کہ پروا نہ کر' میں تمہیں داڑھی رکھنے کے لئے نہیں کہوں گا کیونکہ اگر جنت میں کوئی بھی داڑھی کے بغیر گیا تو میں تمہیں بھی ضرور لے جاؤں گا مگر بغیر داڑھی والے نے جنت میں جانا نہیں۔ اس مرید نے یہ سن کر فوراً" داڑھی رکھ لی۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نقشبندی طریقت میں یہ بات بڑی ضروری ہے۔ علامہ اقبالؒ کو بھی انہوں نے بڑی مشکل سے Accomodate کیا تھا کہ ان کی تو باطنی داڑھی ہے۔ تو طریقت کے راستے پر چلنا بڑی محنت کی بات ہے اور یہ بڑا مقام ہے۔ طریقت کے راستے میں سنگت ضرور ہونی چاہیے۔ عام طور پر نیکی کے راہ کی سنگت گمراہ نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر آپ کو تنہائی میں چلنا مشکل ہو رہا ہے اور پہچان مشکل ہو رہی ہو' تو پھر آپ نیکی کی سنگت بنا لو' تب یہ سنگت کامیاب ہو گی۔ میاں محمد صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ ؎

پانی بھرن سہیلیاں تے رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

یعنی سب سہیلیاں اپنے رنگین گھڑے لے کر پانی بھرنے چلی ہیں لیکن کامیاب وہی کہلائے گی جو گھڑا بھر کر واپس پہنچے گی۔ منزل تو سب کی اپنی اپنی ہو گی۔ لیکن عام طور پر راستے کی گمراہی اجتماعیت کی وجہ سے بچ جاتی ہے۔ اگر سنگت میں دو آدمی مل کر "من" اور "تُو" کی بحث کریں' باہمی نفس کو بیان کریں تو اس سنگت کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ ان دونوں آدمیوں کی گفتگو اگر باہمی ہو یعنی صرف مابین تک ہی رہ جائے کہ آپ کہاں رہتے ہیں "میں وہاں رہتا ہوں"' "آپ کا مکان کتنے کمرے

پر مشتمل ہے "" وغیرہ وغیرہ' تو دونوں گمراہ ہو گئے۔ آپ بات کو سمجھتے نہیں۔ اگر دونوں یعنی وہ آدمی صرف اپنی ذات کو Discuss کرتے ہیں تو وہ گمراہ ہو سکتے ہیں' اپنے احوال اور اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں تو گمراہ ہو سکتے ہیں اور عقیدہ کے بغیر ہو سکتے ہیں۔ دین کو بیان کرنے کے لئے کم از کم سنگت پانچ افراد کی ہونی چاہیۓ' چار شخص راستہ چلنے والے اور پانچواں ان کے راستے کی نشاندہی کرنے والا ہوتا ہے۔ چار آدمی فیصلہ کر کے اللہ کے نام پر' اللہ کے راستے کی اگر بغیر کسی حوالے کے ہی تلاش شروع کر دیں تو بھی بالعموم کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تو اس لئے ان کے گمراہ ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا کیونکہ یہ Crowd بن جاتا ہے' ہجوم بن جاتا ہے' جماعت بن جاتی ہے۔ تو چار بندے عام طور پر گمراہ نہیں ہوتے۔ گمراہی یہ ہے کہ اپنے نفس کی تائید کرانا' اپنے وجود کی تائید کرانا' اپنے جسم کی تائید کرانا یا اپنی ذات کو تسلیم کرانا اور یہ سب گمراہی ہوتی ہے۔ اگر کسی کا منصب پیغمبری ہو تو وہ خود کو پیغمبر تسلیم کرائے گا لیکن آپ کا ایسا کوئی منصب نہیں ہے' اس لئے آج کا انسان اپنی ذات کو تسلیم کرانا چاہتا ہے اور یہاں پر مار کھا جاتا ہے' کیونکہ اب کسی درویش پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس طرح تسلیم کرائے کیونکہ دین کا راستہ مکمل طور پر بیان ہو گیا ہے۔ تو دوستوں میں ذات کی پہچان کرانا' دوستوں کی نفی ہو جاتی ہے۔ اگر دو دوست مل کر تیسرے سفر پر روانہ ہو جائیں تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ ثبوت یہ ہے کہ ان کی آپس کی گفتگو بند ہو جائے یعنی " میں" اور "تو" کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ اگر ایک ساتھی کہتا ہے کہ ادھر چلو تو دوسرا چل پڑتا ہے۔ اور پھر یہ سفر چلتا رہتا ہے۔ میں یہ کہہ رہا تھا

کہ اللہ کے راستے کے اس سفر میں بعض اوقات چلنے والوں کو اس راستے کی حقیقت آشنائی مشکل ہوتی ہے۔ اگر آشنائی مشکل ہو تو پھر آپ سنگت اختیار کر لو۔ عام طور پر ان راستوں پر چلنے والے نیک ہوتے ہیں یا کم از کم بدی چھپا جاتے ہیں۔ پیر صاحب بھی اس کی بدی کو چھپا دیتے ہیں۔ اس لئے جہاں بدی کو مدھم کر دیا جائے تو وہ راستہ نیک ہوتا ہے اور جہاں پر نیکی کی جائے وہ نیک راستہ ہے۔ نیکی کے راستے پر نیکی کے لئے اگر انسان ریا کاری پر مجبور ہو جائے تو آج کے دور میں یہ بھی نیکی ہے' نیک راستے پر انسان نیکی ریا کاری کے طور پر کرنے پر بھی مجبور ہو جاتا ہے تو وہ بھی نیک راستہ ہے۔ ریا کاری میں نیکی کرنا بھی نیکی ہے' جھوٹ موٹ کی تسبیح کرنا بھی نیکی ہے۔ اگر آپ ریا کاری میں بھی نیک ہونا چاہتے ہو تو آپ کو نیک ہونے کی تمنا مبارک ہو۔ کیونکہ آپ کو نیک ہونے کا عمل تو نہیں آیا لیکن نیک ہونے کی تمنا مبارک ہو۔ اگر کوئی جھوٹی موٹی نماز پڑھ رہا ہے تو نمازی تو مشہور ہونا چاہتا ہے' تو آپ اس کو معاف کر دو اور اسے آپ نمازی ہی کہو کیونکہ وہ گناہگار تو مشہور نہیں ہونا چاہتا بلکہ نیک مشہور ہونا چاہتا ہے۔ وہ ریا کار ضرور ہے لیکن نیک مشہور ہونا چاہتا ہے تو آپ اس کو نیک ہی کہو۔ پھر ایک وقت وہ توبہ کر کے اصل نیک بن جائے گا۔ اس لئے عام طور پر آپ اللہ کے سفر میں یہ دیکھیں گے کہ ابتدائی سفر کا خاصا حصہ ریا کاری کا ہوتا ہے اور پھر ریا کاری چلتے چلتے ایک دن عین تسلیم ہو جاتی ہے۔ تو ایسا ہوتا رہتا ہے کہ اگر جھوٹے آدمی نے سچا نام لیا تو سچے آدمی نے اس کا جھوٹ دور کر دیا۔ تو یہ سچ کا کام ہے کہ وہ بیٹھا بیٹھا' اللہ کو پکارتا رہا' اس کا خیال کہیں

اور ہے لیکن اللہ ہی اللہ کرتا جا رہا ہے تو ایک روز اللہ کو پتہ چل گیا کہ فلاں شخص اللہ اللہ کر رہا ہے' اور پھر بات بن گئی۔ بس آپ کے عقائد درست ہونے چاہئیں' پھر تو اعمال کی کمی بیشی اور ریا کاری بھی Cover ہو جاتی ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ انسان پہلے دن ہی سے مخلص ترین ہوتا ہے بلکہ چلتے چلتے ہی انسان' سیکھتا ہے۔ اس لئے اس کائنات میں آپ چلتے جائیں' عقیدہ درست رکھیں' سفر کرتے جائیں اور ہم سفروں کی پہچان کرتے جائیں۔ ہم سفر وہ ہے جو اس سفر پر مائل ہو' اس سفر پر روانہ ہو' اور جو آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہو جائے اس کو ساتھ لے کر جائیں' آخر ایک دن منزل مقصود مل جائے گی۔ تو یہ کائنات آپ کی پرورش کرتی ہے اور آپ اس کائنات کو Contribute کرتے ہیں۔ کائنات ہی آپ کو سب کچھ عطا فرماتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے کا شعبہ یہ پوری کائنات ہے۔ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کے بارے میں قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ بارش کون برساتا ہے' ہم بارش برساتے ہیں' بارش سے زمین میں پیداوار اگاتے ہیں اور پیداوار میں جانوروں کے لئے چارہ ہوتا ہے۔ اور پھر تمہارے لئے جانوروں سے دودھ آتا ہے۔ اللہ کریم کے کام دیکھو کہ اس کا کتنا بڑا کمال ہے' فطرت کی انتہا بیان فرمارہے ہیں کہ اے انسان تو نے دیکھا نہیں کہ خون اور گوبر کے درمیان سے میں نے کس طرح پاکیزہ دودھ کی نہر جاری کر دی ہے۔ یعنی کہ دودھ کو دیکھو' گائے کو دیکھو اور بھینس کو دیکھو۔ تو دودھ تو ایک پاکیزہ شے ہے اور بیان کس کا ہے؟ اللہ کی اپنی ذات کا۔ اور حوالہ کس کا ہے؟ پوری کائنات کا۔ تو یہ پوری کی پوری کائنات اللہ تعالیٰ کا

بیان ہے یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی عجب کائنات بنائی ہے کہ اس کا بیان اللہ کا اپنا بیان ہے "ہم بارش برساتے ہیں ہم بادل لاتے ہیں" وغیرہ وغیرہ۔ اگر آپ لفظ "ہم" لگا دو تو باقی ساری کائنات اللہ کا جلوہ ہے' اب اللہ کو ماننے والا لفظ "ہم" ضرور لگائے ورنہ کائنات میں وہ کافر ہو کر مر جائے گا۔ فطرت یہی ہے کہ بادل جو ہیں بارش برساتے ہیں اور اس سے گندم' چارہ' جانور' گوشت' کپاس' اون اور کپڑے۔ یہ ساری کائنات کا مشاہدہ ہے۔ اور یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ کائنات کے مشاہدے میں مشاہدہ کرانے والے کو بھولنا نہیں چاہئے کیونکہ ایک خاص مدت کے بعد وہ واپس لے جائے گا۔ اس لئے اس سفر کے دوران ہونے والے واقعات کو اللہ سے تعلق کے حوالے سے سمجھنا۔ کوئی مشکل آگئی تو اللہ سے رجوع کرنا۔ کوئی خوشی آگئی تو اللہ سے رجوع کرنا اور غم میں بھی اللہ سے رجوع کرنا۔ اللہ کی طرف اس طرح رجوع کریں جیسے آپ اللہ کی طرف جا رہے ہیں۔ پھر آپ کا ہر اگلا قدم عین منزلِ حق ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو اس قدر حقیقت کے قریب رکھیں۔ تو آپ نے اپنے آپ کو سمجھنا ہے کہ آپ کس حد تک اللہ کے حکم کو مان رہے ہیں' ورنہ یہ کائنات اتنی عظیم اور اتنی وسیع ہے کہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ اور اگر اتنی سمجھ آ جائے تو یہ کائنات ساری آپ کے لئے ہے اور یہ پورے کا پورا مشاہدہ ہے۔ مثلاً" اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا ہے لیکن زمین تو بچھونا نہیں ہے لیکن آپ نے اگر مان لیا تو پھر یہ بچھونا ہی ہے۔ اگر آپ اس کی بات سمجھ جائیں تو یہ پہاڑ آپ کے لئے ہیں اور یہ بادل آپ کے لئے ہیں اور پھر اللہ بھی

ہے۔ اگر اللہ آپ کے لئے ہے تو پھر ہر شے ہی آپ کے لئے ہے۔ بس یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات۔ آپ نے صرف خدا کو ماننا ہے اور پھر خدا کی کائنات' ساری آپ کی اپنی کائنات ہے پھر آپ نے اس کائنات میں آسانی سے اپنی منزل طے کرنی ہے۔ اس سفر میں جب نور کے مقام پر آئیں گے تو سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی سمجھ آئے گی۔ پہلے آپ مشاہدات دیکھیں گے' نفس کو دیکھیں گے' انسان کو دیکھیں گے' انسانوں کی پہچان کریں گے' اس کے بعد مقامِ روح آتا ہے اور مقامِ نور آتا ہے اور پھر سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ پھر آپ ان سے رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اس کائنات کے اندر اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت ایسے عطا فرمائے کہ آپ کو وہ محبت جلوہ گر نظر آئے۔ پھر آپ کہیں گے کہ ؂

دن کو اسی سے روشنی شب کو اسی سے چاندنی
حق تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہی قمر بھی ہے

تو سارا راز اور ساری بات تو اتنی ہے۔ اس لئے آپ کے لئے موقع ہے کہ سنگ در پر کچھ مانگ لیں ؂

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

تو بات یہ ہے کہ جب آپ کا مشاہدہ وہاں پر' اس مقام تک چلا جائے گا تو پھر آپ کو زندگی اور موت دونوں کے اندر معنی نظر آئیں گے اور پتہ چل جائے گا کہ زندگی اور موت ایک ہی شے کا نام ہے جس طرح دن اور رات ایک شے کا نام ہے یعنی سورج کے دو رخ ہیں' سورج کے دو

نام ہیں' ایک نام دن اور ایک نام رات ہے سورج ادھر آ جائے تو دن اور ادھر چلا جائے تو پھر رات۔ جس طرح دھوپ چھاؤں سورج کے نام ہیں اور ایک ہیں' اس طرح زندگی اور موت ایک ہی شے ہے۔ اور یہ اللہ کی شان کے دو الگ شعبے ہیں۔ جس طرح نیند آپ کو رات کے وقت راحت دیتی ہے اسی طرح زندگی کی طویل تھکن میں موت ایک آرام کا ذریعہ ہے۔ یہ نیند کا ایک عرصہ ہے اور پھر آپ کو ہمیشہ کے لئے جگا دیا جائے گا۔ پھر آپ کے ساتھ اللہ کا اپنا ہمیشہ کا تعلق ہوگا۔ اس لئے زندگی اور موت' ساری ایک ہی بات ہے۔ ایک مقام ہے جو ضرور آنا ہے۔ آپ یہ بات آج ہی سمجھ لو ورنہ بعد میں تو سمجھ آ ہی جائے گی۔ وہ ایک ایسا مقام ہے جہاں حاصل اور محرومی ایک شے ہے یعنی حاصل ہو گیا یا کچھ چلا گیا' سب برابر ہے۔ ویسے بھی حاصل آپ کے وجود کے پاس نہیں ہوتا بلکہ یہ تو خیال کے حاصل کا حاصل ہے' اسی طرح آپ کا خیال ہے کہ آپ کوئی شے ہیں۔ آپ کے اسی مکان میں شادیاں ہوئی ہیں اور اسی مکان میں آپ انا للہ وانا الیہ راجعون ہو جائیں گے۔ تو گویا کہ آپ کا ہر حاصل آپ کا خیال ہے اور حاصل کا جدا ہونا بھی آپ کا خیال ہے۔ مثلاً" آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے ہاں بیٹی ہے' پھر وہ بڑی ہو جائے گی' وہ بیٹی حاصل تو ہو گئی' اب جدا ہونی ہے بلکہ آپ دعا کراتے ہو کہ اس کی رخصتی ہو جائے۔ تو گویا کہ بیٹی کا رخصت ہونا والدین کے لئے باعث مسرت ہے۔ تو اسی طرح سے ہے خوشیوں کا آنا' حاصل ہونا' حاصل کا چلے جانا اور خود رخصت ہونا' سارا کھیل اسی کائنات میں چلتا رہتا ہے اور آپ کی کائنات جو ہے اسی طرح سے بنتی رہتی ہے اور پھر تو غم

اور خوشی برابر لگتے ہیں۔ اسی طرح دوست دشمن برابر لگتے ہیں۔ یہ سارے کائنات کے روپ ہیں۔ دن اور رات اس کے روپ ہیں۔ خوشی اور غمی اس کے روپ ہیں اور اگر یہ سب Enlarge کردیا جائے تو زندگی اور موت ایک ساتھ ہیں اور دونوں اللہ کے حکم ہیں۔ ایک حکم اُس انداز کا ہو تو یہ زندگی' اور اِس انداز کا ہوتو موت کہلاتا ہے۔ گویا کہ کائنات کے مشاہدے کے بعد' جب اللہ آپ کو اپنا مشاہدہ کراتا ہے تو آپ اسے موت کہتے ہیں حالانکہ وہ عین زندگی ہے۔ یہ زندگی حجاب ہے۔ اور یہ زندگی مالک سے دوری ہے۔ اس زندگی میں آپ اللہ سے دور ہیں اور اس نے آپ کو اس کائنات میں Involve رکھا ہوا ہے۔ اور جب صاحبانِ قلوب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ اپنا مشاہدہ کرا اور وہ کائنات کو ہٹا کے آپ کو اپنے اوپر لاتا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا جب کہ حقیقت میں وہ بندہ زندہ ہو گیا۔ اس لیئے کہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے مر جاؤ تو وہ اصل زندگی آجائے گی۔ کائنات اللہ کا روپ ہے اور اس کائنات سے نکلنا اللہ کا اصل ہے۔ گویا کہ زندگی اور موت ایک ہی شے ہیں' یہاں زندگی میں اللہ کا جلوہ ہے اور اس زندگی کے بعد اللہ آپ ہے۔

جلوہ ذات سے آگے ہے فقط ذات ہی ذات

تو یہ زندگی جلوہ ذات ہے اور آگے فقط ذات ہی ذات ہے۔ اب چونکہ صرف جلوہ ذات ہے اس لیئے ہم جلوہ ذات میں محو ہیں' مبتلا ہیں یہاں سے جب آپ نکلیں گے تو پھر ذات ہی ذات ہوگی۔ اب آپ خود پہچان لیں کہ زندگی کون سی ہے اور موت کون سی ہے اور آپ کو کس پر زیادہ

توجہ دینی چاہیے' اس کائنات پر یا کائنات کے بنانے والے پر۔ یہ راز واضح ہو جائے تو پھر آسانی سے یہ بات سمجھ آجاتی ہے کہ انسان کا اس کائنات اور کائنات کے مالک سے کیا تعلق ہے۔

۵

۱ آج کے مسلمان کو نہ اللہ ملتا ہے اور نہ دنیاوی مفادات' ایسا کیوں ہے؟

۲ منصفانہ دورِ حکومت سے کیا مراد ہے اور یہ حکومت کیسے قائم ہو سکتی ہے؟

۳ اقبالؒ نے خانقاہی نظام کے خلاف جو کچھ کہا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

۴ ہمیں اپنی اصلاح کیسے کرنی چاہیے اور گناہ گاروں کی اصلاح کیسے کریں؟

۵ کیا اللہ کے مختلف رازوں سے آشنائی ہو سکتی ہے؟

۶ کیا وظیفہ کرنا چاہیے؟

۷ کیا قبروں پر جانا جائز ہے؟ حاضر ناظر کیا ہوتا ہے؟

سوال :-

آج کا مسلمان پوری طرح اللہ کے راستے پر چلتا ہے مگر نہ اللہ ملتا ہے اور نہ دنیاوی مفادات، ایسا کیوں ہوتا ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

جواب :-

دنیاوی مفادات کی بہتری سے آپ کی کیا مراد ہے۔ کیا آپ کا مقصد اللہ کے راستے میں بہتری بھی ہے کہ نہیں۔ اگر اللہ کی مدد آ جائے تو دنیاوی مفادات بھی بہتر ہو جاتے ہیں۔ سب ٹھیک ہو سکتا ہے اگر اللہ کی مدد آ جائے اور اللہ کا قرب نصیب ہو جائے مگر ایک سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا تقرب نصیب ہو جائے تو کیا وہ آدمی دنیاوی بہبود میں داخل ہو جاتا ہے؟ ابھی تک اس کے بارے میں اتنے سال کے بعد بھی جواب نہیں آیا، کہ دنیاوی بہبود کیا تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہے، اور تقربِ الٰہی کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیاوی بہبود بھی ہو؟ کیا مظلوم ہونا اللہ کی منشاء میں نہیں ہے کہ اس کے بندے بھی ہوں اور مظلوم بھی ہوں۔ اللہ کے بہت پیارے بندے مظلوم ہونے کی راہوں سے گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ جو چار دن کی زندگی ہے، اس کا ظاہری جاہ و

جلال سب بے معنی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرعون کی مثال دے دی ہے کہ ہم نے فرعون کو شان دے دی' آن دے دی' بادشاہت دے دی' تاج دے دیا اور تخت دے دیا مگر اس کا یہ سارا اقتدار فضول ہے کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے ساتھ اس کا معرکہ کروا کے اس کو غرق کر دیا۔ اس سے اللہ کا چار پشتیں مروانے کا مقصد نہیں بلکہ یہ ظالم کا انجام بتایا جا رہا ہے۔ یا تو پھر آپ فرعون کے ساتھ ہو جاؤ' اللہ کی کیا ضرورت ہے۔ یعنی یا تو آپ امام حسینؑ کے ساتھ ہو جائیں گے اور پھر آپ شہادت سے گزریں گے اور اگر شہادت پسند نہیں ہے تو پھر آپ یزید کا ساتھ کیوں چھوڑتے ہیں۔ یزید کے ساتھ ہونا ہے تو پھر امامؑ کا ساتھ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ بس یہ بات سوچنے والی ہے اور یہی بات پیغمبروں کے ساتھیوں سے پیغمبروں کے مخالفوں نے کہی تھی کہ تم ان کا ساتھ دے کے کیا کر رہے ہو' بادشاہت تو ہمارے پاس ہے اور پیسہ بھی ہمارے پاس ہے' ان کے ساتھ تم نے مہاجر ہی تو ہونا ہے۔ مگر اہلِ ایمان کے لئے ان کا ساتھ دینے کا وقت تھا اور ماننے والوں نے پیغمبر ہی کو مانا۔ اس لئے اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے عقیدے اور مشاہدے میں فرق دیکھا ہے تو آپ انتظار کرو کہ بہتری ضرور ہو گی' ہم چونکہ مسلمان ہیں اس لئے مایوس نہیں ہوتے اور آپ سے اللہ نے وعدہ کیا ہوا ہے۔ ہم تو مسلمان ہیں ہی اس لئے کہ بہتری ہو۔ پھر یہ سوال آتا ہے کہ اگر تو بہتری نہ ہو تو کیا آپ مسلمان نہیں رہیں گے؟ میرا خیال ہے ہم پھر بھی مانیں گے۔ تو اگر وہ غریب رکھے تب مانو' دولت مند بنا دے تب مانو' مشکل سے گزارے تب مانو اور آسانی سے گزارے تب مانو

کہ وہ اللہ ہے تو ہم آسانی سے یہ برداشت کر لیں گے لیکن اللہ کو ہم نہیں چھوڑیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ پر ہم شرطیں نہیں لگائیں گے، ہم صرف یہ کہیں گے کہ ہم نے مانا۔ اب آپ یہ سوچو کہ جب آپ لوگوں نے اللہ کو مانا تو اللہ امامؑ کا ساتھی ہے یا یزید کا؟ عام آدمی یہ کہے گا کہ اگر اللہ امامؑ کے ساتھ ہوتا تو پھر ان کو مروا کیوں دیتا؟ یہ مروانے والی بات نہیں ہے، یہ بلندی کی بات ہے اور یہ درجات کی بلندی کی بات ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ شرارِ بولہبی کا کیا مقام ہے، چراغِ مصطفویؐ کا کیا مقام ہے۔ یزید کی فوج کہتی ہو گی کہ وہ فتح کر کے آئی ہے لیکن وہ کیا فتح کر کے آئی، انہوں نے اپنا دین اور اپنی دنیا تباہ کر لی بلکہ نسلیں برباد کر کے آ گئے۔ یہ سوال کرنے والے کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ سفر کر رہا ہے الی اللہ، اور حالات زمانہ اسے دنیا کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ اس کے خیال میں یہاں سے پریشانی آ رہی ہے۔ اگر آپ سفر الی اللہ میں جا رہے ہیں تو آپ اللہ کے ساتھ ہو کے چلو اور اللہ کے کاموں پر راضی رہو۔ لیکن آپ تو اللہ کے اوپر شرطیں لگاتے ہو اور پابندیاں لگاتے ہو کہ یا اللہ ہمارے سارے کام کر دے۔ اللہ پوچھتا ہے کہ تم مجھے کیسے مانو گے؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہمارا بندہ کوئی نہ مرے، پھر بیمار کوئی نہ ہو، کوئی دکھ نہ آئے، دنیاوی آزردگی کبھی نہ آئے، عمر بہت لمبی ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ اور جو ماننے والا ہے وہ کیسے مانتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہم نے مانا، اولادوں سمیت ساری دنیا کو لے جاؤ تو بھی ہم نے مانا، دکھ ہو تب بھی مانیں گے، سکھ ہو تب بھی مانیں گے، دولت ہو تب بھی مانیں گے، غریبی ہو تب بھی مانیں گے۔ اگر تو آپ اس بات پہ راضی ہو تو پھر آپ

نے بھی اللہ کو مانا اور اگر آپ نے شرائط لگائی ہوئی ہیں کہ اللہ ہمیں عزت دے تو ہم مانیں گے' دولت دے تو ہم مانیں گے' ہمارا بندہ کوئی نہ مارے تب ہم مانیں گے' تو اس طرح تو آپ نے اللہ کو نہیں مانا۔ آپ جتنا زور لگا لو' آپ کو زیادہ سے زیادہ پچاس ساٹھ سال اور ملیں گے اور آپ نے اسی کے اندر رہنا ہے اور آخر کار چلے جانا ہے۔ تو ماننے والے نے تو اللہ کو مانا ہے اور جو نہیں مانتا وہ شرطیں پیش کرتا رہے گا۔ تو اگر کبھی آپ کے مشاہدے اور عقیدے میں فرق ہو جائے تو آپ اپنا عقیدہ قائم رکھو مثلاً" بہت سے آدمیوں کی دعاؤں کے باوجود اگر کوئی شخص مر گیا تو آپ یہ نہ کہیں کہ اللہ نے کیا کر دیا۔ وہ اللہ ہے اور دنیا کے کاموں میں اس کا دخل ہے' کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کی مرضی کے مطابق چلے۔ اس لئے آپ اپنے ایمان کی اصلاح کر لو اور کہو کہ ہم نے اللہ کو مانا' عزت دے' ذلت دے' موت دے یا زندگی دے' ہم نے ہر حال میں اس کو مانا۔ کافروں کو وہ جس مقام پر رکھے ہم نے اللہ کو مانا۔ ورنہ آپ یہ اندازہ لگاؤ کہ اس زمانے کے مسلمان کتنے پکے عقیدے والے مسلمان تھے کہ جنگ ہو رہی ہے اور جنگ میں حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی شامل ہے' فرشتوں کے ساتھ ہونے کا اکثر ذکر بھی ہوتا تھا' اللہ کی طرف سے مدد آتی ہے اور فرشتے ساتھ ہوتے ہیں لیکن اگر کسی جنگ میں حضور پاک ﷺ کی موجودگی میں کوئی شکست ہو جائے اور ان کے ساتھیوں کا ایمان قائم رہے تو یہ بڑے ایمان کی بات ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو آپ داد دیتے ہو اور کہتے ہو کہ وہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ ان لوگوں کو فتح ہو' شکست ہو' ان

لوگوں کا عقیدہ کبھی متزلزل نہیں ہوا۔ مثلاً" جب صلح حدیبیہ کی تحریر لکھی جا رہی تھی تو کافروں نے کہا کہ اگر آپ یہاں پر نام لکھو گے "محمدؐ رسول اللہ" تو پھر ہم نہیں مانیں گے یعنی اگر اس میں رسولؐ اللہ ہے تو پھر جھگڑا رہ جائے گا۔ اب صحابہ کرامؓ جتنے بھی تھے انہوں نے کہا کہ آپؐ ٹائٹل رکھیں یا نہ رکھیں، ہم تو پھر بھی آپؐ کے ساتھ ہیں۔ یہ بڑے ایمان کی بات ہے کہ وہ نبیؐ پر اس طرح ایمان لائے اور اگر نبیؐ نبوت کے Declarance اور منصب کو مٹا دے، منفی کر دے، انہوں نے تب بھی ماننا ہے اور یہ کہا کہ آپؐ نبی ہوں تب بھی ہمارا ایمان ہے اور آپؐ نبی نہ ہوں تب بھی ہمارا ایمان ہے۔ اور آج کے مسلمان کے عقیدے کا یہ حال ہے کہ لوگ اللہ سے کہتے ہیں کہ میں کاریں دیکھتا جارہا ہوں، یا تو مجھے کار دے یا پھر اس کار والے سے بھی چھین لے، یا پھر مجھے اندھا کر دے۔ جب تک اس شخص کو دوسرے کی دولت نظر آتی ہے تو وہ غریبی برداشت نہیں کرسکتا۔ آج کل کے حالات دیکھ کر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے تو کہا ہے کہ ظالموں کی مدد نہیں کی جائے گی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ظالم جو ہے، وہ قابض ہے بلکہ غاصب ہے۔ یہاں پر سب سے بڑی تشویش یہ ہو رہی ہے کہ آخر کیا بات ہے کہ مسلمان ہی کیوں مظلوم چلے آرہے ہیں۔ تو اس کا نام شکوہ ہے۔ جب کبھی شکوہ لب پہ آ جائے تو آپ اقبالؒ کا "جوابِ شکوہ" پہلے پڑھا کرو جس میں لکھا ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے جو شرائط ہیں پہلے تم وہ پوری کرو، پھر اس دنیا کے اندر اسلام اور مسلمان فاتح ہوں گے۔ اب اگر مسلمانوں کا جائزہ لیا جائے یا اسلام کے اندر ماننے والوں کا جائزہ لیا جائے، آپس میں بیٹھ کے تھوڑا

سوچا جائے کہ کیا اسلام میں کہیں لکھا ہوا ہے کہ چوری کرو۔ تو سب کا خیال یہ ہو گا کہ ایسا نہیں لکھا ہوا' تو کیا چوری اور ڈاکہ ڈالنے والے مسلمان کے علاوہ کوئی اور ہیں۔ کیا وہ تمام گناہ جو نہیں کرنے والے ہوتے وہ مسلمان سے نہیں ہوتے ہیں؟ کیا آج کل کا یہ سماج اس پرانے سماج سے مختلف ہے جس کی وجہ سے بستیاں غرق ہوتی تھیں؟ ان کے اندر کچھ گناہ ہوتے تھے اور کہتے ہیں کہ ان کی بستیاں غرق ہو گئیں' آج کل تو وہ تمام واقعات ہو رہے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کے ہو رہے ہیں۔ آج کل بچے ماں باپ سمیت مل کر گناہ کی تصویریں دیکھتے ہیں اور آپ نے اس وی سی آر کا نام خاندانی یا سماجی ضرورت رکھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس دور کے اندر یہ بہت ضروری ہے۔ تو اس طرح کے یہ سارے واقعات جو ہو رہے ہیں' یہ غرق ہونے کے قریب کی بات ہے۔ اگر معاشرہ غرق نہیں ہو رہا تو سمجھو کہ تمہاری مدد ہو رہی ہے۔ اگر کافر نیکی کرے تو یہ اس کی مہربانی ہے اور اگر مومن نیکی نہ کرے تو سمجھو وہ برباد ہو گیا۔ کافر تو مانتا نہیں ہے اور اس کا انجام ہی خوفناک ہے' اس کے لئے تو پہلے ہی آگ تیار کر کے رکھی گئی ہے۔ آپ یہ دعویٰ رکھتے ہو کہ جنت میں جانا ہے اور ہمارے لئے حور مقصورات فی الخیام ہیں اور بہت ساری نعمتیں ہیں' فبای الاءِ ربکما تکذبان اسی طرح آپ نے جو پڑھا ہوا ہے وہ بھی سارا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ مگر جو آپ کی حالت ہے آپ خود اپنا جائزہ لو' آپس میں بیٹھے ہوئے بھی اور اکیلے بیٹھے ہوئے بھی سوچو کہ کیا زندگی میں آپ نے وہ کام کئے ہیں جو نہیں کرنے چاہئے تھے اور وہ کام جو کرنے والے تھے وہ آپ نہیں کر سکے! کیا آپ کی زندگی کے

اندر اصلاح ہو سکتی ہے؟ کیا آپ کی زندگی سے کچھ باتیں نکالنے والی نہیں ہیں کیونکہ آپ اللہ کے روبرو جا رہے ہیں؟ کیا آپ کی زندگی میں کچھ نئی باتیں داخل کرنے والی نہیں ہیں کیونکہ آپ اللہ کے سامنے جا رہے ہو۔ اب اس سے پہلے کہ آپ اللہ سے کچھ تقاضا کرو یہ بھی دیکھو کہ اس کا آپ پر کیا تقاضا ہے اور کیا حکم ہے۔ آپ اس کو پورا کرنے کی کوشش کرو۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے پاس اللہ کا حکم پورا کرنے کی صلاحیت کیا ہے؟ آپ یہ غور کرو کہ آج کے مسلمان اور ہمارے آئیڈیل حضور پاک ﷺ کے درمیان انسانیت کے طور پر کتنا فاصلہ ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ اس آئیڈیل کے خلاف اور برعکس چل پڑے ہوں۔ اسلام کہتا ہے یہ دین، صداقت کا دین ہے، صادق اور امین کا دین ہے یعنی صداقت اور امانت کا دین ہے۔ کیا اس دین کا دعویٰ کرنے والا آج کا انسان صداقت میں داخل ہے؟ جو اس دین کا دعویٰ رکھتا ہو اور مسلمان بھی ہو مگر سچ نہ بولے تو وہ اسلام میں کیسے داخل ہے۔ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں، ان قوموں میں اسلام کی خوبیاں موجود ہیں مگر ان میں کلمے کی کمی ہے اس لئے آپ لوگ جائزہ لو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کافروں میں کلمے کی کمی ہو مگر اخلاق مسلمان جیسا ہی ہو اور آپ لوگوں کے پاس صرف کلمہ ہی کلمہ ہو اور وہ اخلاق نہ ہو۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ آپ لوگ اپنے اسلام میں پوری صفات کے ساتھ داخل ہو جائیں، وہ صفات بہت ضروری ہیں۔ اسلام صرف لفظ نہیں ہے۔ اسلام صرف کلمے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تمام ضابطہ اخلاق کا نام ہے جو کہ انسان کے لئے ہر دور میں لازمی ہے۔ یہ قوم سارے ضابطۂ اخلاق میں اس

وقت داخل ہو گی جس دن آپ سرمایہ رکھ کے گھر سے باہر چلے جاؤ اور اس کے لٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ اس طرح پوری قوم امیر ہو جائے گی اور پوری قوم ٹھیک ہو جائے گی۔ اب تو یہ حالت ہے کہ آپ ہر چیز چھپاتے ہو' ایک دوسرے کو شک کی نظر سے دیکھتے ہو' اس طرح قوم مربوط نہیں بنتی۔ اور اگر آپ سارے مضبوط ہو جائیں تو پھر قوم بن جائے گی۔ آپ مسلمان ہیں مگر عبادت نہیں ہے' عبادتِ فکر بھی نہیں ہے اور عبادتِ کردار نہیں ہے۔ آپ لوگ دعا کریں کہ آپ کے اندر سکون پیدا ہو جائے۔ آپ ایسے مسلمان ہیں کہ دو بھائی جب ذرا بڑے ہو جاتے ہیں تو مکانوں میں دیواریں بنا لیتے ہیں۔ بھائی بھائی سے الگ ہو جاتا ہے۔ اس طرح قوم کیسے بن سکتی ہے۔ آج تک قوم نہیں بنی اور امت بھی نہیں بن سکی۔ مسلمانوں کے ملک میں تیل نکلتا ہے اور مسلمان غریب ہیں' تو ظالم کون ہوا؟ آپ خود ہی بتائیں۔ تو مسلمان ہی ظالم ہوا۔ یعنی حالت یہ ہے کہ ساری دولت مسلمانوں کے پاس ہے اور ساری غریبی جن کے پاس ہے' وہ بھی مسلمان ہیں۔ تو ظالم کون ہوا؟ مسلمان! تو مسلمان ہی ظالم ہے اور کون منافق ہے؟ اس کا فیصلہ ہونے والا ہے' آپ فکر نہ کرو۔ اس امت کا فیصلہ بالکل ہو کے رہے گا۔ بہت سارا بگاڑ پیدا ہو گیا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ سارے ایک نبیؐ کو ماننے والے ہوں اور ایک وہ مسلمان ہوں جن کے چراغ میں بھی تیل نہ ہو اور دوسرے وہ مسلمان ہوں جن کا تیل یہودی استعمال کرتے ہیں۔ یہ تیل یہودیوں کے ٹینک میں استعمال ہوتا ہے اور وہ ٹینک مسلمان علاقے میں مسلمانوں کو ہلاک کرتے پھرتے ہیں۔ آپ دعا کریں کہ یا اللہ یا تو مسلمانوں کے

علاقے غائب کر دے' انہیں غریب کر دے تاکہ یہ قوم بن جائے یا پھر انہیں صحیح مسلمان بنا دے کیونکہ یہ قوم اس قابل نہیں ہے کہ دو غریبوں کو وقت پر روٹی کھلا سکے۔ دعا کرو کہ حالات بہتر ہو جائیں اور آپ کا مشاہدہ اور آپ کا عقیدہ برابر ہو جائے۔ یہ فی الحال نہیں ہوا کیونکہ زندگی اور ملک کا تقاضا اور طرف جا رہا ہے اور دین کا تقاضا اور جانب جا رہا ہے۔ اب باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ عمل سے کام چلتا ہے۔ عمل کا طریقہ بتاتا ہوں' آپ ضرور عمل کرو تاکہ آپ کو اس مسئلہ سے نجات مل جائے' جب آپ دیکھو کہ کوئی شخص آپ سے غریب ہے تو اس کو اپنی دولت سے کچھ پیسہ نکال کے دے دو۔ یعنی جتنا آپ آسانی سے دے سکتے ہیں۔ یہ کام کرنا شروع کر دو۔ اور جو آپ سے زیادہ امیر ہے اس کی دولت کی طرف رجوع نہ کرو بلکہ اس کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ غریب کی مدد کرے۔ آپ کے پاس جو بھی توفیق ہے اس کے مطابق خرچ کرو۔ اگر نہیں ہے تو کم از کم اچھے الفاظ سے اس کی خدمت کر دو۔ تو اپنے سے کم کو پیسے دو' اپنے مال میں ان کا حصہ رکھو جو مال سے محروم ہیں' مال چاہے تمہارا خیال ہی کیوں نہ ہو۔ بس یہ کام کرتے جاؤ۔ اگر کبھی یہ وقت آ جائے جب آپ قوم کے امیر ہو جاؤ یا امیرالمومنین بن جاؤ تو پھر آپ کا کام یہ ہے کہ غریب ترین اور امیر ترین کے درمیان کم ترین بن جاؤ' ان کے درمیان فاصلہ کم کرو۔ جب غریب اور امیر کے درمیان فاصلہ بالکل کم کر دو گے تو سمجھو کہ قوم بچ گئی۔ اب تو غریب اور امیر کے درمیان بہت فاصلہ ہے' ایسا فاصلہ جو غریب پانچ ہزار سال میں طے نہیں کر سکتے۔ اب تو ملین کی بات نہیں بلکہ بلین کی

Figure ہوتی ہے' چھوٹے چھوٹے بینکوں میں بلین پڑے ہوتے ہیں۔ آپ کی قوم امیر ہو گئی ہے' مگر بندے غریب ہوتے جا رہے ہیں۔ جس کے پاس پیسہ ہے' وہ بے تحاشہ ہے اور بے شمار محروم بھی موجود ہیں۔ اس لئے اتنا کام کرو کہ آپ اس کی مدد کرو جو محروم ہے اور دعا کرو کہ باقی لوگوں کو بھی توفیق ہو۔ تو غریب کی ضرور مدد کیا کرو۔ کیوں مدد کرنی چاہئے؟ اس لئے کہ کہیں محروم آدمی یا غلام آدمی کا ایمان نہ ضائع ہو جائے۔ اس لئے اس کی مدد کرنی چاہئے۔ دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ! تجھ پر اس کا عقیدہ متزلزل ہو جائے گا' اس لئے مجھے توفیق دے کہ میں اس کی مدد کروں اور پھر اس سے یہ کہو کہ بھائی غریبی بھی آجاتی ہے' امیری بھی آجاتی ہے' مگر ایمان ضائع نہ کرو۔ تو غریب کی اس لئے مدد کرو کہ غریبی اس کو کافر نہ بنا دے۔ غریب کسے کہتے ہیں' غریب وہ ہے جو آپ سے تھوڑے پیسے رکھتا ہو۔ جس کی تمنا زیادہ ہو وہ غریب ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ راضی ہو جائے گا اور آپ کی دنیا بھی بہتر ہو جائے گی۔

سوال :۔

منصفانہ دورِ حکومت سے کیا مراد ہے اور یہ حکومت کیسے قائم ہو سکتی ہے؟

جواب :۔

اگر آپ اپنے ملک کے اندر خلافتِ راشدہ اور آج کے دور کا فاصلہ کم کرو اور حکومت کو اس Pattern پر چلاؤ تو یہ ہو سکتا ہے۔ آپ کے پاس' Pattern تو سارے آچکے ہیں' آپ اس حکم کے

مطابق سسٹم چلاؤ یعنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق چلاؤ اور ارشاد نبویؐ کے مطابق چلاؤ۔ اپنی زندگی کو اپنی عاقبت کے حوالے سے چلاؤ' یہ جانتے ہوئے کہ آپ نے مرجانا ہے' اس کے حوالے سے حکومت چلاؤ۔ قوم کی تربیت کرو اور اس تربیت کے لئے ایک تربیت دینے والا ہونا چاہئے۔ کچھ کام جو اللہ کے کرنے والے ہیں ان کو اللہ پہ چھوڑ دو۔ اللہ ہمیشہ سے اپنے کام آپ کرتا جا رہا ہے۔ اور جو آپ کے کرنے والا کام ہے' وہ آپ کرتے جاؤ' آپ عقیدہ رکھو' احساس رکھو اور تیاری رکھو' پھر کرنے والا سب کرے گا۔ کوئی شخص آئے گا اور آ کے اصلاح کردے گا اور پھر ایک نیا جہاں پیدا ہو جائے گا۔ سارے واقعات ٹھیک ہو جائیں گے' پھر محروم نہیں رہ جائے گا اور مظلوم بھی نہیں رہے گا۔ اب ایک سوال یہ ہے کہ جب تک وہ شخص نہیں آتا' وہ صاحب نہیں تشریف لاتے' پھر آپ کو کیا کرنا چاہئے۔ اگر آپ ذاتی طور پر غریب ہیں تو اپنے سے بھی زیادہ غریب کو ڈھونڈو اور جو آپ سے زیادہ غریب ہو اس کی مدد کرو۔ جب تک وہ شخص نہیں آتا جو Equitable Distribution کرنے والا ہوگا' منصفانہ تقسیم کرنے والا ہو گا' تو آپ اس طرح کا کام کرو کیونکہ جب تک وہ نہیں آتا کچھ کرنا پڑے گا اور بحث بھی جاری رہے گی کہ کیا جمہوریت اچھی ہوتی ہے؟ کیا Dictatorship اچھی ہوتی ہے؟ کیا ضیاء کی باقیات اچھی ہوتی ہیں؟ پھر یہ ساری بحثیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے بہتر بات کیا ہے؟ اگر آپ کسی کو غریب دیکھو تو اس کی مدد کرو۔ اور اگر آپ کبھی غریب ہو جاؤ تو اللہ کے نام کو قبول کرلو۔ اس میں آپ کی آسانی ہے۔ اس لئے پہلے آپ دعا کرو کہ اس قوم کے اندر ایسا وقت

آجائے کہ اس قوم کا ایک "امیر" ہو جائے مگر یہ ناممکن بات لگتی ہے۔
قائد اعظمؒ ساری قوم کے لیڈر تھے' نہ شیعہ تھے اور نہ سنی تھے' بس وہ
ایک آدمی تھا جو ٹھیک تھا اور سب لوگوں کا اس پر عقیدہ ہوگیا' لوگوں نے
نہ اس سے کلمہ سنا نہ دعائے قنوت پوچھی۔ اس وقت نہ جمہوریت تھی
اور نہ مظلومیت۔ ہندو اکثریت کے اندر ایک مسلمان اقلیّت تھی اور
کمال کی بات تو یہ تھی کہ اقلیت کا فیصلہ جیت گیا۔ ہندو اکثریت میں تھے'
اگر وہ ہندوستان توڑنے کا فیصلہ کرتے تو پھر تو بات ہی اور تھی مگر یہ تو
اقلیت کا فیصلہ تھا' اقلیت کا ایک متحد فیصلہ جو تھا وہ اکثریّت کو توڑ گیا۔ پھر
جمہوریّت ایسی آئی کہ جمہوریّت کو توڑ گئی۔ اب ایک حل تو یہ ہے کہ
آپ کے اندر ایسی اقلیّت پیدا ہو جائے جو آپ میں متحدہ اقلیّت ہو مگر
آپ کے ہاں وہ بھی نہیں آپ کے پاس تو صرف جھگڑا ہے' شیعہ ہیں
اور سنی ہیں۔ جب تک آپ لوگ ایسی اقلیّت نہیں رکھتے جو متحدہ ہو'
چاہے چار آدمیوں کی ہو' آپ کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ ایسی اقلیت
اکثریت پر حاوی ہے۔ تو آپ نے ایسی متحدہ اقلیّت کا لیڈر قائداعظمؒ کو بنا
دیا۔ آپ کا مستقبل اللہ تعالیٰ نے اس بندے کے ہاتھ میں سونپ دیا'
آپ کو ایک ملک دینے کے لئے اس نے ایک وحدتِ فکر اور لیڈر شپ
عطا کی اور پھر ساری قوم کا ایک امیر بن گیا۔ پھر لوگ نئے ملک کے لیے
گھر چھوڑ کر آگئے۔ اس وقت تضاد نہیں تھا اور آپ کو Option دی گئی
تھی۔ اب صرف بحث ہو رہی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان لا الٰہ
الا اللّٰہ کے نام پر بنا تھا اور کچھ کہتے ہیں کہ معیشت کے نام پر بنا تھا۔
آپ یہ دیکھو کہ اس حکم کو کس کے ذریعے نافذ کیا گیا' قوتِ نافذہ کو بعد

میں دریافت کریں گے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ قوتِ نافذہ' اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اس کے حکم کا انتظار کرو۔ پھر آپ یہ مشیت دریافت کرو کہ یہ ملک کیوں بنایا گیا تھا Why was this country created پھر آپ دریافت کرو کہ آپ کا ہونا کیا ہے؟ جب انسان پر عمل واجب ہو جائے تو بے عملی جو ہے وہ انکار ہے۔ جب بے عملی لازم آجائے تو عمل گستاخی ہے۔ کوئی بھی عمل ہو' اپنے وقت کے تقاضے کے مطابق کرو۔ اس لئے جہاں خاموشی واجب ہو' وہاں بولنا گستاخی ہے' جہاں چلنے کا حکم ہو' وہاں ٹھہرنا منع ہے اور جہاں ٹھہرنے کا حکم آجائے وہاں چلنا منع ہے۔ اللہ کے حکم کو نافذ کرو۔ اب تو آپ اپنی انا کے حکم پر چل رہے ہو' مگر آپ نے اس کا نام اسلام رکھا ہوا ہے۔ اسلام میں دو باتیں تو نہیں ہو سکتیں' صرف ایک راستہ ہوتا ہے۔ جب سارے لوگ اکٹھے ہو گئے تو امیر المومنین تو خود بخود آجائے گا۔ ابھی تو ملاوٹیں آرہی ہیں' الگ الگ دعوتیں ہیں' اگر مکھن خالص ہو گیا تو کام بن جائے گا۔ تو بات قوم کی وحدت کی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب وحدت آگئی تو یہ قوم ہندوستان کے لیے تباہی تھی۔ آج تک وہ لوگ ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ لوگ اکٹھے نہ ہو جائیں۔ آپ نے اس وقت اور کچھ نہیں کیا تھا' صرف اکٹھے ہو گئے تھے۔ گھربار چھوڑے تھے' دفتروں میں پن کی بجائے کیکر کے کانٹوں سے کام لیتے تھے۔ اس کے بعد آپ کوٹھیاں بنانے میں لگ گئے' بعد میں صرف ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دنوں میں آپ لوگ اکٹھے ہوئے' ایوب خان نے جو کہا' آپ مانتے گئے۔ ان دنوں میں آپ جرم سے بھی محفوظ رہے۔ اب چونکہ لیڈر کوئی نہیں رہا'

لہٰذا آپ بکھر چکے ہیں۔ تو یہ قوم ایک لیڈر کو ماننے کے لئے ہمہ حال تیار رہے۔ ہمارے ہاں قیادت کا جھگڑا صرف یہ ہے کہ یہ اتنی زیادہ ہوگئی کہ اصل ختم ہو گئی۔ مقصد یہ ہے کہ ہر آدمی قائد بن گیا ہے۔ آج کل ساری کی ساری قوم تو قائد بن گئی ہے اور قوم مل ہی نہیں رہی۔ ہر بندہ ہر دوسرے بندے کو سمجھا رہا ہے، کچھ نہ کچھ سمجھا رہا ہے، زندگی گزارنے کا طریقہ سمجھا رہا ہے اور ہر دوسرے آدمی کو کچھ نہ کچھ نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس لئے قوم میں Equitable Distribution پیدا نہیں ہو رہی۔ Equitable Distribution بڑی سادہ سی بات ہے کہ اللہ کے فضل سے ایک امیرالمومنین نافذ ہو جائے۔ اس کو اگر اللہ کا خوف ہو، عاقبت کا خیال ہو، تو وہ اپنا معیار کم کر دے گا، چاپلوس قسم کے لوگ سارے کے سارے upset ہو جائیں گے۔ پھر قربِ سلطان مانگنے والے سارے سادہ ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ امیرالمؤمنین کا سادہ ہونا اس بات کی قوی ضمانت ہے کہ درباری سارے سادہ ہو جائیں گے۔ تو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دخترِ نیک اختر کو جو جہیز دیا تھا، وہ جہیز دینے والے اگر پیغمبرِ اسلام بھی ہوں، اور مالک ہوں کائنات کے، تو کس کی مجال ہے جو ان کے آگے انحراف کر جائے۔ کوئی صاحبِ امر بندہ ایسا نہیں گزرا جس نے اس حکم سے انحراف کیا ہو۔ تو جو Head of the state ہے وہ سادہ ہو جائے۔ اگر ایک مرتبہ سائیکل چلایا ہے تو پھر سائیکل چلاتے رہنا چاہیے۔ اگر سائیکل لازمی کر دیا جاتا تو بہت ساری کاریں تکلیف سے بچ جاتیں۔ قوم کا امیر اگر سادہ ہو جائے تو قوم میں غریب کوئی نہیں رہے گا۔ غریبوں کا خیال رکھا جائے۔ انہیں کھانا کھلایا

جائے۔ یہیں سے لنگر کا تصور قائم ہوا تھا۔ لنگر کا ایک واقعہ بڑا مشہور ہے۔ ایک مسافر کسی بستی میں آیا' اس نے پتہ کیا کہ یہاں کوئی لنگر خانہ ہے۔ وہاں گیا تو بڑے شاندار کھانے اس کو ملے' پھر وہ مسجد میں نماز پڑھنے گیا' وہاں دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہے اور جو کی روٹی پانی سے بھگو کے کھا رہا ہے۔ وہ واپس آیا اور لنگر خانے کی انتظامیہ سے کہا کہ آپ نے اتنا بڑا لنگر تقسیم کیا ہے' اتنے کھانے کھلائے ہیں اور مسجد میں ایک شخص بھوکا بیٹھا ہے اس کو بھی کھلاؤ۔ تو اس شخص نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ یہ اسی شخص کا لنگر ہے' وہ امیرالمومنین علی المرتضیٰؓ ہیں اور ہم ان کے صاحبزادہ ہیں اور ہمارا نام حسنؓ ہے۔ مدعا یہ ہے کہ یہ ہوتی ہے ہیبت۔ اب جو شخص جو کی روٹی کھا رہا ہے اس کی ہیبت دیکھو' اس کے سامنے کون ٹھہرے گا؟ اس کے پاس غریبی نہیں ہے بلکہ ملک کا مالک ہے اور ان کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر بادشاہ اپنے پاس Private Fund رکھے تو ملک کا تو بیڑا ہی غرق ہوگیا۔ اگر کوئی ہیڈ آف دی سٹیٹ بازار میں جائے اور خود شاپنگ کرنے لگ جائے تو ملک تو ختم ہو گیا۔ اگر آپ کہیں کہ سول سروس اکیڈمی کی طرز پر امتحان لے لو اور ایک شخص کو بادشاہ بنا دو' اس کی تنخواہ مقرر کر دو اور باقی پراپرٹی بحق سرکار ضبط ہو جائے تو مجال ہے کہ کوئی بادشاہ بنے۔ ملک کے اندر بڑا دھوکا ہو رہا ہے' بے شمار زمینیں Allot ہو رہی ہیں' کالونیاں بن رہی ہیں اور لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ اس کو استحصال کہتے ہیں۔ لیکن یہ مستقل نہیں ہوتا' اللہ جب چاہے گا' سب صاف ہو جائے گا۔ ایک زلزلے کی بات ہے اور سب صاف ہو جائے گا۔ زلزلہ کسی وقت بھی آ

سکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ بہتر ہے یہ زلزلہ آپ کے خیال میں آئے' اگر Physical آگیا تو معاملہ بڑا سخت ہو جائے گا۔ یہ تو انڈیا مرچکا ہے ورنہ انڈیا دھمکی دے دیتا تو صبح تک سارے مومن ہو جاتے۔ اگر انڈیا فوجیں یہاں بارڈر پہ لگا دے' جنگ کا اعلان کر دے اور توپیں چلا دے تو آپ سارے Set ہو جائیں گے۔ مگر وہ کافر بھی اب کافر نہیں رہا' اس لئے آپ کا کام خراب ہو رہا ہے۔ کیونکہ کافر سچے کافر نہیں رہے' اس لئے ہم مومن بھی سچے نہیں رہے۔ جب آپ ہندو کے مقابلے میں ہوتے تھے' بڑے کام کے تھے' چار مسلمان ہوتے تھے اور بڑے بڑے کام کر جاتے تھے۔ اب آپ صرف پیسوں کے ہو گئے ہو۔ آپ نے ایرکنڈیشنڈ مکان بنایا ہے اور اس کو شیشے لگے ہیں۔ کیا ایسا شخص پاگل ہے کہ وہ جنگ کرے گا' ایسا شخص کہتا ہے جنگ کس بات کی' ابھی تو میں نے مکان بنایا ہے' بارڈر پر جنگ کا جنون اور ہوتا ہے' اس کے لئے تھوڑا سا غریب ہونا لازمی ہوتا ہے۔ تو یہ امیر آدمی کا جلوہ نہیں ہے۔ اس لئے وہ وقت آئے گا جب آپ اپنے بھائی سے کہیں گے کہ

Brother! Thy need is greater than mine تیری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے۔ اب تو ایسی بات کوئی بے وقوف آدمی ہی کہے گا۔ قومی سطح پر یہ بات ابھی نہیں آئی۔ ابھی تو یہ حال ہے کہ اگر بیمار مر رہا ہے تو ڈاکٹر پہلے فیس کا مطالبہ کرے گا اور اپنا کاروبار کرے گا۔ اور تو اور' مردہ دفن کرنے والا غریب آدمی سے بھی' فقیر سے بھی' پیسے فٹافٹ لے لیتا ہے اور امیر آدمی سے پیسے لیتے وقت کہتا ہے کہ اس طرح تو غریبوں کی میت نہیں ہوتی۔ آج کل تو اچھی جگہ پر قبر کے لیے رشوت دینی پڑتی

ہے۔ اب مسلمان ظالم ہو چکا ہے۔ اب اس کا حل یہ ہے کہ یا تو اس کو مٹا دیا جائے یا پھر اس کی اصلاح کی جائے۔ دونوں باتیں ممکن ہیں۔ آپ کو چونکہ احساس ہو گیا ہے اس لئے آپ کا مشورہ مانا جائے گا۔ آپ اللہ میاں سے دعا کرو کہ یا تو اس قوم کی اصلاح کردی جائے یا پھر مٹا دیا جائے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ اصلاح کردی جائے تو پہلے آپ اپنی اصلاح کرو۔ آپ اگر صرف تبصرہ ہی کرتے رہیں گے تو ساری قوم ایسے ہی رہے گی۔ آپ اگر یہ کہتے ہیں کہ اصلاح کی بجائے سب ظالموں کو تباہ کر دیا جائے تو ان ظالموں میں آپ کا بھائی بھی ہو گا۔ پھر آپ اکیلے جنت میں کیا کرو گے' ایسی جنت کا کیا کرنا جس میں آپ کا بھائی ساتھ نہ ہو۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ سب ظالموں کو تباہ کر دیا جائے تو باقی کون بچے گا۔ پھر ملک میں مختصر سے لوگ باقی رہ جائیں گے۔ آپ یہ دعا کرو کہ یااللہ اس ملک کو ظالموں سے بچا۔ جب ایسا وقت آجائے گا تو یہ وقت قبولیت کا ہو گا۔ پھر آپ کے لئے Discuss کرنے والا مسئلہ نہیں رہے گا۔ تو آپ یاد رکھنا کہ جس نے زندگی کو قبول کیا' اس نے اللہ کو قبول کیا۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ کی زندگی میں بے شمار امکانات ہیں' مسائل ہیں' گردو پیش کے واقعات ہیں' ماں باپ ہیں' دوست احباب ہیں اور ارب ہا مخلوقات ہیں' اس کے باوجود آپ کا دائرہ آشنائی چند ہزار آدمیوں تک ہے بلکہ میرا خیال ہے وہ پورے ہزار بھی نہیں ہوتے۔ کتنے آدمی ہیں جن کو آپ نام لے کے پکار سکتے ہو؟ میرا خیال ہے وہ زیادہ نہیں ہوں گے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ نام بھول جاتے ہیں اور چہرے یاد رہتے ہیں۔ کبھی چہرہ بھول جاتا ہے اور نام یاد رہتا ہے۔ آپ اپنے سکول کو دوبارہ Visit نہیں

کرسکتے' وہ واقعات چلے گئے اور دوست احباب بھی چلے گئے۔ کون یاد رکھتا ہے کہ ہمارے ساتھ پہلی دوسری جماعت میں کون پڑھتا تھا۔ تو دوستوں اور رشتہ داروں کو نام کے ساتھ پکارنے والی بات اگر ایک دائرہ ہو تو آپ کے دائرے میں کتنے احباب ہیں؟ یہ کل کائنات ہے آپ کی۔ شہر اگر دیکھی ہوئی گلیوں اور مکانوں کا نام ہے تو شہر تو آپ کے لئے اجنبی ہے کیونکہ آپ نے سب مکان اور گلیاں نہیں دیکھیں۔ آپ لوگ لاہور میں رہنے والے ہیں لیکن لاہور سے آشنا نہیں ہیں۔ اور اس دنیا میں رہنے والے دنیا سے آشنا نہیں ہیں۔ پیرس' واشنگٹن اور نیو یارک نام تو ہیں مگر آپ کے لئے شہر نہیں ہیں۔ یہ سارے شہر تو ہیں مگر آپ کے لئے نہیں ہیں' یہ سب آپ کے لئے تو ہیں مگر آپ کے امکان میں نہیں ہیں' اگر امکان میں ہیں تو آشنائی میں نہیں آئے' اگر آشنائی میں آ بھی گئے تب بھی نہیں آئیں گے۔ وہاں رہنے والے لوگوں کی آشنائی میں نہیں آئے تو آپ کو کیا آئیں گے۔ اتنی بڑی دنیا ہے اور اس کے اندر ساٹھ ستر سال کل Area ہے' کل عرصہ ہے' یہ آپ کے پاس مقررہ وقت ہے' گنتی کا وقت ہے اور میعاد مقرر ہے۔ کل اتنا عرصہ آپ نے رہنا ہے' اس میں سے کچھ اول زمانہ یعنی بچپن ہوش سے باہر ہے۔ بچپن میں دادا' دادی پتہ نہیں کون لوگ تھے جو ہمیں چاہنے والے تھے اور بڑا پیار کرتے تھے لیکن وہ زمانہ دھندلا تھا اور گزر گیا۔ باقی سکول وغیرہ میں وقت گزر گیا اور پتہ نہیں کس طرح گزرا۔ پھر کالج سے اور یونیورسٹی سے گزرے۔ یہ ابھی کل کی بات ہے۔ پھر شادی کی اور بکھیڑے پیدا ہوگئے۔ انسان یہ سب بھولتا جا رہا ہے۔ یہ ایک ایسی گھاس کی رسی ہے

جو انسان بنتا جارہا ہے اور گدھا کھاتا جا رہا ہے۔ اب کتنی رسی ہے؟ جتنی ہاتھ میں ہے۔ زندگی کتنی ہے؟ جتنی آپ کے سامنے ہے' جو گزر گئی وہ یاد نہیں رہی اور اس کا حاصل نہیں رہا۔ آنے والی زندگی تو ہمیشہ آنے والی ہوتی ہے اور وہ کبھی آئی نہیں ہے۔ تو یہ ہے کل زندگی اور یہ گنتی کے دن ہیں۔ پھر آخری دنوں میں بڑھاپا اور بیماریوں کا زمانہ بلکہ غم کی یادوں کا زمانہ آجاتا ہے۔ بچپن سے ہی آپ " اناللہ " پڑھنا شروع کردیتے ہو۔ بچپن میں دادا' دادی یعنی Grand Parents رخصت ہو جاتے ہیں' وہ واقعہ تو ہوتا ہے لیکن غم نہیں ہوتا۔ غم کا زمانہ والدین سے شروع ہوتا ہے دادا' دادی سے نہیں ہوتا' وہ صرف واقعہ ہی ہوتا ہے۔ پھر آشنا لوگ چلے جاتے ہیں اور غم بڑھتے جاتے ہیں۔ پھر اور رشتہ دار' بھائی وغیرہ چلے جاتے ہیں اور غم بڑھتا جاتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ایسا کسی کے ساتھ ہو بلکہ یہ سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر ایسا وقت آتا ہے کہ سارا محلہ خالی ہونا شروع ہو جاتا ہے' مسجد کے سارے پرانے صف بردار بدل جاتے ہیں' مثلاً" حاجی صاحب بھی چلے گئے' ان کے بھائی بھی چلے گئے' مؤذن صاحب بھی چلے گئے۔ مسجد وہی رہتی ہے لیکن وہ بندے نہیں رہتے۔ اس طرح محلہ سارا خالی ہو جاتا ہے اور شہر خالی ہو جاتے ہیں۔ شہر تو بھرا ہوا ہوتا ہے لیکن آپ کے لیے شہر خالی ہوتا ہے۔ آپ کبھی اپنے پرانے گاؤں میں جاؤ تو بے شمار بندے ہوتے ہیں لیکن آپ کو پہچاننے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اس طرح آپ اپنے گھروں میں مہمان بن کے جاتے ہو۔ پھر یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اپنے گھر میں مہمان کیا ہوتا ہے؟ تو یہ واقعات چلتے چلتے آپ پہ یہ وقت آتا ہے کہ آپ اجتماع سے

نکلتے نکلتے تنہا ہوجاتے ہیں' پھر وہ وقت آتا ہے کہ پرانے غم یاد آتے ہیں۔ پھر جب آپ اپنی اولاد کی شادیاں کر لیتے ہیں تو Ultimately آپ اکیلے کے اکیلے رہ جاتے ہیں۔ پھر بیماری میں بھی کوئی ساتھ نہیں دیتا۔ یہ وہ وقت ہے جب نہ کوئی بندہ واقف ہوگا نہ پرندہ واقف ہوگا۔ اب آپ غور کریں کہ آپ نے حاصل کچھ نہیں کیا! مگر صرف یہاں تک یہ معاملہ نہیں تھا۔ پھر یہاں سے رخصت بھی ہونا ہے۔ پھر ایک آواز آتی ہے کہ بچ گئے ہو خیر سے۔ "ابھی تو میں نے بہت کچھ کرنا تھا"۔ کوئی نہیں کرسکا ہے۔ آج تک غریب بھی چلے گئے اور امیر بھی چلے گئے' دنیا کوئی نہیں بدل سکا۔ مثلاً" چہرے کبھی برابر نہیں ہوئے۔ ایک چہرہ اگر خوبصورت پیدا ہوگیا تو بہت سے آدمی اختلاف کرنا شروع کردیتے ہیں کہ وہ کیوں خوبصورت ہے۔ لیکن وہ چہرہ کسی کا محبوب ہوتا ہے اور محبوب کا چہرہ تو محبوب کا چہرہ ہوتا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ کسی کو کیا بنا دیا' کسی کو کیا بنا دیا۔ یہ چیزیں چلتی رہتی ہیں۔ آپ اپنے شہر کو کسی طرح نہیں بدل سکتے۔ بے شمار سڑکوں کے باوجود سڑکوں کی کمی رہتی ہے۔ شہر کے اندر ہزاروں بسیں چلتی ہیں لیکن آپ کو کوئی بس نہیں ملے گی۔ انسان تو اپنا علاج تک نہیں کرا سکتا۔ کافر بھی یہاں موجود ہیں اور مسلمان بھی۔ رونق لگی ہوئی ہے۔ آپ بس دیکھتے جاؤ اور اپنا وقت پورا کرتے جاؤ۔ جب وقت پورا ہو گیا تو اس نے واپس بلا لینا ہے۔ تب پتہ چلے گا کہ آپ کچھ بھی نہیں کرسکتے تھے' یہ دنیا اسی طرح رواں دواں رہے گی۔ پرندے پیدا ہوتے ہی اڑتے ہیں اور مچھلی پیدا ہوتے ہی تیرتی ہے' درخت ویسے کے ویسے ہیں' دریا اسی طرح ہیں' پانی اسی طرح ہے۔ بادل

آتا ہے اور مینہ برساتا ہے۔ زندگی چلی جارہی ہے' رواں دواں' آپ نے آنا اور چلے جانا ہے۔ اب آپ نے اس میں کیا انقلاب لانا ہے؟ انقلاب تو وہ لاسکتا ہے جو سورج کو واپس لائے۔ انقلاب تو وہ ہے جب آپ کی روحانیت کی سائنس اتنی ترقی کرلے کہ چاند پر بھی کام کرے۔ ابھی تو صرف باتیں ہیں اور سائنس کے لئے آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اس لیے آپ اللہ کے کام دیکھتے جاؤ کہ اللہ کیا کر رہا ہے۔ جب کبھی کوئی بات آپ کے بس سے باہر ہو جائے تو خاموش ہو جایا کرو اور اللہ سے رجوع کیا کرو۔ اگر مریض کو ڈاکٹر نے جواب دیا تو سب اللہ کی طرف رجوع کریں گے۔ اب اللہ اسے بچا سکتا ہے۔ اسی طرح اس قوم کو اس کے قائدین اور محسنین نہیں بچاسکے۔ اور یہ بچ جائے گی کیونکہ اب اسے اللہ بچائے گا۔ آپ کے قائدین کا تو یہ حال ہے کہ صوبہ اور مرکز آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور وہاں دونوں مل کے کھائے پیئے جارہے ہیں اور غریب بھوکا مرتا جا رہا ہے۔ غریب کا کیس کوئی حل نہیں کرے گا۔ اس لئے دعا کرو کہ خدا آپ کو قائدین سے بچائے۔ ان کی بات دیکھو کہ ایک لیڈر کی بچی کی شادی پر جتنا خرچ ہوتا ہے اس سے ہزار بچیوں کی شادیاں ہوسکتی تھیں۔ ان کو کوئی پرابلم نہیں ہے۔ وہ کرکٹ کی طرح رنز بناتے جارہے ہیں اور آپ تالیاں بجاتے جارہے ہیں۔ یہی آپ کا کام ہے۔ قوم نہیں رہی' قوم ضائع ہوگئی ہے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ ضائع تو ہوگئی ہے لیکن مایوس نہ ہونا۔ اب اللہ کے پاس جاؤ۔ چھت گرنے لگ جائے تو بھاگ جاؤ اور اگر آسمان گرنے کا وقت آگیا ہے تو ٹھہر جاؤ۔ اب اوپر سے ہی کوئی فیصلہ ہو تو ہو۔ اب یہ آپ کے بس

سے باہر ہے۔ آپ اپنے لئے دعا کرو کہ یا اللہ مجھے تو بچا! آپ اپنے اونٹ سنبھالو، خانہ کعبہ جانے اور اس کا مالک جانے۔ آپ یہ دعا کر سکتے ہو۔ اب آپ At the most یہ کر سکتے ہیں کہ اپنی جان بچائیں۔

سوال :۔

اقبالؒ نے خانقاہی نظام کے خلاف جو کچھ کہا ہے اُس سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

اقبالؒ نے خانقاہی نظام کے بارے میں جو سخت الفاظ کہےہیں اس سے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کوئی بات غلط ہو گئی ہے۔ اور جب اس کو Wisdom ملی تو اس نے کہا کہ اب اُن کو داد بھی دی جائے کیونکہ ان میں سچے لوگ بھی ہیں کیونکہ یہ سارا طبقہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد اس نے لکھا کہ اس طبقے کے اندر بھی بہت سے صحیح لوگ موجود ہیں اور بہت سے Wisdom والے ہیں جو اپنی آستینوں میں ید بیضا چھپائے بیٹھے ہیں اور ان کا تعلق براہ راست اللہ سے ہی ہے۔ تو پیر تو جھوٹا ہو سکتا ہے لیکن پیری جھوٹی نہیں ہے۔ آج کل جتنے پیر ہیں ان میں زیادہ جھوٹے ہو سکتے ہیں لیکن انہی کے اندر سچا ضرور ہو گا اُس میں بڑے لطف کی بات ہے اور اس سچ کا ثبوت یہ ہے کہ پیری کے اس شعبے میں اتنا سچ ہے کہ جھوٹے کو کامیاب ہونے کے لئے یہ لباس پہننا پڑتا ہے۔ اس لباس میں سچائی اتنی زیادہ ہے کہ جھوٹا بھی کامیاب ہو گا تو یہی لباس پہن کے ہوگا۔ تو اس لباس کو معتبر بنانے والوں نے اتنا معتبر بنادیا ہے کہ

آج تک جھوٹوں کے باوجود یہی لباس معتبر ہے۔ آج تک مسجدوں کے اندر بڑی شرارت پیدا کی گئی ہے لیکن مسند رسالت جو ہے وہ منبر ہے اور وہی معتبر ہے۔ تو سچ جب بھی بولے گا مسجد کے منبر سے بولے گا۔ تو ان اداروں میں اگرچہ بڑا جھوٹ آگیا ہے اور بڑی ملاوٹ آگئی ہے لیکن اصل ادارے یہی ہیں۔ تو جھگڑا اصل میں کیا ہے؟ جھگڑا یہ ہے کہ یہ ادارے خراب ہو گئے ہیں۔ کون سے ادارے؟ علماء کا ادارہ اور مشائخ کا ادارہ۔ جب بھی علماء اور مشائخ الگ الگ ہو جائیں تو سمجھو کہ اسلام ٹوٹ گیا' یہی وجہ ہے کہ علماء کانفرنس الگ ہوتی ہے اور مشائخ کانفرنس الگ ہوتی ہے۔ علماء کے فرقے بن گئے' دیوبندی اور بریلوی بن گئے اور مشائخ کرام کے بھی فرقے بن گئے۔ علماء بھی اکٹھے نہیں ہوئے اور روحانی لوگوں میں بھی نا آشنائی ہے۔ ان لوگوں کو ایک دوسرے کے Grade کا پتہ ہونا چاہیے تاکہ ایک دوسرے کو معتبر سمجھیں۔ اگر آپ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں تو آپ یہ کہیں کہ مشائخِ کرام کی یہ جو بہتات ہے یہ مسلمانوں کے حق میں نہیں بلکہ صرف ایک "شیخِ محترم" ہونا چاہئے۔ بس یہ فیصلہ کر لیں اور آپس میں ایک شعبہ اختیار کر لیں تو کام بن جائے گا مگر یہ ایک شعبہ مشائخ بھی نہیں بنا رہے اور علماء بھی نہیں بنا رہے۔ ابھی تک تو مسلمانوں میں "یا رسول اللہؐ" کہنے پر جھگڑا ہوتا جا رہا ہے۔ ایک کہتا ہے "نعرہ رسالتؐ" "یا رسول اللہؐ"۔ تو دوسرا اس کو مارتا ہے اور پھر جھگڑا شروع ہو جاتا ہے کہ یہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے کہتا ہے؟ تو یہ ہیں مسلمانوں کے واقعات۔ تو نظام کون سا ٹوٹ گیا؟ عقیدہ' ادارہ' مسجد والا اور مسند والا' سارا نظام ٹوٹ گیا۔ استاد بھی آگے

پیچھے ہو گئے اور سیاسی لیڈر جو تھے وہ بھی ختم ہو گئے۔ اس طرح سارے ادارے ٹوٹ گئے اور اب خانقاہ صوفیوں سے خالی ہے اور مدرسے کا یہ حال ہے کہ ؎

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

اقبال نے دیکھا کہ خانقاہ تو اصلی صوفیوں سے خالی ہے اور اقبال نے یہ بھی کہا کہ ؎

یہ معاملے ہیں نازک جو تیری رضا ہے تو کر
کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریقِ خانقاہی

اقبال کہتا ہے یہ جو نظام ہے یہ مجھے راس نہیں آیا اور اس کے اندر کچھ گڑ بڑ ضرور ہو گئی ہے' اس میں وہ پہلے والی بات نہیں رہی۔ تو سارے لوگ آتے تو ادھر ہی ہیں اور یہ سارے شعور والے لوگ اس سلسلے میں حقیقت کو تلاش کرتے ہیں' انہی گلیوں میں پھرتے ہیں کیونکہ آشنائی انہی گلیوں میں ملتی ہے اور جس کو کچھ ملے وہ سٹ پٹا جاتا ہے۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص کے شعور کو پرکھا جائے' کتنے ہی لوگ ہیں جو غافل ہوکے زندگی گزارتے ہیں اور کچھ لوگ عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ یہ اللہ کے کام ہیں' وہ جہاں جہاں جس کو سکون عطا فرما دے۔ آپ لوگوں کو گزارنے دو' جیسی گزارتے ہیں۔ اللہ کی تلاش کا طریقہ یہی صحیح ہے' بس طریقہ نافذ کرنے والا صحیح ہونا چاہیے۔

سوال :-
ہمیں اپنی اصلاح کیسے کرنی چاہئے اور گناہگاروں کی اصلاح کیسے کریں؟

جواب :-
زندگی میں انسان کئی باتیں یادواشت کے Department میں رکھتا ہے۔ یادداشت بچپن سے محفوظ آرہی ہے اور اس کا ایک Function یہ ہوتا ہے کہ اس کو سنانا ہے وگرنہ یہ ذہن کے خانے میں پڑی ہوئی ایک محفوظ چیز ہے۔ یاداشت کے خانے میں جمع کرتے کرتے انسان کی یاد داشت پر بڑا بوجھ ہو جاتا ہے۔ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ہم یادداشت کی الماری میں جو تازہ چیزیں رکھ رہے ہیں وہ کہیں پرانی نہ ہو جائیں مثلاً" ایسا نہ ہو کہ وہ تیس چالیس سال کے بعد Out of Date ہو جائیں۔ تو اپنی یادداشت کی حفاظت کرنی چاہئے' حفاظت اس طرح کرنی چاہئے کہ یادداشت میں وہ چیزیں رکھیں جو آپ کے عقیدے میں استعمال ہونی ہیں تاکہ وہ چیزیں Date سے باہر نہ ہو جائیں کیونکہ آپ نے چیزیں رکھنی ضرور ہیں۔ تو وہ چہرے یاد رکھیں جو آپ کے عقیدے کی راہ میں آئیں۔ اس طرح وہ چیزیں اختیار کریں جو آپ کے عقیدے کی راہ میں آئیں۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ گردو پیش سے اختلاف نہ کرنا اور زمانے کے ساتھ اختلاف نہ کرنا۔ یہ زمانہ اپنے بنانے والے کا راز ہے اور اسی غلط دنیا میں آپ نے صحیح راستہ تلاش کرنا ہے۔ آپ صحیح راستے پر چلنے والوں کا ساتھ ضرور دینا اور صحیح راستے کے خواہش مندوں کو ساتھ لے لینا۔ بس اس غلط دنیا میں آپ وہ راستہ تلاش کرو اور اسی گمراہ

دنیا میں راہ نما پیدا کرو۔ پھر اسی دنیا کے اندر راستے ملتے جائیں گے۔ یہ دنیا جس میں خدا کا ملنا مشکل لگتا ہے' اسی دنیا میں لوگوں نے خدا کو پایا۔ اسی دنیا میں لوگوں نے اللہ سے رابطہ کیا اور تلاش کر لیا۔ اسی دنیا میں سارا کام ہو جاتا ہے۔ اس لیے جو کچھ ہونا ہے' اسی زندگی میں ہونا ہے۔ اب آپ لوگ اس بات کا خیال رکھیں کہ یادداشت کی اصلاح کرنی ہے' غیر ضروری چیزیں یادداشت میں نہیں ڈالنی' غیر ضروری Tension یادداشت میں نہیں رکھنی' ایسے آدمی سے نفرت نہیں کرنی جس کو اللہ معاف کر سکتا ہے' پھر کوئی نفرت کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ آپ خامی سے نفرت کرو لیکن خام سے نفرت نہ کرو۔ بندے سے نفرت نہ کرنا بلکہ برے عمل سے نفرت کرنا اور وہ عمل خود نہ کرنا جو خامی ہے' بیماری ہے اور آپ کو وہ بیماری نہیں ملی بلکہ صحت مل گئی ہے اور خامی والے کو وہ بیماری لگ گئی یعنی گناہ کی بیماری۔ اب اس انسان پر رحم کرنا اور نفرت نہ کرنا کیونکہ آپ کا وہ بھائی جو ہے وہ بیماری میں مبتلا ہے اور بیماری گناہ کی بیماری ہے' بغاوت کی بیماری ہے۔ یہ بڑی خطرناک بیماری ہے اور یہ روحانی بیماری ہوتی ہے۔ اور یہ جس کو لگ گئی ہے اس کے لئے دعا کرو اسی طرح اگر کبھی جاگنا نصیب ہو تو سونے والوں کے لئے بھی دعا کرو کہ یا اللہ ان کو بھی جاگنا نصیب کر۔ اس لئے اس معاملے میں بڑی ہی احتیاط چاہیئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ برے لوگوں کے لیے تباہی مانگ بیٹھیں۔ آپ کی ساری باتیں بجا ہیں۔ لیکن ذرا یہ خیال کرو کہ یہ سب امت ہے رحمۃ اللعالمینؐ کی۔ تو اس امت کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ رحمۃ اللعالمینؐ کی امت ہے' اس لئے آپ امت کے بندوں کو دوزخ

میں بھیجنے کا منصوبہ نہ بنانا ورنہ آپ خود چلے جاؤ گے۔ اس امت کے لئے بخشے جانے کی بڑی امیدیں ہیں' اور اصلاح کی امیدیں ہیں۔ جس نے آپ کو اصلاح دی ہے وہ ان کی بھی اصلاح کر دے گا اور ان کے بھی واقعات درست ہو جائیں گے۔ تو یہ بڑا خیال رکھا کرو اور اپنے دل صاف کر لو' آپ نے کسی سے نفرت نہیں رکھنی اور کدورت نہیں رکھنی۔ آج آپ کی جوانی ہے اور خون گرم ہے' کل یہ سب کچھ ٹھنڈا ہو جائے گا اور یخ برف ہو جائے گا۔ اس لئے کسی سے نفرت نہیں رکھنی' کدورت نہیں رکھنی' کسی آدمی کے لئے Ill will نہیں رکھنی کہ میں فلاں شخص کو تباہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ کسی کی تباہی کا مت سوچو بلکہ اس کے لیے دعا کرتے جاؤ۔ اگر آپ دعا کرنے والے بن جاؤ گے تو آپ آسانی میں رہو گے۔ آپ خود موت کے انتظار کے ساتھ زندہ رہو اور مرنے والوں کو جانے دو۔ یہ خالق کا اپنا عمل ہے۔ یہ آنا جانا ہوتا رہتا ہے اور اس کائنات میں یہ واقعہ بڑا ضروری ہے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ جس کو لا فانی کر دے اور بقا عطا کرے' اور جسے چاہے فنا کر دے۔

جاگنے والوں کو محرومِ دو عالم رکھا
سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

یہ تو اس کے کام ہیں' وہ جس کو چاہے عطا کر دے اور جس کو چاہے محروم کر دے۔ اور اللہ یہ کرتا رہتا ہے۔

نقطے کو اگر چاہے تو بسم اللہ بنا دے

وہ کر سکتا ہے جو وہ چاہے۔ کرتا وہ آپ ہی ہے۔ سارے کاموں کا اس

نے فیصلہ کیا ہوا ہے۔ نبی وہ خود بناتا ہے' ورنہ نبی اگر جمہوریت سے بنتے تو مسئلہ ہو جاتا۔ تو پیغمبر جمہوریت سے نہیں بنے۔ لوگ پیغمبروں سے پوچھتے تھے کہ آپ کیسے پیغمبر بن گئے' آپ کیسے نبی بن گئے کیونکہ آپ تو ہم میں سے ہیں۔ یہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ ایک ایسا راز ہے کہ جب ہم اس قوم میں سے ایک نبی پیدا کرتے ہیں تو ہم اس کو نوازتے ہیں۔ یہ اللہ کا کام اور اللہ کے کام میں آپ دخل نہ دینا ورنہ آپ گمراہ ہو جاؤ گے۔ وہ جسے چاہے اس کو دے سکتا ہے اور جو چاہے کرسکتا ہے' وہ چاہے تو ہد ہد کو طاقت دے سکتا ہے' ابابیل کو فیل پر حاوی کر سکتا ہے' اس کا حکم آجائے تو ہاتھی بھی گدھا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کبھی اپنی طاقت پر بھروسہ نہ کرنا۔ اللہ کا امر جو ہے' وہ غالب ہے' وہ جو چاہے کرے' وہ "کن" سے "فیکون" کرتا ہے اور وہ اپنی مرضی سے سب کرتا جا رہا ہے' وہ چاہے کسی کو عزت دے اور کسی کو ذلت دے۔ وہ کبھی ریت کو عزت دیتا ہے اور دریا کی ذلت ہو جاتی ہے۔ وہ جس کو چاہے سرفراز کرے۔ اس کے کام عجب ہیں۔

اے خالقِ کونین تیرے کام عجب ہیں
دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

تو وہ جو چاہے کرتا ہے۔ وہ مالک بھی ہے اور مانگتا بھی ہے۔ وہ ہر رنگ میں آتا ہے۔ آپ خیال رکھنا کہ وہ کبھی دینے کے لئے آئے تو انکار نہ کرنا اور لینے کے لئے آئے تو پھر بھی انکار نہ کرنا۔ اس بات کا خیال رکھنا اور اپنا دھیان ہر دم اللہ کی طرف رکھنا۔ دوسروں کی اصلاح کی بجائے خود پہ توجہ رکھو۔

سوال :-

کیا اللہ کے مختلف رازوں سے آشنائی ہو سکتی ہے اور کیا ہم اسے دلیل سے ثابت کرسکتے ہیں؟

جواب :-

ایسا ہوتا ہے۔ آشنائی ضرور ہوتی ہے۔ یہ اپنی اپنی Range کی بات ہے۔ جس کی Range جہاں تک ہو اس کو ویسی آشنائی ملے گی۔ ویسے تو ازل تک ہو سکتا ہے اور الست تک ہو سکتا ہے یعنی "یومِ الست" تک ہو سکتا ہے' کشف بھی ضرور ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ ایسا واقعہ ہو سکتا ہے کہ گائے ذبح ہونے کے بعد اپنے قاتل کا نام بتا دے۔ اس میں یہ خیال رہے کہ سب کی اپنی Range ہے' اپنا درجہ ہے۔ مرنے کے بعد گائے بول سکتی ہے اور اگر اللہ چاہے تو سب ہو سکتا ہے اگر کوئی شخص ولی اللہ ہے' اللہ کا دوست ہے تو اللہ جو چاہے کر دے۔ یہ بات دلیل سے ثابت نہیں ہوگی۔ دلیل تو اس دن ثابت ہوگی جس دن دلیل سے اللہ ثابت ہوا۔ اللہ تو دلیل سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ وکیل سے ثابت ہوتا ہے۔ وکیل وہ ہے جو سچا انسان ہو۔ تو اب راز کیا ہے؟ راز یہ ہے کہ سچے انسان نے جو کہہ دیا' وہ صداقت ہے۔ ورنہ دلیل سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ اگر آپ گیارہ دلیلیں دے دو تو شیطان بارہ دلیلیں رکھتا ہے اور اس طرح اللہ سچا ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ماننے لگ جاؤ تو اللہ ہی اللہ ہے۔ اسی طرح مزار کو دیکھو۔ اس میں گزرے زمانے کا بندہ ہے جو اور زبان بولتا تھا' آپ دوسری زبان بولتے ہو' مگر

رابطہ ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اگر قبروں کا علم شروع ہو گیا تو گھر ہی قبر بن جائیں گے۔ اگر آپ دلیل سے باہر نکلو تو آپ کا سارا علم بھی ماضی کا ہے‘ آپ نے حال میں کوئی بات ہی نہیں کی۔ حضور پاک ﷺ سے لے کر ساری عربی اور فارسی کا علم قبروں سے ہے اور قائدِ اعظمؒ اور اقبالؒ تک سارا علم قبروں سے ہے۔ آپ کی ملاقات اقبال سے ہو سکتی ہے۔ اگر آپ اپنے آپ کو انکار کے لئے وقف کریں گے تو انکار ہی کرتے جائیں گے۔ اگر آپ مسلمان بنے ہیں تو اس بات سے فائدہ اٹھائیں اور اقرار کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ اگر آپ اس نہ ماننے والے زمانے میں بھی مان رہے ہیں تو یہ آپ کا بڑا اعزاز ہے۔ تو آپ کو Communication کی ضرورت ہے۔ ویسے آپ کو قبر سے رابطہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر کبھی انسان الجھ جاتا ہے تو پھر وہ مدد کرتے ہیں‘ اللہ تعالیٰ نے ان سے رابطہ رکھا ہوا ہے۔ کبھی کبھی پرندہ Guide کر دیتا ہے‘ کبھی مشاہدہ گائیڈ کر دیتا ہے اور کبھی کوئی آواز گائیڈ کر دیتی ہے۔ تو ایسے ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں‘ یہ نشانات ہیں جو راستے پر چلنے والوں کو راہ بتاتے ہیں۔ آپ اگر یہاں سے قریب قریب گزرتے جائیں تو گمراہ نہیں ہوں گے۔ تو صاحبانِ مزار ایک نشانی ہیں۔ کس بات کی نشانی؟ جہاں سے فکر کا قافلہ گزرا ہے۔ آپ بھی قریب قریب سے گزر جاؤ۔ اس میں کفر نہیں ہے اور شرک نہیں ہے بلکہ یہ مخلصین کے راستے ہیں جس کے بارے میں اللہ نے کہا تھا کہ الا عباد اللّٰہ المخلصین شیطان نے کہا تھا کہ میں سب کو گمراہ کروں گا تو اللہ نے فرمایا کہ تو میرے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔ تو ان

مخلصین کو سلام کرتے جانا بہت اچھی بات ہے اور اس میں آج کی بات نہیں ہے۔ اگر آپ نے محسوس کیا ہے کہ یہ وہی "مخلصین" لوگ ہیں تو پھر سلام بھیجو ان کو اور ان کی قبروں کو بھی۔ داتا صاحبؒ کو ہزار سال ہو گئے ہیں اور قبر بڑھتی جا رہی ہے۔ داتا صاحبؒ کے مزار کے ساتھ مسجد دیکھو اور نمازی دیکھو۔ ادھر جہانگیر کا مقبرہ دیکھو کہ برباد ہو رہا ہے اور آثارِ قدیمہ بنتا جارہا ہے۔ داتا دربار کے لیے لوگ لاکھوں روپے دے جاتے ہیں۔ یہ عقیدت والے لوگ ہیں، کوئی بیوقوف نہیں ہیں، ان لے پاس آسودگی فکر ہے اس دور میں آسودگی فکر بڑی بات ہے، اس دور میں جب کہ Tension کا زمانہ ہے وہ لوگ آسودہ ہیں۔ آپ بھی کیا لوگ ہیں، زندگی میں مرے پڑے ہو، اپنی بیویوں سے ڈرے پڑے ہو، اپنے حالات سے پریشان ہو، اپنے واقعات سے Disturb ہو، وہاں مزار پر جاکے چند لمحات کے لیے جلوہ دیکھو تو آپ پریشانی سے آزاد ہو جائیں گے۔ آپ تو ویسے ہی آزاد ہو، فکر سے آزاد ہو جائیں گے۔ پریشانی سے نجات دلانے کا کتنا معاوضہ ہونا چاہیئے؟ اگر کوئی شخص جان بچانے کا معاوضہ پوری جان لے لے، تو دے دو۔ تو صاحبِ مزار کے بڑے فنکشن ہیں، یہ بڑے ادارے ہیں، روحانی شفا خانے ہیں اور ان کی بڑی باتیں ہیں۔ آپ کہتے ہو اکتساب فیض کیا ہے؟ ان کے پاس بڑا فیض ہے۔ وہ بندہ بدل کے رکھ دیتے ہیں اور روح کو زندہ کر دیتے ہیں۔ پھر انسان پر روح حاوی ہو جاتی ہے۔ ان پڑھ آدمی جو ہے وہ لکھنے لگ جاتا ہے۔

اب اس بات کو مان لینا اور یہ نہ کہنا کہ ثبوت اور دلیل جب تک نہ دو گے یہ نہیں مانیں گے۔ ثبوت اور دلیل بعد کی بات ہے۔

سوال :۔

کیا وظیفہ کرنا چاہئے؟

جواب :۔

ایک وظیفہ ہے جس کا مطلب ہے کہ ان کے آگے دیوار اور ان کے پیچھے دیوار ہے۔ تو آپ یہ ادب کے ساتھ' احترام کے ساتھ اور وضو کے ساتھ پڑھنا شروع کر دو تو اثر تو ہو جائے گا' مگر وہی کام ایک انگریز اور کافر بھی کر جاتا ہے۔ راز یہ ہے۔ غریب آدمی وظیفے کے ذریعے دس روپے مانگتا ہے اور وہ امیر ملک آپ کو کئی بلین ڈالر' Free of cost امداد دے جاتے ہیں۔ کسی کو امریکہ زیادہ امداد دیتا ہے اور کسی کو روس۔ اور یہاں یہ حال ہے کہ :۔

وہاں ہوئی ہے مسخر خلا کی پہنائی
یہاں دھری ہے ابھی تک مزار پر دستار

تو آپ کو اس حالت سے نکلنا چاہئے۔ لوگ مدت سے واقعہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ؎

میں کتنی صدیوں سے اس انتظار میں گم ہوں
الٰہی اب تو مسیحا کو آسماں سے اتار

مسیحا آسکتا ہے لیکن وجہ یہ ہے کہ اصل میں ہم ٹھیک نہیں ہیں۔ ہم خود غریبوں کو دیتے نہیں ہیں اور امیروں کے غرق ہونے کی دعا مانگتے ہیں۔ تو اچھا غریب کون ہے؟ جو کسی امیر کے مال کو للچائی ہوئی نگاہ سے نہ دیکھے اور جو اپنی غریبی کو اللہ کے قریب کردے۔ یہ اچھا غریب ہے۔ اور اچھا

امیر وہ ہے جو اپنے مال کو غریبوں میں تقسیم کر دے۔ تو برا امیر بھی بہت برا اور برا غریب بھی بہت برا۔ اصل میں امیر غریب کی تقسیم نہیں ہے بلکہ اچھائی اور برائی کی تقسیم ہے۔ تو اسلام کی تقسیم یوں نہیں ہے کہ یہ غریب ہیں اور یہ امیر ہیں بلکہ تقسیم یوں ہے کہ یہ برے ہیں اور یہ اچھے ہیں۔ اچھا امیر بھی اچھی شے ہے اور اچھا غریب بھی بہت اچھی شے ہے۔ دونوں مل کر گزارہ کر سکتے ہیں' نہ وہ غریب ہو گا اور نہ وہ امیر ہو گا۔ لہٰذا آپ لوگ بدی سے بچو اور وابستہ ہو جاؤ۔ آپ وہی ہیں جو آپ کی وابستگی ہے۔ آپ کی وابستگی ہی آپ کا مرشد ہے' آپ کا کلمہ ہے' آپ کا ایمان ہے اور آپ کی قبر ہے۔ یہی آپ کا وظیفہ ہونا چاہیے۔

سوال :۔

کیا قبروں پر جانا جائز ہے؟ یہ حاضر ناظر کیا ہوتا ہے؟

جواب :۔

اگر آپ کی وابستگی مادہ کے ساتھ ہے تو آپ مادہ پرست ہو گئے۔ تو مادہ تو بے جان ہے اور یہ مر جائے گا۔ تو مادہ سے محبت کرنے والا بھی فنا ہو جائے گا۔ آپ کی وابستگی اگر فرد سے ہے' تب تو بچ جائیں گے اور اگر بے جان سے ہے تو مر گئے۔ لہٰذا آپ یہ دیکھو کہ وابستگی کس چیز سے ہے' تو راہنما سے وابستگی ہی صحیح راستے پہ چلنے کی ضمانت ہے۔ اگر آپ کی وابستگی نہیں بنی تو آپ خیال کرو۔ انسان نے آخر یہاں سے چلے جانا ہے' اگر اس کی کوئی پسندیدہ چیز پردے کے اس پار ہے تو اس کے انتظار میں موت آسان ہو جائے گی' ہلکی ہو جائے گی ورنہ یہ بھاری رہے گی۔ تو

آپ کا عقیدہ یا ایمان اگر پردے کے اس پار ہے تو بچت ہو جائے گی۔ اگر آپ قبروں کو غائب سمجھ رہے ہیں اور جانا قبر میں ہے تو پھر تو آپ گھاٹے میں ہیں اور برباد ہو گئے۔ تو اصل یہ عقیدہ ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ' اللہ ہونے کے باوجود درود بھیجتا جا رہا ہے۔ اس نے سارے بندے خود بنائے ہیں اور اگر اللہ ایک انسان پر درود بھیجتا جائے تو یہ بڑی بات ہے۔ اللہ نے ساری کائنات بنائی ہے' چاند ستارے' سورج سارے اور اتنے اس کے نظارے' سب کے سب' ایک انسان یعنی حضور پاک ﷺ کے لیے بنائے ہیں۔ اب کائنات اس سے پوچھ سکتی ہے کہ اتنی بڑی کائنات میں ایک انسان کو تو نے باعث تخلیق کائنات کیوں بنایا۔ مگر یہ اللہ کا واضح اور Open اعلان ہے کہ ہم نے یہ سب کچھ آپؐ کے لیے بنایا ہے اور آپؐ پر صبح شام درود بھیجتے ہیں۔ اور آپ لوگوں کو ابھی تک شک ہے کہ حضور پاک ﷺ ہیں کہ نہیں۔ وہ زندگی تو موت کے بعد بھی ہے۔ اللہ زندہ ہے تو اللہ کا محبوبؐ بھی زندہ ہے اور اللہ کی محبت بھی زندہ ہے۔ اگر اللہ کا محبوب نہ ہوتا تو اللہ کس پر درود پڑھتا۔ اللہ نے یہ درود حضور پاک ﷺ کی پیدائش سے شروع کیا ہے۔ جب سے محبوبؐ ہے' درود ہے اور جب سے اللہ ہے محبوبؐ ہے۔ تو جب تک اللہ ہے' درود رہے گا۔ تو اللہ کے محبوبؐ تھے' اللہ کے محبوبؐ ہیں اور اللہ کے محبوبؐ رہیں گے اور جب محبوبؐ ہیں تو محبوبؐ کے عاشق بھی ہیں' محبوبؐ کے فقراء بھی ہیں اور محبوبؐ کے پیارے بھی ہیں۔ آپ صرف جھگڑا کرتے جا رہے ہو۔ تو یہ وہ مقام ہے کہ ۔

یہ روزِ کن سے بھی پہلے زمانے کی کہانی ہے
دو عالم میں محمدؐ کا نہ تھا ثانی نہ ثانی ہے
فنا زیرِ قدم ان کی بقا پر حکمرانی ہے
محمدؐ کے غلاموں تک کی ہستی جاودانی ہے

اب اس میں جھگڑا کس بات پر۔ بس یہ عشق کی بات ہے۔ قبریں تو آپ کو کیا کچھ بتاتی رہتی ہیں' روز انکشافات ہوتے رہتے ہیں۔ اگر آپ ماں باپ کی قبر پہ جاؤ گے تو انکشافات ہو جائیں گے۔ یہ انکشافات ہوتے رہتے ہیں۔ خواب میں بھی انکشافات ہوتے ہیں' آنے والے زمانے کا پتہ چلتا رہتا ہے اور گزرے ہوئے زمانے کا پتہ چل جاتا ہے۔ یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے کہ گزرا ہوا بندہ آگے آ کے کان میں ایک بات بتا دے۔ یہ سماعت کیا ہوتی ہے۔ یہ راز ہے۔ کچھ لوگ دور سے سنتے ہیں اور کچھ کان پاس ہونے کے باوجود نہیں سنتے۔ ؎

گوشِ مشتاق کی کیا بات ہے اللہ اللہ
سن رہا ہوں میں وہ نغمہ جو ابھی ساز میں ہے

یعنی جو سننے والا ہے وہ نغمہ بجنے سے پہلے ہی مست ہو جاتا ہے کیونکہ وہ سن لیتا ہے۔ اب یہ ساز کے اندر جو نغمہ سننے والے ہیں وہ گزرے ہوئے نغمے سنتے ہیں اور ہزار بار سنتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی Range کی بات ہے۔ اگر کوئی آدمی درود شریف پڑھنے والا ہو' اس کو یہ بھی پتہ ہو کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پرانا ہے اور اسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کا شوق بھی ہو تو پھر پرانے زمانے کا دیدار کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ دیدار کا شوق ہونا بڑی خوش نصیبی ہے۔ اگر وہ آج نہیں ہیں

تو پرانے زمانے سے ایمان کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کہتے ہو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ زمانہ زندہ تھا اور یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد کا زمانہ ہے' آپ ماننے والے ہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تو وہ مسلمان جو اسلام پڑھتے وہ اسلام کے پاس نہیں ہیں یعنی کہ وہ اسلام جس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہوں وہ تو اور ہوا۔ اب جہاں وہ موجود نہیں ہیں تو وہ زمانہ تو اور ہے۔ اس لئے اسلام تو تب برابر ہوتا ہے جب ایک جیسا واقعہ ہو' ورنہ ان لوگوں کا کلمہ تو مشاہدے کا تھا اور آپ کا کلمہ غیر مشاہدے کا ہے۔ تو یہ کلمہ برابر کیسے ہو سکتا ہے۔ ثابت یہ ہوا کہ مشاہدہ ایک عطا ہے۔ وہاں بھی اس وقت کئی لوگوں نے آپؐ کو دیکھ کر نہیں دیکھا اور یہاں پر نہ دیکھ کر بھی دیکھ لیا۔ یہ مشاہدے کی بات ہے۔ یعنی اس زمانے میں بے شمار کافروں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا اور آج کئی لوگوں کو ان کے دیدار کی نعمت حاصل ہے۔ تو واقعہ کیا ہوا؟ واقعہ نسبت کا ہے اور نسبت کلمے کی ہے' کلمہ مشاہدے میں ہونا چاہیے۔ اگر آپ جھگڑا کرو گے تو مشاہدہ کیسے ہو گا۔ ابھی تو آپ اسلام کو مسلمانوں سے جدا ثابت کر رہے ہو۔ تو آپ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا رب العالمین ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب رکھ تاکہ ہم مشاہدوں کے قریب ہوں۔ ہمیں بحث سے بچا اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر قائم فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و نور عرشه سیدنا و مولانا

حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

٦

١ کوئی ایسی وضاحت فرمادیں کہ یہ سمجھ آجائے کہ دنیا اور دین کیا ہیں؟

٢ کوئی آسان سالائحہ عمل بتادیں جس کے ذریعے ہم اللہ کے قریب ہو جائیں؟

٣ سر! یہ جو کیڑے مکوڑے مارنے کے لیئے ڈی ڈی ٹی استعمال کرتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

سوال :-

کوئی ایسی وضاحت فرما دیں جس سے یہ سمجھ میں آ جائے کہ اسی زندگی میں دنیا اور دین کیا ہے؟

جواب

دنیا میں انسانَ انسان کو تکلیف بھی پہنچاتے ہیں اور خدمت بھی کرتے ہیں۔ کائنات میں جتنی مخلوق ہے' یہ دوسری مخلوق کی خدمت بھی کرتی ہے اور دوسری مخلوق کو نقصان بھی پہنچاتی ہے' تکلیف بھی دیتی ہے اور یہی انسان کی پہچان کا ذریعہ ہے۔ سارے آدمی تو الگ الگ ہیں اور ان میں فرق ہے۔ لیکن اگر آپ ذرا غور سے دیکھو تو انسانوں میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے' ہرچند کہ کروڑہا' ارب ہا انسان' سارے الگ الگ ہیں۔ انسانوں کے مزاج الگ ہیں' کھانا پینا' رہنا سہنا' ملک' معاشرت اور معیشت سب الگ ہیں' لیکن آپ ذرا غور سے دیکھیں تو ان میں بہت سی چیزیں ایک جیسی ہیں۔ مثلاً" کھانا سب کھائیں گے' سب سوئیں گے' سب روئیں گے' خوش سارے ہوں گے' غمگین سب ہوں

گے' بیمار سب ہوں گے چاہے کوئی ڈاکٹر ہو' اور انجام کار سارے مرجائیں گے۔ اگر آپ مشاہدہ کرو تو انسانوں کی بے شمار اور لا محدود اقسام کے باوجود ان کی چند ہی قسمیں نکلیں گی۔ مثلاً" اللہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعے دین بھیجا اور یہ ہدایت اللہ کی طرف سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعے آئی ہے اور جو لوگ موجود تھے ہماری نگاہ میں سب سے زیادہ خوش قسمت تھے کیونکہ وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے ہدایت حاصل کر رہے تھے اور اس زمانے میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے یہ ہدایت نہیں مانی اور وہ انتہا کے بدقسمت تھے' جو لوگ ہدایت مان گئے' وہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کرامؓ بن گئے اور انتہا کے خوش قسمت ہو گئے۔ تو انسانوں کی' یہ دو قسمیں ہو گئیں۔ اگر یہ بات یہیں تک ہوتی تو پھر دین اتنا ہی تھا جتنا اس وقت موجود تھا لیکن دین پہنچانے والے کا منشا ہر زمانے کے لوگوں تک دین پہنچانا ہے اور دین لانے کا واحد ذریعہ پیغمبر ہے۔ لہٰذا پہلے زمانے میں پیغمبر آتے رہے ہیں۔ جب کسی اور پیغمبر نے نہیں آنا تو اب وہ پیغمبر ہر زمانے کے لئے ہونا چاہئے۔ تو اللہ کریم نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اور نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر زمانے کے لئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض اسی طرح ہو گا جیسے اس زمانے میں تھا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بظاہر موجود تھے۔ آج بھی لوگ اسی طرح ماننے والے ہوں گے۔ تو اللہ کریم نے آپ لوگوں کے لئے دین بھیجا تاکہ آپ کے نفس کا شر کم ہو جائے اور آپ خیر میں داخل ہو جائیں۔ اس میں جنات بھی ہیں اور انسان بھی ہیں۔ جنات مسلمان بھی ہیں اور جنات غیر مسلم بھی ہیں'

انسان مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی ہیں۔ اب جن ہو یا انسان' دوسرے کو راحت بھی پہنچاتا ہے اور کسی نہ کسی کو تکلیف بھی پہنچاتا ہے۔ یہ کبھی علم میں ہوتا ہے اور کبھی لاعلمی میں ہوتا ہے۔ تو اللہ کریم نے یہ فرمایا کہ تم کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ اور جو ایذا پہنچائے گا اس کے لئے سزا ہے۔ اب اللہ کے حکم کو Violate کرنے والا انسانوں میں بھی ہو سکتا ہے اور جنات میں سے بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ دین کو Negate کرنے والے انسانوں میں بھی ہوں گے اور جنات میں بھی ہوں گے' تو جو چیز جنات کے لئے Applicable ہے وہ انسانوں کے لئے بھی ہے اور جو انسانوں کے لئے ہے وہ جنات کے لئے بھی ہے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا کہ میں نے جنات اور انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا یعنی صحیح راستے پر چلنے کے لئے۔ لیکن ان میں سے کئی چلتے ہیں اور کئی نہیں چلتے۔ جو صحیح راستے پر چلتے ہیں ان کے لئے اللہ نے انعام کے طور پر جنت بنا رکھی ہے اور جو نہیں چلتے ان کے لئے سزا کے طور پر دوزخ کا قیام بنا رکھا ہے۔ اس لئے انسانوں کی بے شمار اقسام ہیں مگر اب یہ دو اقسام ہو گئیں' یہ نہ ماننے والے اور یہ ماننے والے ہیں۔ انسان کی صفات پہ غور کریں تو تمام قسمیں آخر کار چند قسموں میں' چند اعمال میں اور چند صفات میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ تو آپ غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو چند صفات میں تقسیم کر دیا۔ مثلاً "یہ میری طرف آنے والے انسان ہوں گے اور یہ مجھ سے بھاگنے والے انسان ہوں گے اور جو میری طرف آنے والے ہیں وہ سعید روحیں ہیں' نیک روحیں ہیں اور وہ دنیا کے اندر اتنے مصروف اور اتنے Involve نہیں ہوتے کہ وہ میری یاد سے غافل

ہو جائیں اور وہ ہمیشہ ہی میرے راستے پر گامزن رہتے ہیں اور جو دنیا کے اندر محو ہوتے ہیں وہ گاہے گاہے میری بات سنتے ہیں' میرے احکام سنتے ہیں لیکن ان کو توجہ حاصل نہیں ہوتی۔ تو اب یہ دو قسمیں رہ گئیں۔ ومنکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ یعنی "تمہیں میں سے لوگ ہیں جو دنیا کی تمنا رکھنے والے ہیں اور تمہیں میں سے لوگ ہیں جو آخرت کی تمنا رکھتے ہیں"۔ دنیا دار کی خاص خاص صفات آپ کو پتہ ہونی چاہئیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ دنیا دار جو ہے وہ جاہ طلب ہو گا' مرتبہ' شہرت' منصب' Reputation' عزت افزائی کا طالب ہو گا' دوسروں کو چھوٹا سمجھے گا' اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا اور ریاست میں یا حکومت کے کسی مرتبے پر فائز ہونے کے لئے محنت کرے گا۔ اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں مال جمع کرے گا اور ضرور گنتا رہے گا اور منصوبے بناتا رہے گا۔ دنیا دار کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو لوگوں میں اس طرح پیش کرے گا کہ لوگ اس سے خوفزدہ ہوں' فرعون اور ہلاکو کی طرح ڈرانے والا ہو گا' چابک ہاتھ میں لے کے لوگوں پر ہیبت طاری کرے گا۔ اس کے برعکس دین والا شخص جو ہو گا وہ اس دنیا کو عارضی قیام گاہ سمجھے گا۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا یہاں ٹھہرنا ایک خاص مقررہ میعاد تک ہے' پھر یہاں سے نکل جانا ہے۔ اس لئے وہ زیادہ اسباب اکٹھے نہیں کرے گا۔ دوسری بات یہ کہ وہ لوگوں میں خوف پیدا نہیں کرے گا اور ان کی خدمت کرے گا۔ تو جو دین کا زیادہ شوق رکھنے والا ہو اور اگر وہ اللہ کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اللہ اس کو نہیں ملتا تو پھر وہ اللہ کی کوئی وابستگی ڈھونڈ لے' اور یوں وہ انسانوں کی خدمت کرنے لگ

جاتا ہے اور جہاں تک پیسہ یا دوسری صفات اور خوبیوں کا تعلق ہے وہ اس لئے حاصل کرتا ہے کہ ان کے ذریعے اللہ کے راستے کی آسانی ہو، حلال و حرام کی تمیز سے پیسہ ملے تو وہ پھر اس کو اللہ کے راستے پر لگا دیتا ہے ورنہ وہ بغیر دولت کے ہی اللہ کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ اس لئے یہ جو صفات ہیں یہ ہر آدمی میں آپ کو Judge کرنے سے مل جائیں گی اور یہی زندگی ہے، یہی دنیا ہے، یہی آپ کا گھر ہے۔ دین کی زندگی کوئی الگ نہیں ہے۔ بہشت کروڑہا میل دور ہے اور کروڑہا سال دور ہے مگر اس کو حاصل کرنے کا فیصلہ ہم آج ہی کر رہے ہیں۔ اسی طرح دوزخ ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھی۔ دوزخ بھی کروڑہا میل دور ہے اور کروڑہا سال دور ہے مگر ہم اپنے عمل سے آج ہی اس میں داخل ہو جاتے ہیں، تو گویا کہ یہی زندگی دین ہے اور یہی زندگی دنیا ہے۔ اگر آپ کا رخ دنیا دار ہو جائے اور یہاں ٹھہرنے کی تمنا کرلیں تو آپ دنیا دار ہو جائیں گے اور یہاں سے اگر آپ کی کوچ کی تیاری ہو جائے تو آپ دین دار ہو جائیں گے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ دوسری یہ بات بڑے غور والی ہے کہ اس زندگی کے اندر اگر آپ کو محسوس ہو جائے کہ میرا کوئی مالک ہے جو حکم چلانے والا ہے، اگر اس مالک کی Presence یعنی موجودگی کو آپ نے تسلیم کرلیا اور اس کا اعتراف کرلیا تو یہی زندگی آپ کا دین بن جائے گی اور اگر آپ نے یہ سب تسلیم نہیں کیا تو یہی زندگی دنیا بن جائے گی۔ اس لئے ایک غور والی بات یہ ہے کہ دین اور دنیا ایک ہی عمل کا نام ہو سکتا ہے۔ یعنی ایک جیسا عمل ہو تو وہ دنیا بھی کہلا سکتا ہے اور دین بھی کہلا سکتا ہے۔ مثلاً" دو آدمی بیک وقت نماز پڑھ رہے ہیں، ایک

دکھلاوے کے لئے پڑھ رہا ہے اور ایک شوق میں پڑھ رہا ہے' تو جو دکھلاوے کے لئے پڑھ رہا ہے وہ دنیا کی نماز پڑھ رہا ہے اور جو شوق میں اطاعت کر رہا ہے وہ اللہ کی نماز پڑھ رہا ہے۔ تو یہ دنیا ہے اور وہ دین ہے۔ گویا کہ نماز کا پڑھنا بھی دنیا ہو سکتا ہے اور نماز کا پڑھنا دین بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح پیشہ کمانا دنیا بھی ہو سکتا ہے اور دین بھی ہو سکتا ہے۔ اب اسلام نے یہ آسانی پیدا کر دی کہ فیصلہ آپ کی اپنی نیت پر چھوڑ دیا اور آپ کی نیت کو مخفی کر دیا تاکہ آپ کو ندامت نہ ہو اور توبہ کا آپ کو موقع ملتا جائے۔ تو اسلام نے یہ مہربانی کی ہے کہ آپ کی نیت جو ہے وہ چہرے پر نہیں لکھی کہ میں یہ نیت رکھتا ہوں۔ عمل جو ہے وہ ظاہر ہے اور عمل کا نتیجہ بھی ظاہر ہے۔ اس لئے عمل سے اور نتیجوں سے نیت کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ دنیا دار عمل سے نیت کا فیصلہ کرتے ہیں اور دین والے نیت کو عمل سے بے نیاز ہو کر مانتے ہیں۔ اس لئے جو انسان عمل کے ذریعے نیتوں کو Judge کرنا چاہتا ہے اور دوسروں کی ظاہری زندگی دیکھ کر انہیں فقیر' درویش یا اللہ والا سمجھتا ہے تو وہ آدمی دھوکا کھا جائے گا۔ یہ دنیا کا طریقہ ہے کہ آپ اس کا تجزیہ کرو' اس کو دیکھو' بھالو کہ یہ کون ہے؟ کل کہاں تھا؟ کہتا ہے کہ یہ شراب خانے میں تھا۔ آج کہاں ہے؟ کہتا ہے آج بڑے مقام پر ہے کیونکہ درمیان میں توبہ ہو گئی ہے اور جب ہم اللہ کے سامنے کی ہوئی توبہ کو دیکھ نہیں سکتے تو ہم نیتوں کو بھی دیکھ نہیں سکتے۔ تو ہم اگر عمل کو دیکھ کر نتیجے کا فیصلہ کریں گے تو غلطی ہو جائے گی۔ اس لئے جو دنیا دار ہے وہ اعمال سے Judge کرتا ہے اور جو دین والا ہے وہ اللہ کے فضل سے Judge کرتا

ہے۔ اب یہ بات دیکھنی چاہئے کہ اللہ کریم نے آپ کو جو زندگی عطا کی ہے یہ پہیلی کے طور پر تو نہیں عطا کی کہ آپ ڈھونڈتے رہو کہ اس میں کیا ہے۔ اللہ نے آپ کو چھوٹا سا کنبہ دیا ہے جس میں بیٹی' بیٹا' ماں' باپ' بھائی' بہن' ہیں۔ اس میں کھانا پینا ہے' تھوڑے سے مسائل ہیں اور کچھ محلے کی زندگی ہے۔ آپ کی کل اتنی سی زندگی ہے اور اس کے اندر ہی آپ نے خدا کو جاننا ہے' اسی کے اندر ہی ساری زندگی کو سمجھنا ہے اور ساری دنیا کو سمجھنا ہے۔ تو اگر دنیا سمجھنے کے لئے ضروری ہوتا کہ آپ مصر کا چکر لگاؤ' یونان کا چکر لگاؤ اور انڈونیشیا کا چکر لگاؤ تو پھر زندگی کو جاننا ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔ کیونکہ ہم چکر نہیں لگا سکتے۔ لیکن اللہ نے کہا کہ زندگی کو یہیں سمجھو اور اس کے لئے ایک چھوٹا سا گھر' بیوی' بچے' ماں' باپ' بہن' بھائی اور چھوٹا سا محلّہ دے دیا ہے۔ گویا کہ اس ماحول کے اندر اللہ کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی کے اندر انسان گمراہ بھی ہو سکتا ہے اور اسی کے اندر وہ فلاح بھی پا سکتا ہے۔ تو گویا کہ زندگی کو سمجھنے اور زندگی پر عمل کرنے اور زندگی کو فلاح میں لانے کے لئے آپ نے اس کا کینوس وسیع نہیں کرنا بلکہ اس کی Study ذرا غور سے کرنی ہے۔ غریب آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم تو غریب لوگ ہیں' ہم کیسے یہ بات سمجھیں اور تم تو امیر ہو' تم حج کر کے آئے ہو۔ اگر یہ بات سب کے لئے ضروری ہوتی تو پھر سب کو وہ چیز نصیب ہوتی۔ لہٰذا ضروری یہ ہے کہ آپ اپنے دائرے میں سب کام کرو۔ آپ دیکھو تو آپ کا چھوٹا سا دائرہ ہے اور آپ کے محدود تعلقات ہیں۔ جتنے آپ کے واقف لوگ ہیں وہ گنتی کے ہوتے ہیں' سو یا دو سو۔ آپ ایک ہزار سے زیادہ لوگ واقف

نہیں بنا سکتے۔ یعنی کہ ہزار سے زیادہ ہم ایسے آدمی نہیں بنا سکتے جن کو نام سے پکاریں' تو یہی آپ کی زندگی ہے جس کے اندر آپ کی زندگی کا علم پورا ہوتا ہے۔ اسی زندگی میں علم دینے والے ہیں اور اسی میں علم لینے والے ہیں۔ اسی میں گاہک بھی ہیں اور اسی میں دکاندار بھی ہیں۔ یعنی جن سے ہم نے سودا لینا ہے اور جن کو ہم نے سودا دینا ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار آدمی ہوں گے۔ ایک ہزار آدمی میں آپ کے علم نے پرورش پائی ہے۔ اسی میں آپ نے رونا بھی ہے' گویا کہ ان میں سے کسی کی موت آپ کا غم بنے گی کیونکہ باہر کی موت آپ کے لئے غم نہیں ہے۔ مثلاً" آپ نے خبر پڑھی کہ ہندوستان کے ایک گاؤں میں ایک آدمی مر گیا تو آپ پر اثر نہیں ہو گا۔ ہمارے لئے تو غم وہ ہو گا جب ہمارا کوئی آشنا گزر جائے گا۔ ہر انسان کی موت آپ کے لئے غم نہیں ہے بلکہ آشنا کی موت غم ہے۔ لہٰذا آپ کے جذبات کا دائرہ آشنا تک ہے۔

بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس موجود میری لکڑی کی روٹی میری بھوک مٹاتی ہے۔ آپ کی الٰہیات کا دائرہ بھی آشنا تک ہی رہے گا اور اس سے باہر نہیں نکلے گا۔ مثلاً" کوئی یہ کہے کہ فلاں مقام پر انڈونیشیا میں ایک درویش بیٹھا ہوا ہے۔ آپ پر یہ فرض نہیں ہے کہ آپ انڈونیشیا کے درویش کے پاس جا کر اپنا فیض لو۔ "آپ لاہور میں رہتے ہو" "جی لاہور میں رہتا ہوں"۔ "پیسے بھی نہیں ہیں؟" "جی نہیں ہیں"۔ "ٹانگوں میں طاقت ہے؟"۔ "جی ہے"۔ یہاں پر داتا صاحبؒ کا آستانہ ہے' وہاں چلے جاؤ" تو گویا کہ آپ کی ظاہری و باطنی ضرورتیں اپنے علاقہ

اور اپنے دائرہ معلومات میں پوری ہوں گی۔ آپ کے علاقے میں ہی آپ کے لئے سب کچھ ہے۔

فریدؔا! روٹی میری کاٹھ دی لاون میری بکھ
جنہاں کھادیاں چوپڑیاں گھنے سہن گے دکھ

بابا صاحبؒ کاٹھ کی روٹی لے کر پھرتے رہے اور یہ ایک پورا Symbol ہے۔ اس علاقے کے انسانوں کی معیشت کا دارو مدار لکڑی پر تھا۔ تو بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ تم معیشت کی پروا نہ کرو کیونکہ تمہارے پاس جنگل ہیں' لکڑی کاٹو اور پھر معیشت ہی معیشت ہے۔ رزق آسان ہو جائے گا۔ آپ لوگ اگر کتابیں بیچنے والے ہو تو آپ کو روٹی کہاں سے ملے گی؟ کاغذ سے۔ کسی کی روٹی لفظ سے ہے اور کسی کی روٹی کسی اور ذریعے سے ہے۔ گویا کہ یہ سارے اللہ کریم کے فیصلے ہیں۔ تو آپ کی معیشت آپ کے اپنے دائرے میں ہے' آپ کا غم آپ کے دائرے میں ہے۔ آپ کی خوشی آپ کے دائرے میں ہے۔ یہ سب کتابوں میں نہیں ہے بلکہ جو آپ کا دائرہ معلومات ہے اسی کے اندر سب کچھ ہے۔ اسی کے اندر نیکی بھی ہے اور کمینگی بھی ہے اور اسی کے اندر بے حسی بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ سب سے خطرناک انسان وہ ہے جو بے حس ہو' جس کا احساس زندہ نہ ہو یعنی جو ہو گیا سو ہو گیا۔ بے حسی ایک روحانی بیماری کی انتہائی شکل ہے۔ اسی دائرے کے اندر آپ کو مرشد نے بھی ملنا ہے' اسی دائرے کے اندر آپ کو مؤذن نے بھی ملنا ہے' اسی دائرے کے اندر آپ کو چھوٹی سی مسجد بھی مل جاتی ہے اور یوں آپ کی ساری زندگی کے مکمل واقعات آپ کی آشنائی والوں میں سے گزر جائیں گے۔ تو آپ اپنی

آشنائی کے اندر غور کریں مثلاً" خوشی دینے والا آپ کے پاس آیا اور چلا گیا مگر آپ نے پہچانا ہی نہیں۔ جو آنے والا ہے اس کو غور سے دیکھو۔ مثلاً" ایک آدمی آیا' آپ سے نگاہ ملائی اور چلا گیا۔ وہ علم دینے والا تھا۔ آپ اس پہ غور کریں تو اسی کے اندر ہی واقعہ ہے۔ آپ نے کہیں دور سے جاکر علم نہیں لینا بلکہ یہیں اپنی سیٹ پر بیٹھے رہو اور یہیں پر آپ کو وہ بات مل جائے گی۔ تو گویا کہ آپ نے اپنے ارادے اور اپنی نیّت کی اصلاح کرنی ہے۔ باقی سارے کام اللہ کریم خود ہی کر دے گا۔ آپ اگر اللہ کو چاہتے ہیں تو آپ ایک جگہ اللہ کی نیت کر کے بیٹھ جائیں' کہ یا اللہ ہم کہاں کہاں تجھے تلاش کریں' تو آپ ہی کرم فرما اور آسانی فرما! تو اللہ کی طرف سے خود بخود کوئی انتظام ہو جائے گا' ایک آدمی آئے گا اور کہے گا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ اور پھر وہ ایسی کوئی بات کرے گا کہ آپ کو سمجھ آجائے گی۔ وہ آپ کو سمجھائے گا کہ بیٹے کی شکل میں آپ کی آزمائش آ رہی ہے' اگر اس پر آپ نے ظلم کیا تو ظالم کہلائیں گے' بیٹی کی شکل میں آپ پر خرچے کا تقاضہ آ رہا ہے' ماں کی شکل میں آپ کو ادب سکھانے والی Agency ملی ہے' دوست کی شکل میں وقت ضائع کرنے والا مہربان آ رہا ہے' پیر کی شکل میں آپ کو اللہ کا راستہ دکھانے والا آ رہا ہے' اذان کی آواز کی شکل میں اللہ کی طرف سے بلاوا آ رہا ہے' اسی طرح آپ جنازہ دیکھتے ہو تو پھر آپ کو ادھر کا خیال آ جاتا ہے۔ گویا کہ آپ کی زندگی کے محدود دائرے کے اندر سارے واقعات ہو جاتے ہیں۔ نفع' نقصان' غم' خوشی' بغاوت' اطاعت' سب کچھ اسی محدود دائرے میں ہو جاتا ہے۔ اپنے دائرے میں مکمل طور پر مشاہدہ کرو۔ آپ نے

کسی باہر کی چیز کو Study نہیں کرنا۔ مثلاً" یہ کتاب ہندوستان میں لکھی گئی ہے، کسی بزرگ نے لکھی تھی اور اس میں بڑے رموز ہیں۔ اس طرح رموز وغیرہ کام نہیں آتے۔ جو آپ کے ساتھ زندگی وارد ہے، اس پر غور کرو، بیوی میں، بچوں میں، پڑوسی میں، راہ چلتے مسافر میں، دروازہ Knock کرنے والے مہمان میں اور دوسرے چھوٹے چھوٹے واقعات پر آپ غور کرو۔ اس میں پورے کا پورا عرفان ہے اور اسی سے آپ کو ساری نصیحت مل جاتی ہے۔ عرفان کیسے ملتا ہے؟ مثلاً" اپنے گھر میں آپ جاگ رہے ہیں، گھر آپ کا زمین پر ہے اور آپ رات کو جاگ کر روتے ہیں تو وہ آنسو جو آپ اللہ کی یاد میں گرا رہے ہیں یہ آنسو آسمان پر جاتے ہیں، اگرچہ ہوتے آپ گھر میں ہیں۔ دعا آپ یہاں مانگ رہے ہیں اور جاتی عرش پر ہے۔ یا تو ہم یہ کہیں کہ عرش زمین پر ہے، یا پھر ہم یہ کہیں کہ یہ خطہ آسمان پر ہے، مگر نہ وہ آسمان ہے اور نہ یہ زمین ہے بلکہ تیرا تعلق ہی سب کچھ ہے۔ تو گویا کہ آپ جہاں پہ تعلق بنا لو، وہیں اللہ Available ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ کہاں تعلق بناتے ہیں اور یہ آپ کا کام ہے کہ آپ اس کو کہاں اور کیسے پکارتے ہیں۔

؎ ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہاں سہی

تو یہاں وہاں کچھ نہیں ہوتا بلکہ اپنی نیت ہوتی ہے۔ اگر نیت اچھی ہو تو سارے واقعات اچھے ہو جاتے ہیں۔ ایک ہندو برہمن اشنان کو جا رہا تھا۔ راستے میں اس کو ایک چمار ملتا ہے یعنی چمڑا رنگنے والا۔ چمار کہتا ہے "برہمن مہاراج جی! کدھر چلے ہو"۔ اس نے کہا "میں گنگا اشنان کو جا رہا ہوں"۔ کہتا ہے "پھر مائی گنگا کو میرا سلام کہنا اور میری

طرف سے یہ ٹکہ اس کو نذر کرنا"۔ چمار نے اپنی گندی جیب سے ٹکہ نکالا۔ برہمن نے ہاتھ تو لگانا نہیں تھا کیونکہ اس کا دھرم بھرشٹ ہو جاتا۔ اس نے گڈوی آگے کی کہ اس میں ڈال دے۔ گنگا جا کر برہمن نے اس چمار کا ٹکہ ڈالا اور اس کا سلام کہا۔ کہتے ہیں کہ گنگا میں سے ایک خوب صورت ہاتھ نکلا۔ اس ہاتھ میں ایک طلائی کنگن تھا اور یہ آواز آئی کہ "اس ہمارے محبوب کو یہ کنگن دے دو، جس نے ہمیں یہ میلا ٹکہ دیا ہے"۔

برہمن اشنان بھول گیا اور واپس ہی آ گیا۔ اس نے چمار سے ہاتھ باندھ کر کہا یہ کنگن جو ہے آپ کو جواب میں ملا ہے، مائی گنگا نے آپ کو سلام کہا اور کہا ہے کہ یہ کنگن اس ہمارے محبوب کو دے دو ۔ اس چمار نے کہا "دیکھو آپ ہو برہمن اور میں چمار ہوں، چمڑا رنگنے والا، ہم نے یہ سونا کیا کرنا ہے، اس کو تم ہی لے لو"۔ برہمن بڑا خوش ہوا کہ یہ تو سونے کا بڑا خوب صورت اور اتنا قیمتی کنگن ہے۔ گھر لے جا کر اپنی بیوی کو دیا۔ بیوی نے کہا اتنا خوب صورت اور اتنا قیمتی کنگن ہمارے کس کام کا، یہ راجہ کی بیوی، رانی کو دے آتے ہیں، اور وہ کنگن رانی کو جا کر دیا۔ رانی بڑی خوش ہوئی اور جشن منایا۔ کچھ دیر کے بعد رانی کہتی ہے کہ بھئی غلطی ہو گئی، کنگن ایک نہیں بلکہ دو چاہئیں کیونکہ دو ہاتھ ہیں، اس لئے دوسرا کنگن بھی لا دو۔ سارے سنار اور زرگر اکٹھے ہو گئے مگر وہ کنگن نہ بنا سکے کیونکہ وہ کنگن آسمانی بنا ہوا تھا۔ پھر راجہ نے برہمن سے کہا کہ اگر تم دوسرا کنگن نہ لاؤ گے تو پھر میں تمہیں مار دوں گا۔ برہمن روتا ہوا اس چمار کے پاس گیا اور کہتا ہے "مہاراج عذاب آ گیا، وہ ہم نے راجہ کو دیا اور اب وہ دوسرا کنگن مانگتا ہے"۔ چمار نے کہا روتا کیوں ہے۔ پھر

اس نے اپنی میلی جیب سے ایک اور میلہ ٹکہ نکالا اور چمڑا رنگنے والے گدلے رنگ کے پانی میں اسے ڈالا اور کہا "مائی گنگا کو یہاں سے ہی سلام" کہتے ہیں وہیں سے ہاتھ نکلا اور وہیں سے کنگن برآمد ہوا۔ اس چمار نے کہا کہ "من چنگا تو کھر میں ہی گنگا"۔ تو اگر انسان کی نیت صاف ہو تو ہر مقام ہی حج کا مقام ہے۔ آپ کی نیت کی اصلاح ہو جائے تو باقی کسی شے کی ضرورت نہیں۔ یہاں پر جو اور چیزیں ہیں وہ دراصل نہیں ہیں۔ آج سے پہلے یہاں کچھ نہیں تھا اور آج کے بعد یہاں کچھ نہیں ہو گا۔ یہ سب آپ کے یہاں پر موجود ہونے کی بہاریں ہیں۔ تیری آنکھ کا نام جلوہ ہے اور تیرے کان کا نام نغمہ ہے ورنہ کان نہ ہو تو نغمہ وغیرہ نہیں ہوتا۔ تو یہ سب وہم ہے' سارا ہی وہم ہے۔ اس دنیا میں کوئی آواز نہیں ہے بلکہ یہ صرف تیرے کان ہیں۔ اس دنیا کے اندر کوئی منظر نہیں ہے بلکہ یہ صرف تیری آنکھوں کا کھیل ہے۔ اس لئے جہاں آپ Sincere ہو جائیں' وہیں یہ جلوے نظر آنا شروع ہو جائیں گے۔ جہاں آپ شکر ادا کرو گے وہاں نعمت مل جائے گی۔ جہاں سجدہ کرو گے' آپ کے لئے وہی حرم ہے۔

جبینِ شوق نے یہ راز کھولا
میرا کعبہ تیرا نقشِ قدم تھا

مطلب یہ کہ آپ کی جبین میں شوق ہو تو جہاں آپ نے سجدہ کیا وہی حرم ہے۔ تو بابِ حرم آپ کی پیشانی کا نام ہے۔

بڑی مدّت میں ہم نے راز پایا
کہ جبینِ شوق میں ہے آستانہ

اصل میں آستانہ جو ہے وہ آپ کی پیشانی میں ہے۔ یعنی سارا کھیل آپ کی اپنی پیشانی کا ہے۔ اللہ آپ کی تسلیم کا نام ہے کیونکہ جب آپ نے مانا تو آپ کو اللہ کے جلوے نظر آئے۔ اس لئے سارا کھیل آپ کی نیت کا ہے اور باقی سب وہم خیال ہے' ہر شے وہم خیال ہے۔ بزرگ لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ ہر شے وہم خیال ہے' اک تیرا حال صحیح ہونا چاہئے۔ تو آپ اپنی نیت کی اصلاح کرو اور اپنے اندر کو درست کرو۔ مگر آپ یہ کرتے ہو کہ بات بات پر اداس ہو جاتے ہو۔ کبھی یہ چاہئے' کبھی کچھ اور چاہئے' کبھی کھانا چاہئے' کبھی سایہ چاہئے اور کبھی فصل کے لئے بارش چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کرتے کرتے اور دنیا کا تقاضا کرتے کرتے آخری وقت کی گھنٹی بج جائے اور ٹائم جو ہے وہ Up ہو جائے' کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت ہی ختم ہو جائے۔ کبھی تو آپ دنیا کے اندر اس آخری مقام کو دیکھو' آپ سب کی قبروں پہ جاتے ہو' بزرگوں کی قبروں پر جاتے ہو۔ کبھی اپنی قبر پر بھی جاؤ کہ میں نے آخر کار آنا یہاں پر ہے۔ آپ روزانہ سو جاتے ہیں اور نیند میں ایسے ہوتے ہیں جیسے کہ نہیں تھے۔ تو آپ دنیا کے اندر زندہ رہنا چاہتے ہیں اور جب رخصت ہوتے ہیں تو ناکام ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ دنیا کے اندر آپ زندگی اس طرح سوچ کر گزارو کہ یہی جنت کا مقام ہے اور یہی دوزخ کا مقام ہے۔ دنیا سے ہی گیٹ طے ہو جاتے ہیں اور آپ کی سیٹیں Reserve ہو جاتی ہیں۔ اگر آپ نے پڑوسی پر ظلم کیا تو پھر آپ کا ٹکٹ بدل جائے گا۔ آپ نے اس کے ساتھ رحم کیا تو پھر آپ کی سیٹ بدل جائے گی۔ تو آپ خود ہی سٹیشن بدلتے رہتے ہیں۔ تو آپ اپنے آپ کو

اللہ کے قریب کرو۔ جو شخص اللہ کے قریب ہوتا ہے وہ مخلوق سے نفرت نہیں کرتا۔ آپ کی ذاتی کائنات چھوٹی سی ہے اور ساری کائنات سے آپ کا تعلق ہی نہیں ہے۔ آپ کا تعلق چند سو لوگوں سے ہے۔ بس یہ آدمی تھوڑے سے آدمی ہوتے ہیں جن کے ساتھ روزانہ کا تعلق ہے۔ آخر کار بات بیوی بچوں' میاں بیوی اور ماں باپ تک آ پہنچے گی۔ ماں سے محبت اور ادب کرنے والا دین دار ہے بلکہ Pure دین دار ہے۔ جس نے ماں باپ کا ادب کیا اور ماں باپ کا حکم مانا' وہ مکمل طور پر دین دار ہے۔ بچوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرنے والا دین دار ہے اور ایک اچھا اور نیک انسان ہے۔ اسی زندگی میں سجدے کرنے ہیں اور یہیں پر خیرات کرنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم آپ کو یہ روپے دیتے ہیں' اب یہ اپنے بھائی کو دے دو یا غریب کو دے دو یا پڑوسی کو دے دو۔ تو اللہ کدھر ہے؟ یہ اللہ کا حکم ہے کہ غریب بھائی کو دے دو' گویا کہ اللہ نے اپنے نام پہ پیسہ آپ کے بھائی کو دلوا دیا کیونکہ آپ نے اپنے بھائی کو نہیں دینا تھا۔ اگر آپ نے اپنے بھائی پر رحم نہ کیا اور اللہ کا یہ حکم بھی نہ مانا تو آپ دنیا دار ہو گئے اور عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مجھے قرضہ دو اور یہ قرضِ حسنہ بھائی کو یا کسی غریب کو دینا ہے۔ گویا اللہ کے ساتھ آپ نے جو بھی نیکی اور بھلائی کرنی ہے' وہ کسی انسان کے ساتھ کرنی ہے۔ اللہ کے نام کی نیاز کوئی انسان ہی لے گا اور اللہ کے نام کا قرضِ حسنہ کوئی انسان ہی لے گا۔ ساری بات ہی یہیں ہے۔ کنوئیں کے اندر ہی آسمان ہے' مزید سمٹو گے تو پتہ چلے گا کہ آپ کا دل ہی پوری کائنات

ہے۔ دل اور دماغ میں کیا فرق ہوتا ہے؟ دل کچھ دینا چاہتا ہے اور دماغ کچھ لینا چاہتا ہے۔ دماغ جب بھی سوچے گا کوئی چیز مانگے گا اور دل کیا ہے؟ دل میں بات آتی ہے کہ یہ چیز کسی کو دے دو۔ تو دل ہمیشہ دیتا ہے' Contribute کرتا ہے اور دماغ حاصل کرتا ہے۔ حاصل کرنے کی تمنا دنیا ہے اور دینے کی تمنا دین ہے۔ آپ کا یہ دل پوری کی پوری کائنات ہے۔ آنسو دل سے نکلیں گے' سجدہ دل سے ہو گا' جواب دل میں آئے گا۔ پہلے دل سے بات نکلے گی اور افلاک سے نالوں کا جواب آئے گا۔ فرمان ہے کہ قلب المومن عرش اللہ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔ تو آپ کا دل جو ہے یہی آپ کے پاس اللہ کی پہچان کا واحد ذریعہ ہے۔ اللہ دماغ سے کبھی سمجھ نہیں آئے گا۔ دماغ سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ "اللہ" ہے' لیکن یہ تسلیم نہیں ہو گا۔ دماغ سے ثابت کر سکتے ہیں کہ میرا ہونا کیا ہے اور میں کیسے پیدا ہوا۔ جواب ملے گا کہ ماں باپ نے پیدا کیا اور ماں باپ نے پال کر بچے سے بڑا کیا۔ سورج کہاں سے آیا؟ چاند کہاں سے آیا؟ یہ Rotation کس نے دی ہے؟ یہ ہوائیں اور یہ موسم کیسے آئے؟ پھر یہ سارا کچھ بے سبب نہیں ہے۔ Ultimately ایک مالک ثابت ہو گا لیکن وہ تسلیم نہیں ہو گا۔ اللہ کو تسلیم جب بھی کرائے گا دل ہی کرائے گا۔ تو گویا کہ آپ کا دل آپ کے ایمان کا واحد ذریعہ ہے' اور ذہن پہچان کا ذریعہ ہے۔ مگر ذہن جو ہے وہ باغی ہے' طاغوت والا ہے' وہ تو دنیا دار ہے اور پھر انسان نامراد ہو جائے گا۔ عقل اگر سلیم ہے تو پھر یہ بھی ایک خوب صورت چیز ہے کہ عقل بھی ہو اور تسلیم والی بھی ہو۔ یہ بہت بہتر ہے۔ لیکن ایمان میں اس عقل کا زیادہ حصہ نہیں ہے۔ ایمان

کے اندر دل کا حصہ ہے۔ آپ اپنے دل سے پوری کائنات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ کیسے؟ اکثر ایسے ہوتا ہے کہ آپ نے سوچا اور کام ہو گیا' دل نے چاہا اور وہ ہو گیا۔ یعنی اپنے دل پر دستک دینے والا دراصل آسمانوں پر دستک دیتا ہے۔ آسمانوں کا رہنے والا جب کبھی بندے کے قریب آیا یا بندے کے پاس آیا تو اس کے دل میں آیا اور جب بھی دل میں آیا تو اس کی آنکھ نے آنسو بن کے اس کا ثبوت دیا۔ ساری کہانی اتنی ساری ہے۔ تو سماج سے نکل کر اپنے دل تک آؤ اور مقامِ دل تک پہنچو۔ پھر آپ کے سامنے ہر شے ختم ہو جاتی ہے اور اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

بٹھا کے دل میں انہیں ان ہی کی نماز پڑھی
انہی کے گھر میں کعبہ بنا کے دیکھ لیا

مطلب یہ ہے کہ یہ دل اللہ کا گھر ہے اور اسی کے اندر اس نے آنا ہے۔ اس دل کے اندر سے آپ نے خواہش نکالنی ہے' لہٰذا دل کے اندر سے آپ دنیا کی خواہش نکال دو تو یہ کعبہ صاف ہو جائے گا۔ یہی دل حرم ہے۔ پورے حرم سے آشنائی' آپ کی اپنے دل سے آشنائی ہو گی۔ اس لئے دل میں جتنی خواہشیں ہیں' آپ انہیں نکال دو۔ یہ دنیا کی خواہشیں جو ہیں یہ بت ہیں' بت حرم سے نکلیں گے تو اصل خانہ کعبہ بنے گا۔ آپ یہ سارے بت نکال دو۔ باقی جو بچ جائے گا وہ اللہ والا گھر ہے اور اس کے اندر جو داغ ہے وہ حجرِ اسود ہے۔ یہ ہے دل کی پوری کہانی۔ تو آپ جب کبھی اپنے دل میں داخل ہوں تو سمجھیں کائنات سے آشنا ہو گئے۔ کائنات کا پورے کا پورا آئینہ آپ کے قلب میں ہے۔ اس لئے لمبا چوڑا علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ لوگوں سے سلوک' اللہ سے

سلوک ہے۔ وعدہ کرو تو پورا کرو' جو ضعیف ہیں ان کے ساتھ نیکی کرو' جو معصوم ہیں ان کے ساتھ نیکی کرو' کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو' جو پیسہ لے کر راضی ہوتا ہے اسے پیسہ دے کر راضی کرلو اور ہر ایک کے ساتھ آسانیاں پیدا کرو' توکل کتنے آدمی ہیں جنہیں آپ نے Deal کرنا ہے' دس بارہ آدمی ہیں۔ پورا خدا دس بارہ آدمیوں میں ہے۔ بات اتنی ساری ہے اور لمبی چوڑی کہانی نہیں ہے۔ مثلاً" کوئی کہتا ہے کہ اللہ ناراض ہو گیا۔ کیسے؟ اس کی ماں ناراض ہو گئی۔ عاشقوں کے لئے اللہ ناراض ہو گیا تو اس کا مطلب؟ دوست ناراض ہو گیا! اس لئے گنتی کے کچھ آدمی ہیں' ان کو Deal کر لو اور سمجھ لو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آپ کو آسانی عطا فرمائے گا۔ اس لئے نیکی بدی کا سارا تصور یہاں پر ہے۔ اسی دائرے میں انسان دنیا دار بھی بن جاتا ہے اور اللہ والا بھی بن جاتا ہے' ہنس بھی لیتا ہے اور رو بھی لیتا ہے' شادی میں بھی جاتا ہے اور جنازہ بھی Attend کرتا ہے۔ اس طرح ان چند آدمیوں میں زندگی کا کھیل پورا ہو جاتا ہے۔ باقی سارا حجاب ہے' مثلاً" کوئی یہ کہے کہ پیرس میں کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں کیا پتہ کیا ہو رہا ہے کیونکہ ہمارے لئے پیرس ایک نام ہے' حقیقت نہیں ہے' حقیقت ان کے لئے ہے جو وہاں ہیں' آپ کے لئے کوئی حقیقت نہیں ہے' آپ کی حقیقت وہی ہے جو واردات میں آ رہا ہو۔ آپ اس کھیل اور واردات کو ذرا پہچانو تو آپ کو بہت لطف آئے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اگر ایک آدمی اداس ہو گیا تو اس سے پوچھو کہ کیوں اداس ہو گئے ہو تو وہ کہے گا کہ امریکہ سے ساتھی کا غمگین کرنے والا خط آ گیا ہے۔ غمگین کون کرے گا؟ آپ کا ساتھی' تو غم تو آپ کو یہاں سے ملنا ہے' پھر

آپ دور کے مطالعے کیا کرتے پھر رہے ہو۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ تجھے دور کے درخت نظر آتے ہیں لیکن سامنے بیٹھا ہوا انسان نظر نہیں آ رہا۔ آپ دور کی چیز دیکھ رہے ہیں اور آپ کو یہ نظر نہیں آ رہا کہ آپ کے سامنے گھر میں کون بیٹھا ہوا ہے جس کو آپ نے جکڑ کر رکھا ہوا ہے۔ تو اللہ کو راضی کرنے کے لئے پہلے گرد و پیش میں دیکھو کہ یہاں کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی۔ بس اتنا سا کھیل ہے اور اتنی سی بات کو آپ سمجھ لو۔ پھر ہر بات بہت آسان ہو جائے گی۔ باقی یہ کہ آپ نے دیکھا ہو گا کہ کچھ لوگ کم نمازیں پڑھتے ہیں' پھر بھی بخشے جاتے ہیں اور کچھ لوگ زیادہ پڑھتے ہیں پھر بھی پکڑے جاتے ہیں۔ اگر کسی کی اصلاح ہو جائے اور توبہ قبول ہو جائے تو لوگ اس کی غلطیاں بھول جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بڑا نیک آدمی تھا' اس کا چہرہ نورانی ہے' اس کا کوئی خاص عمل تو نہیں تھا مگر ایک عمل میں نے یہ دیکھا ہے کہ یہ رات کو جاگ کر بڑا روتا تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ رات کو جاگنے کا عمل اس کی اپنی ٹوٹی ہوئی جھونپڑی میں ہوا ہے لیکن عام آدمی کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے یہ کوئی بات نہیں ہے کہ پہلے مکان بنے گا تو پھر ہم عبادت کے لئے جائیں گے یا پہلے ٹیوب ویل لگے گا تو پھر وضو کریں گے۔ اس لئے جو کچھ ہے وہ اسی زندگی کے اندر ہے۔ اس لئے آپ اپنی زندگی کو پہچانو' اپنے اللہ کو راضی کرو اور خود راضی رہو۔ اسی زندگی میں دنیا بھی ہے اور اسی زندگی میں دین بھی ہے۔

سوال :-

کوئی آسان سا لائحہ عمل بتا دیں جس کے ذریعے ہم اللہ کے قریب ہو جائیں۔

جواب :-

کھانا' کمانا اور اس کا پکانا' پاکیزہ ہونا چاہئے۔ یہ بات ضروری ہے کہ کمائی کیسے کرتے ہو اور خرچ کیسے کرتے ہو۔ جنہیں آپ حقوق العباد کہتے ہیں وہ آپ کے قریب ہیں۔ پانچ دس آدمیوں کے اندر ہی کھیل ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ آپ کیسی Dealing کرتے ہو' سختی کرتے ہو یا نرمی کرتے ہو اور اس کے بعد آپ کی عبادات آتی ہیں کہ اپنے اسی گھر کے اندر کیسی عبادت کرتے ہو اور کہاں تک مانتے ہو۔ اگر آپ اللہ کی عبادت کر رہے ہو تو اللہ کے عمل کو دل سے تسلیم کرو۔ پھر کوئی دشمن نہیں ہو گا' غم میں بھی اللہ کو یاد رکھو' خوشی میں بھی اللہ کو یاد رکھو۔ تنہائی میں بھی اللہ کو یاد رکھو۔ محفل میں بھی اللہ کو یاد رکھو۔ یہی دانائی کی بات ہے' نہ غم میں تیز ہو جاؤ اور نہ خوشی میں تیز ہو جاؤ۔ اللہ کے حکم کے مطابق چلو۔ اس کے اِذن کے مطابق چلو' وہ آنسو دے رہا ہے تو یہ آپ کے لئے نیکی ہے۔ اگر اللہ خوشی دے رہا ہے تو آپ کے لئے بھلائی ہے۔ اگر بچہ پیدا ہو رہا ہے تو بہت اچھا ہے اور اگر نہیں پیدا ہو رہا تو اور بھی اچھا ہے۔ اللہ جو کر رہا ہے وہی اچھا ہے۔ بس آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ آپ نے ہر حال میں راضی رہنا ہے۔ بس چار دن کا کھیل ہے۔ آپ راضی رہو۔ سب باتیں سمجھ آ جائیں گی۔

اللہ کو ماننے والا اور انسانوں کو نظر انداز کرنے والا جھوٹا ہے۔
آپ اندازہ لگا لو' انسان چاہے کسی عقیدے کا ہو' وہ بعد کی بات ہے
لیکن پہلے تو وہ انسان ہے۔ آپ انسان کو کبھی اللہ کے حوالے کے بغیر نہ
سمجھنا۔ اللہ نے اس کو بڑی محبت سے دنیا میں بھیجا ہے اور اس کو ہمارے
لئے پیدا فرمایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ یہ آدمی ہمیں زندگی میں
ایک ہی بار نظر آیا اور یہ اللہ کا راز ہے اور پھر جو ہمارا اس کے ساتھ
سلوک ہے یعنی اس کے ساتھ جو ہم کریں گے' وہ بندہ اس کے بعد
غائب ہو جائے گا اور وہ جو ہمارا کیا ہوا عمل ہے' آخرت تک ہمارا ساتھ
دے گا۔ وہ بندہ تو دوبارہ نہیں ملے گا کہ ہم اس سے اچھا سلوک کر لیں
کیونکہ اس نے ایک ہی بار ملنا ہے۔ اگر ہم نے اس کو غم دے دیا تو اس
کے دل مین غم چلا جائے گا اور پھر ہمارا عمل ہماری آخرت تک ساتھ
دے گا۔ پھر ہم لاکھ قربانیاں کریں اور لاکھ خرچ کریں لیکن اس کے دل
کا یہ زخم ہماری آخرت کی رکاوٹ ہے۔ بس یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں'
ان کو سمجھا کرو۔ اس لئے یہ بات سمجھو کہ ہر محلے مین اللہ والا ہو سکتا
ہے اور ہر محلے میں شیطان کا ساتھی بھی ہو سکتا ہے۔ ہر گھر میں اللہ والا
ہو سکتا ہے اور ہر گھر میں باغی بھی ہو سکتا ہے۔ ہر دل اللہ کا قرب حاصل
کر سکتا ہے اور ہر دل بغاوت کر سکتا ہے۔ اب اس میں تم یہ دیکھو کہ
تمہارا دل کیا کرتا ہے۔ ہر دل کے اندر اللہ نے اپنی آمد کی صلاحیت رکھی
ہے تاکہ آپ کے دل میں اللہ کی محبت جلوہ گر ہو۔ اگر دل میں اللہ کی
محبت نہ آئی تو آپ کے دل کے اندر دنیا کی محبت جلوہ گر ہو گی کیونکہ دل
خالی نہیں رہ سکتا۔ یہ ناممکن ہے کہ دل میں بات نہ آئے۔ اس لئے

آپ اپنے دل کو دنیا کی محبت کی بجائے آخرت کی محبت میں لگاؤ' اللہ کی بات کو دھیان سے سنو' انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو' پیسے گننا بند کرو' سختیاں کرنی ختم کرو' لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کرنا ختم کرو' اونچی آواز سے ڈرانے کی کوشش نہ کرو' چھوٹے بچوں کے ساتھ بڑا ہی اچھا سلوک کرو' یہ چھوٹے بچے' بڑے ہوتے ہیں اور بڑے راز ہوتے ہیں' اور جو بے بس ہیں' ان کے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کرو کیونکہ وہ بے بس تیری تحویل میں ہے' کتا' بلی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز مثلاً" جو زمین پر چلنے والی اور رینگنے والی ہو' یہ سب تیری آزمائش ہیں۔ اسی طرح بیوی تیری آزمائش ہے' اولاد تیری آزمائش ہے' تیرا کھانا تیری آزمائش ہے' اور تیرا دسترخوان تیری آزمائش ہے۔ آپ اس وقت دھیان کیا کرو کہ آپ یہ جو عمل کر رہے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے! کوئی غلطی اگر نظر آئے تو فوراً" استغفار کر کے گزر جاؤ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ اگر زندگی میں کامیابی ہو تو "الحمد للہ" کہہ کے اللہ کا شکر ادا کرو۔ اس طرح انسان اللہ کے قریب ہو سکتا ہے۔

سوال :-

سر! یہ جو کیڑے مکوڑے مارنے کے لئے ڈی ڈی ٹی استعمال کرتے ہیں' کیا یہ جائز ہے؟

جواب :-

بہت لوگوں نے اس بات پر غور کیا ہے کہ سپرے کرنا چاہئے یا

نہیں اور یہ کہ کیڑے مارنے چاہئیں یا نہیں۔ جب تک کیڑے آپ کو اذیت نہ دیں اس وقت تک انہیں کچھ نہ کہو' لیکن کیڑا جو ہے وہ انسان کو اذیت دے کر اپنے لئے مصیبت کا سامان پیدا کرتا ہے۔ اگر کیڑے انسانوں کو اذیت دینے لگ جائیں تو پھر انسان کا تحفظ ضروری ہے۔ اس لئے ڈی ڈی ٹی دوائی یا کوئی اور دوائی انسان کے تحفظ کے لئے چھڑکی جا سکتی ہے۔ انسان کی آزمائش یہ ہے کہ ایسا عمل بے سبب نہ ہو۔ کیڑوں کو مارنے سے پہلے آپ ان کو وارننگ دے دو کہ "کیڑے مکوڑے! چلے جاؤ' ورنہ دو گھنٹے بعد ہم سپرے کر دیں گے"۔ وہ آپ کی بات سن کر چلے جائیں گے اور وہ اکثر چلے جاتے ہیں۔ درخت بھی انسان کی بات سنتے ہیں۔ جس درخت پر کوئی پھل نہ آئے' اس کے پاس کھڑے ہو کر آپ کہہ دو کہ اگلے سال اگر پھل نہ آیا تو میں نے کاٹ دینا ہے۔ بس پھر اس پر پھل آ جائے گا۔ تو مطلب یہ ہے کہ یہ سب سماعتیں ہیں اور یہ سنی گئی ہیں اور ان کا اثر دیکھا گیا ہے۔ تو کیڑے مکوڑے سنتے ہیں اور جانور بھی سنتے ہیں۔ مثلاً" یہ کہیں کہ ہٹ جاؤ تو کتا ہٹ جاتا ہے اور بلی ہٹ جاتی ہے۔

سوال :-

"توبۃ النصوح" سے کیا مراد ہے؟

جواب :-

ایسی توبہ جس کے ٹوٹنے کا امکان نہ ہو' "توبۃ النصوح" کہلاتی ہے۔ یہ محاورہ بھی ہے' مثال بھی ہے اور نام بھی ہے۔ توبہ کا مطلب

ہے موڑ مڑ جانا' توبۃ النصوح ایک ایسا موڑ مڑ جانا کہ پھر واپس نہیں آنا اور اس راستے کو بھول جانا۔ توبہ وہ کرو کہ دوبارہ وہ کام سر زد نہ ہو۔ خالص توبہ' مکمل توبہ' یعنی کہ فائنل توبہ۔ "توبۃ النصوح" والا شخص وہ راستہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جاتا ہے۔ یہ اصل توبہ ہے اور یہ اللہ کے فضل سے ہوتی ہے اور یہ توبہ پھر بدلتی نہیں۔ ویسے آپ توبہ کا عمل جاری رکھو۔ اگر گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔ توبہ کا فائدہ یہ ہے کہ اگر موت آ جائے تو حالتِ گناہ میں نہ آئے بلکہ حالتِ توبہ میں آئے۔ یہ شرط ہے۔ اس لئے توبہ جاری رکھنی چاہئے۔ باقی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے کہ ہمیں وہ ایسی توبہ نصیب کرے کہ جس میں ہمیں واپس جانے کی ندامت نہ ہو اور یہ توبہ اللہ کی مہربانی سے نصیب ہوتی ہے۔ توبہ کے منظور ہونے کی شرط ہی یہی ہے کہ وہ عمل دوبارہ سر زد نہ ہو۔ وہ گناہ دوبارہ سر زد نہیں ہوتا۔ پھر کہتے یہ ہیں کہ توبہ کے بعد اس عمل کی یاد ہی نہیں رہتی۔ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ برے عمل کی یاد نہیں رہتی' نہ اس کی تکرار ہوتی ہے اور نہ Repeat ہوتا ہے اور نہ ہی وہ سر زد ہوتا ہے۔ اب آخر میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے وہ مسائل حل کرے جن کا ہمیں علم ہے اور وہ مسائل بھی جن کا ہمیں علم نہیں ہے کیونکہ ہمارے بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کا ہمیں علم نہیں ہے۔ ہم بے بس لوگ ہیں اور اللہ کے رحم و کرم کے سہارے پر ہیں۔ ہمارا نہ علم کا دعویٰ ہے اور نہ عمل کا' صرف اس کے فضل کا دعویٰ ہے۔

یا اللہ تو مہربانی فرما! ہم پر رحم کر! ہم پر کرم کر! آمین۔

۱ کیا مجھے وِرد کرنا چاہیے؟

۲ اللہ کو پانے کے لیئے مختلف مذاہب کے ذریعے کئی راستے ہیں تو کیا ہم ان سے مدد لے سکتے ہیں؟

۳ کیا وظیفہ کرنا ضروری ہوتا ہے؟

۴ عاجزی تو اچھی بات ہے لیکن کیا مغلوب کے سامنے غرور کرنا بری بات نہیں؟

۵ رہبانیت کسے کہتے ہیں اور بزرگانِ دین کی رہبانیت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں؟

۶ محبت کیا ہے؟

۷ عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی میں کیا فرق ہے؟

۸ صوفیاء کے سلاسل تو بے شمار ہیں۔ پھر کس سلسلے کو اختیار کرنا چاہیے؟

۹ اپنے آپ کو دریافت کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

۱۰ کیا نام کا شخصیت پر اثر پڑتا ہے؟

۱۱ آج کل شہر میں اچھی محفل بہت مشکل سے ملتی ہے' ایسے میں ہم کیا کریں؟

سوال :-

سر! میں اسمِ "اللہ" اور اسمِ "الٰہ العالمین" کا ذکر کرتا ہوں اور کیفیّت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کیا مجھے ورد بھی کرنا چاہیئے؟

جواب :-

اللہ کریم ایک ذات ہے اور باقی اس کی صفات ہیں ذات کا اسم "اللہ" ہے اور صفات یہ ہیں کہ وہ رازق ہے، رحیم ہے، کریم ہے اور "الٰہ" بھی ایک صفت ہے لیکن ذات کا اسم "اللہ" ہے۔ جب کبھی آپ اللہ کے کسی اسم کا ورد کرتے ہیں، تو اس سے کسی کیفیّت کا مرتّب ہونا ضروری ہے، لیکن یہ خیال رہے کہ آپ خود کوئی کیفیّت منسوب نہ کریں، یہ نہیں ہوتا۔ کیفیّات کے پیدا کرنے کا عمل کبھی بھی آپ کا نہیں ہو سکتا۔ محبت کرنا جو ہے وہ محبت ہو جانے کی نفی ہے، جس طرح آپ خود اپنے رشتوں اور اولاد سے محبت کرتے ہیں، تو محبت کرنے کا عمل آپ کے اختیار میں نہیں ہے کیونکہ یہ عمل فطری اور قدرتی ہے۔ اس طرح اللہ کریم کے ساتھ وابستگی کی کیفیّت کا آنا بھی آپ کی طرف سے

نہیں ہو سکتا۔ اس کیفیت کو اسی کے ساتھ رہنے دو' وہ جب چاہے کیفیت عطا فرمائے۔ کبھی آپ اپنے پاس سے کیفیت نہ بنانا کہ اب میں اللہ کی کیفیت میں ہوں اور اب میں اس کے خوف میں ہوں' ایسا نقلی خوف کبھی پیدا نہ کرنا کہ اب میں اللہ کے سامنے کانپ رہا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنا خوف عطا فرمائے تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ لوگ اللہ کے ساتھ کیفیت کا پیدا ہونا صداقت پر مبنی کر لو۔ اگر خوف پیدا ہوتا ہے تو خوف میں رہو اور اگر خوف پیدا نہیں ہو رہا' تو آپ خوف میں نہ رہو۔ جو آپ کی Genuine کیفیت ہو' اس کے مطابق چلو۔ اگر شوق پیدا ہوتا ہے تو آپ شوق میں رہو۔ اس سوال کا جو دوسرا ضروری حصّہ ہے کہ کسی صفت کو ورد بنانا چاہیئے' یا ورد کرنا چاہیئے' یہ بغیر کسی سے پوچھے یا بغیر کسی کے حکم کے نہیں کرنا چاہیئے۔ مثلاً" آپ اللہ کے ایک اسم کا ورد شروع کر دو' مثلاً" "یاقہار" بھی تو اللہ کا اسم ہے۔ اگر آپ یہ ورد کرو گے تو اس کا نتیجہ کچھ اور ہی مرتب ہو گا' کیونکہ یہ اسم جلالی ہے۔ کچھ اسم جلالی ہیں اور کچھ جمالی ہیں۔ اس لئے آپ یہ ورد از خود شروع کرنے کی بجائے کسی سے پوچھ لیا کریں۔

سوال :۔

سر! اللہ کو پانے کے لئے مختلف مذاہب کے ذریعے کئی راستے ہیں اور اس طرح کیا ہم ان سے مدد لے سکتے ہیں؟

جواب :۔

بندگی کے اظہار کا طریقہ آپ کو نماز میں پورے کا پورا بتا دیا گیا

ہے۔ بندگی کا اظہار آپ ویسے ہی کرو جس طرح یہ طریقہ بتایا گیا ہے۔ بندگی کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس انداز سے اللہ کے سامنے پیش ہوں' اس انداز سے نماز ادا کریں اور اس کے احکام بجا لائیں۔ یہ ساری بندگی ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو وضاحت سے بتایا تھا کہ عبادت جو ہے وہ صرف زندگی کا ایک شعبہ نہیں ہے' یعنی عبادت یہ نہیں ہے کہ صرف زندگی کا ایک حصہ یا ایک عمل اللہ کے فرمان کے تابع کر دیا جائے بلکہ زندگی کا ہر شعبہ تابع فرمانِ الٰہی ہو' تو پھر عبادت بنتی ہے۔ تو عبادت کو زندگی کا ایک شعبہ یا ایک حصہ نہیں بنانا چاہیے۔ عبادت جو ہے یہ مکمل زندگی کا نام ہے' مثلاً" کوئی شخص نماز کے حقوق میں پورا ہے اور رزق کمانے اور رزق کھانے میں آداب پورے بجا نہیں لاتا اور کہتا ہے کہ میں باقی کے عبادت والے فرائض پورے کر رہا ہوں' تو باقی کے فرائض جو وہ پورے کر رہا ہے یہ بھی نفلی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد کے اندر اور باہر اللہ کے قرب میں فرق محسوس کرتا ہے تو یہ اس شخص کی عبادت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ یوں نہیں ہے کہ مسجد کے اندر موجود ہو اور باہر موجود نہ ہو' اللہ تعالیٰ تو وہ ہے کہ جہاں آپ ہوں' وہاں اللہ ہے اور اللہ آپ کو ہر جگہ دیکھ رہا ہے۔ بس آپ یہ یاد رکھو کہ وہ آپ کو آپ کی آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔ جب تک آپ اپنے آپ کو دیکھ رہے ہو تو وہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ایک شعبہ زندگی نہ بناؤ بلکہ مکمل زندگی کو عبادت بنالیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کو جب ورد بنایا جائے تو کسی سے پوچھ کر وردِ زباں بنایا جائے کہ کون سی صفت کا آپ نے ورد کرنا ہے اور اس کی

تعداد کتنی ہے' اس کا مقام کیا ہے' اس کے آداب کیا ہیں اور اس کی زکوٰۃ کیا ہے اور اس کے لوازمات کیا ہیں' یہ یاد رکھنے والی باتیں ہیں۔ یہ نہ ہو کہ آپ خود ہی اللہ کا کوئی اسم اٹھا کے ورد شروع کر دو' جس سے کوئی اور نتیجہ نکل آئے۔ ہر اسم کے آداب ہوتے ہیں۔ "یا رحیم" کے آداب اور ہیں' "یا قہار" کے آداب اور ہیں' حالانکہ یہ دونوں ایک ہی ذات کے صفاتی اسماء ہیں۔ اس لئے آپ لوگ اس بات پہ ذرا غور کر لو کہ عبادت دراصل مکمل زندگی کو Surrender کرنا ہے اور اللہ کے آگے سر جھکا دینا ہے۔ وہ ہی "الٰہ العالمین" ہے! لیکن آپ کا تعلق اس کے ساتھ زمانے کا رب ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے۔ آپ کے ساتھ اس کا تعلق جو ہے وہ راستہ بہ راستہ' بوسیلہ حضور پاکؐ ہے۔ اللہ اس کے علاوہ بھی اللہ ہے' اسلام کے علاوہ بھی اللہ ہے' کافروں کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے حتیٰ کہ ہر جگہ جہاں زندگی ہوتی ہے' موت ہوتی ہے' کھانا ہوتا ہے' پینا ہوتا ہے' وہاں اللہ ہی اللہ ہے۔ لیکن آپ یہ بات Warning کے طور پر یاد رکھو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اللہ کے ساتھ کوئی ایسا رابطہ دریافت کر لو جو اسلام کے علاوہ ہو' ایسے رابطے سے گمراہی ہو جائے گی۔ "واہ گرو کی جے" والا اللہ ہو سکتا ہے لیکن اگر آپ نے اسلام کے علاوہ اللہ دریافت کر لیا' تو آپ گمراہ ہو جائیں گے۔ جن لوگوں نے کلمہ پڑھا' اسلام قبول کیا' ان لوگوں کے لئے فرض ہے کہ اب وہ اللہ کے ساتھ اسلام سے باہر کا تعلق نہ جوڑ لیں! باقی دنیا جوڑ لے تو یہ اس کے لئے بڑی اچھی بات ہے یعنی سکھ اگر تعلق جوڑ لے' تو اس کو مبارک ہے کہ واہ گرو کے ساتھ تعلق جوڑ لیا' بڑا اچھا کیا' ہندوؤں نے

اچھا کیا' عیسائیوں نے اچھا کیا' کسی اور کافر نے تعلق جوڑ لیا' کہتا ہے وہ عبادت کرتا ہے' مراقبہ Meditation کرتا ہے' بڑا اچھا کرتا ہے' لیکن آپ یہ سب کرو گے تو آپ گمراہ ہو جاؤ گے۔ آپ کے لئے صبح و شام عبادت' غور و فکر اور Meditation اور لین دین کا سارے کا سارا منصوبہ طے ہو گیا ہے۔ اب آپ نے اللہ کو یہیں دریافت کرنا ہے۔ کہیں آپ اللہ کو اسلام کے باہر نہ دریافت کر لینا۔ اگر لوگ ایسا کرتے ہیں تو وہ ٹھیک کرتے ہیں۔ جن کا تعلق اسلام سے نہیں ہے وہ جیسے چاہیں دریافت کریں' وہ ٹھیک ہی ہو گا' کیا رجنیش نے دریافت کر لیا ہو گا؟ وہ ہو گا یا نہیں ہو گا' ہمیں اس سے غرض نہیں ہے لیکن آپ یاد رکھنا کہ اگر رجنیش کے راستے پر چل پڑے تو گمراہ ہو جاؤ گے' مر جاؤ گے اور برباد ہو جاؤ گے۔ آپ کا راستہ اللہ کا راستہ' اللہ کے حبیب پاکؐ کے ذریعے سے ہے اور صحابہؓ کے ذریعے سے ہے' اولیاء امت کے ذریعے سے ہے' اور آپ کا یہ طریقہ وسیلہ بوسیلہ چلا آ رہا ہے۔ اس سے باہر اللہ ہو سکتا ہے' اللہ کو ہونا چاہئے لیکن وہ آپ کے لئے نہیں ہے! مطلب یہ ہے کہ پرانے بزرگ جو ہیں مثلاً" گوتم بدھ نے ہو سکتا ہے اللہ کے ساتھ تعلق جوڑ لیا ہو' لیکن اب آپ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ آپ اس کی کتاب کو Follow کرو۔ آپ کے پاس اپنی کتاب بھی آ گئی ہے' راستہ بھی آ گیا ہے' راستہ دینے والے کے ساتھ تعلق بھی آ گیا ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ آئندہ نبی کا آنا نہیں ہو گا اس کی ایک وجہ جو ہے وہ یہ ہے کہ اب نبی پاکؐ کی نبوت جو ہے وہ ہر حال میں نافذالحال ہے۔ مطلب یہ کہ آپؐ ہر دور میں ہیں اور ہر دور آپؐ کا دور ہے اور ہر

زمانے میں آپؐ کا زمانہ ہے' اس لئے کسی اور نبی کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس لئے آپ لوگ کہیں اس مصیبت میں نہ پڑ جائیں کہ آپ اللہ کے ساتھ تعلق بنانے کے لئے اچھی نیت کے ساتھ ان لوگوں کے کلام' ان لوگوں کے واقعات یا Meditations کا علم پڑھنے لگ جاؤ جو کہ مسلمان نہیں ہیں۔ وہ ٹھیک ہو سکتے ہیں لیکن آپ کے لئے یہ راستہ غلط ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ایک آدمی نے فلاں واقعہ لکھا ہے تو واللہ اعلم کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دن ہم ایک آدمی سے ملے اور پھر ایک اور آدمی سے ملے اور یوں حقیقت دریافت کر لی۔ اب اس نے اللہ کے ساتھ اپنا تعلق رکھا ہے تو آپ ان تعلقات پر بحث نہ کرو۔ اللہ تو Infinity ہے' لامحدود ہے' کافر کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہوتا ہے کیوں کہ وہ کافر اس کی مخلوق ہے اور اللہ اس کا خالق ہے' الٰہ العالمین ہے بلکہ رب العالمین ہے کیونکہ اللہ تعالٰی نے مخلوق کو صرف بنا کے چھوڑ تو نہیں دیا' ان کو رزق بھی دیتا ہے۔ شاید ان کی بھی دعا سنتا ہو گا۔ تو ان کے ساتھ اللہ کا تعلق ہے۔ لیکن آپ کا تعلق اللہ کے ساتھ اسلام کے ذریعے سے ہے' اب آپ اس کے اندر کوئی نیا فارمولا نہ دریافت کر لینا۔ زیادہ جاگنے والے اور زیادہ محنت کرنے والوں کا بڑا امکان ہوتا ہے کہ وہ کوئی نیا فارمولا دریافت کر لیں لیکن وہ گمراہ فارمولا بھی ہو سکتا ہے۔ آپ کی دعا پوری ہو یا نہ ہو' آپ پر اسلام نافذ رہنا چاہئے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کی بچت کا یہی ایک طریقہ ہے کہ آپ اسلام قبول کرنے کے بعد' کلمہ پڑھ لینے کے بعد' اسلام کے علاوہ اللہ کے ساتھ کوئی نیا رابطہ دریافت نہ کر لینا۔ کسی

غیرمذہب کی راہ پر نہ چل پڑنا' وہ چلے تو ہو سکتا ہے فلاح پا جائے لیکن آپ گمراہ ہو جائیں گے۔ مثلاً" اگر کوئی غیرمذہب کا آدمی ہے' اس نے اللہ کی راہ اختیار کی ہے' حضور پاکؐ کی اس نے تعریف کی ہے' لیکن اگر آپ اس کے راستے پر چل پڑے تو گمراہ ہو جائیں گے اور برباد ہو جائیں گے۔ ہندو جو ہے وہ اگر نعت کہے تو شاید بخشا جائے کیونکہ ہندوؤں نے بھی نعت کہی ہے۔ جس ہندو نے حضور پاکؐ کی نعت کہی ہے اس کا امکان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بخشا جائے گا' اگر آپ نعت لکھنے والے ہندو کے ساتھ چل پڑو گے تو پھر آپ کے لئے مشکل ہو جائے گی۔ اس لئے اس بات کی وارننگ ہے کہ Meditations کا خیال چھوڑ دو اور ایسے لوگوں سے بچ جاؤ۔ وہ چاہے جو کچھ کر رہے ہیں' اچھا کر رہے ہیں' یہ اللہ کے رنگ ہیں' لیکن تمہارا رنگ وہی ہے جو تمہارے لئے مقرر شدہ ہے۔ اس لئے کوئی بھی عمل یا وظیفہ جو ہے وہ کسی سے پوچھ کے کرو اور یہ جو اللہ سے رجوع کے لئے عملیات یا Exercises ہیں یہ بھی کسی سے پوچھ کر کیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ خود ساختہ طور پر کچھ کرنے لگ جاؤ اور پھر مشکل میں پھنس جاؤ۔ کوئی وظیفہ اگر کرنا ہی ہے تو اس کے لئے پہلے پوچھا جائے۔ تو آپ کے لئے فلاح اس بات میں ہے کہ آپ اپنے اللہ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں اور اِدھر اُدھر کی بات چھوڑ دیں۔

سوال :۔

حضور والا! کیا وظیفہ کرنا ضروری ہوتا ہے؟

جواب :۔

نہیں! کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کو زیادہ عبادت کی تڑپ ہوتی ہے جیسے یہ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں' تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ طبیعت چاہتی ہے کہ کچھ اور بھی کیا جائے تو ایسے لوگوں کو نوافل بتا دیئے جاتے ہیں' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جی ہمیں اور ہی زیادہ چاہئے۔ ان کو نصف رات کے بعد جگا دیا جاتا ہے' پھر کچھ لوگ کہتے ہیں اور بھی چاہئے تو ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ وظیفہ کر لو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا ہے کہ تم میرا ذکر کرو اور میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اللہ کا ذکر ایک تو یہ ہے کہ اللہ کا حکم ماننا' اللہ کے فیصلوں کو قبول کرنا بھی اس کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گلہ نہ کرنا بھی ذکر ہے یعنی کہ Absolute Surrender ' مکمل تسلیم کر لینا ہی ذکر ہے۔ ایک اور جگہ پر ذکر کا فرمایا اقم الصلوٰۃ لذکری نماز قائم کر میرے ذکر کے لئے' تو نماز قائم کرنا بھی ذکر ہے۔ قرآن پاک کا پڑھنا بھی ذکر ہے۔ اور بعض اوقات اللہ اللہ کرنا بھی ذکر ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ ایسے ہیں وجلت قلوبھم کہ میرے ذکر سے ان کے دلوں کے اندر وجد پیدا ہو جاتا ہے اور میرے نام سے دل دھڑکتے ہیں اور پھر اللہ نے فرمایا ہے وہ لوگ ایسے ہیں کہ کروٹ کروٹ میرا ذکر کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں کے ساتھ یہ واقعہ زندگی میں ایک دفعہ ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کے ساتھ روز ہوتا ہے۔ جتنا شوق ہوتا ہے' اتنا ہی ذکر ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو کاروبار کرتے ہیں جمع مال و عددہ یعنی "انہوں نے مال جمع کیا اور مال گنا"۔ اس خیال سے کہ شاید مال ہمیں ہمیشہ کے لئے زندگی دے دے گا۔ انہیں کیا پتہ کہ یہ مال تباہ

کرے گا۔ تو کچھ لوگ اس طرح کے ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے کاروبار ہی نہیں کرنا۔ یہ ایک مزاج ہے' جو کہتا ہے یہ تو بہت ظلم کی بات ہے کہ ہم لوگ ایک جگہ بیٹھ جائیں۔ ایک بھائی مزدوری کرتا تھا اور ایک ملازمت کرتا تھا۔ تو جو ملازمت کرتا تھا اس نے اپنے مزدور بھائی سے کہا کہ آپ مزدوری چھوڑ کر ملازمت کر لیں تاکہ آپ مزدوری کے عذاب سے بچ جائیں۔ تو مزدوری کرنے والے بھائی نے کہا کہ آپ ملازمت چھوڑ دیں تاکہ آپ اس عذاب سے بچ جائیں اور آپ بھی مزدوری کریں۔ بات یہ ہے کہ یہ آزادی فطرت ہے اور اپنا اپنا خیال ہے ایک منزل سے دس آدمی گزارے گئے کہ یہ وادی ہے' اس سے گزر جاؤ' آگے جا کر دیکھا تو کل نو آدمی پہنچے تھے۔ دسواں کدھر گیا؟ وہ کہتا ہے کہ یہ حیرت کی وادی ہے' میں اس میں سے کیسے گزر سکتا ہوں۔ تو حیرت کی وادی سے باعقل گزر جانا دراصل بے عقلی کی نشانی ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے سمندر کا سفر کر لیا ہے اور میں چار دفعہ اس سمندر سے گزرا ہوں اور میرا یہ آنا جانا کھیل ہے سمندر میں اور کچھ نہیں۔ دوسرے نے کہا تجھے معلوم ہی نہیں کہ اندر کتنا سمندر ہے اور سیپ کے اندر موتی کس طرح بنتا ہے! تو جو سمندر روز دیکھتا ہے وہ سطح کو سمندر کہہ رہا ہے حالانکہ سمندر گہرائی کا نام ہے بلکہ گہرائی کے اندر واقعات کا نام ہے۔ زندگی جو ہے یہ صرف وہ نہیں جو نظر آ رہی ہے بلکہ اس کے اندر بے شمار موتی ہیں' ہیرے ہیں اور جواہرات ہیں۔ بلکہ اس کے اندر پورا سمندر ہے۔ ایک مرتبہ شیر اور بکری کا مقابلہ ہو گیا' بڑی جنگ ہوئی' آخر کار شیر بکری کو کھا

گیا۔ یہ منظر ایک چڑیا دیکھ رہی تھی، تو چڑیوں نے آپس میں بات کی، ایک بزرگ چڑیا نے باقی چڑیوں کو بتایا کہ تم یہ سمجھ لو کہ بکری جیت گئی ہے۔ باقی چڑیوں نے کہا کہ شیر تو بکری کھا گیا ہے لیکن بزرگ چڑیا نے کہا کہ تم یہ سمجھ لو کہ بکری جیت گئی ہے، بکری جیت کس طرح گئی ہے؟ اس نے کہا بکری نے ثابت کر دیا ہے کہ شیر ظالم ہے۔ بات تو یہ ہے کہ بعض اوقات شکست کی فتح ہو جاتی ہے۔ یہ کھیل ہی الگ ہے کہ کبھی فتح شکست بن جاتی ہے اور کبھی شکست فتح بن جاتی ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کسی پر غالب آ جائے لیکن جیتنے کے بعد ساری عمر کے لئے رسوا ہو جائے۔ ایسا واقعہ ہو جاتا ہے کہ کبھی پیاسا جو ہے وہ ساقی کوثر بنا دیا جاتا ہے اور جیتنے والا برباد ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ کے الگ کھیل ہیں۔ ان کھیلوں کو آپ ذرا غور سے دیکھا کرو۔ کیا ضروری ہے اور کیا ضروری نہیں ہے، یہ آپ اپنے دل سے پوچھو۔ محبت والوں کے لئے جلوہ ضروری ہے اور کاروبار کے لئے جلوہ ضروری نہیں ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ محبت کرو اور دوسرا کہتا ہے کہ جی تنخواہ میں اضافہ کرا دو اور محبت کو چھوڑو۔ ایسے شخص کو اگر کہیں کہ کیا آپ کے لئے محبت کی دعا کی جائے، تو وہ کہتا ہے جی چھوڑو، محبت کی دعا نہ کرنا، اللہ تعالیٰ رحم کرے اور محبت سے بچائے، مجھے تو گریڈ دے دیا جائے۔ اب یہ الگ الگ جلوے ہیں۔ لوگوں کا مزاج الگ الگ ہوتا ہے۔ ایک آدمی سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تجھے دوزخ میں بھیجوں کہ جنت میں بھیجوں، تم خود ہی بتاؤ کدھر جانا چاہتے ہو، تو وہ کہے گا کہ جہاں چار پیسے زیادہ مل جائیں، آپ ہمیں وہیں بھیج دیں، تو یہ مزاج ہیں۔ اب جو محبت کرنے والے ہیں ان

جو آپ کا حسن خیال ہو۔ محبوب کا ثبوت نہیں ہوتا ہے کہ واقعی کوئی شخص محبوب ہے۔ تو پھر محبوب کیا ہے؟ تیرا حسن نظر ہے۔ آپ کی نگاہ میں جو شخص زندگی کا مقصود ہے اسے آپ محبوب کہتے ہو یا یوں کہو کہ ایسا شخص جس کے لئے اگر آپ کو جان دینا پڑے تو آپ خوشی سے جان دے دو۔ ایسا شخص آپ کا محبوب کہلائے گا اور آپ اس شخص کے ہمیشہ قریب رہنا چاہو گے۔ محبوب کی تعریف یہ بھی ہے کہ اس شخص کے بدلے آپ دوسرا شخص لینا قبول نہیں کرو گے' ایسا شخص محبوب کہلاتا ہے اور اس تعلق کو ہم محبت کہتے ہیں۔ محبت دو دلوں کے درمیان میلان کا نام ہے' اور ان کے درمیان تعلق کی مقناطیسی کشش یعنی Magnetic Link کا ہونا محبت کہلاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ محبت تعریف میں آنے والی چیز نہیں ہے بلکہ یہ نگاہ کا کھیل ہے اور چہرے کا کھیل ہے۔ جب بھی آپ لوگ آنکھ کھولتے ہیں تو اصل میں جو آنکھوں کو نظر آنے والی چیز ہے وہ چہرے ہیں۔ کوئی ایک چہرہ باقی چہروں سے الگ اور نمایاں نظر آنا شروع ہو جائے تو سمجھو کہ محبت کا خطرہ ہے اور وہ سلسلہ ہی الگ ہو گیا' اس صورت میں باقی چہرے جو ہیں وہ بیکار نظر آئیں گے اور صرف وہی ایک چہرہ جاندار نظر آئے گا اور پھر آپ اس شخص کو محبوب کہنا شروع کر دو گے۔ کسی کے قریب رہنے کی' مسلسل قریب رہنے کی اور ہمہ حال قریب رہنے کی ہمیشہ کے لئے کوشش جو ہے اسے محبت کہتے ہیں۔ جب آپ اپنی زندگی کسی دوسرے آدمی کے لئے نثار کرنا پسند کرو گے تو یہ محبت کہلائے گی۔ اور محبت جو ہے یہ ایک آدمی نہیں کر سکتا بلکہ محبت کے لئے دو آدمی چاہئیں۔ محبت میں محبوب کا ہونا

لازمی ہے اور محبوب جو ہے وہ کوئی خیال نہ ہو اور محبوب جو ہے وہ کوئی تاریخ نہ ہو بلکہ محبوب جو ہے وہ انسان ہو۔ تو جب تک کوئی انسان، انسان کو چاہنے والا نہ ہو اور جب تک کوئی انسان، انسان کو دیکھنے والا نہ ہو، تو پھر محبت سمجھ نہیں آتی۔ محبت ایسا کھیل ہے کہ جس کو ہو جائے وہی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ محبت اس زندگی کا ایک نیا مفہوم ہے۔ زندگی جو ہے اپنے انداز سے چلتی جاتی ہے، اچانک زندگی میں جب ایک واقعہ ہو جائے تو پھر آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شخص جو ہے وہ نگاہ میں ایسے آتا ہے کہ پھر باقی لوگ نگاہ سے نکل جاتے ہیں۔ اس واقعہ کو محبت کہتے ہیں اور ایسا واقعہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جس کو محبت نہ ہو اس کو اس کی سمجھ نہیں آتی جیسے نابالغ شخص کو شادی سمجھ نہیں آتی جس طرح زندہ انسان کو موت سمجھ نہیں آتی، اور زندہ انسان کو زندگی سمجھ نہیں آتی تو موت کیا سمجھ آئے گی۔ اس لئے محبت کو سمجھنے کے لئے محبت کا ہونا ضروری ہے اور جب ہو جائے تو سمجھنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ محبت کو اگر کوئی شخص سمجھتا ہے تو کرتا نہیں اور جو محبت کرتے ہیں ان کو سمجھنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ اس لئے اس کی تعریف کی بات نہیں ہے۔ محبت قابلِ تعریف بات ہے، اس کی تعریف ہونی چاہئے لیکن تعریف نہیں ہو سکتی۔ تعریف محبوب کی ہونی چاہیے۔ جو شخص انسان ہونے کی حیثیت سے اپنے علاوہ کسی دوسرے انسان کی اس طرح تعریف کرے کہ اس کو حاصل زندگی بنا دے، تو سمجھو کہ وہ شخص اس سے محبت کر رہا ہے۔ اور آپ اپنی زندگی جس کے لئے قربان کرنے کو اپنے لئے فخر سمجھو تو وہ آپ کا محبوب ہو گا۔ تو محبوب جو ہے وہ

Indispensible ہوتا ہے' محبوب Replace نہیں ہو سکتا' محبوب آپ کے لئے زندگی کا مقصدِ حیات ہوتا ہے اور اس کے بغیر کائنات ادھوری کی ادھوری رہتی ہے۔ غالب نے محبت کے بارے کیا کہا ہے کہ

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

محبت کے اظہار کی بھی ضرورت کوئی نہیں ہے مثلاً" ماں جو ہے وہ پیکر ایثار ہے اور ایثار کرتی جاتی ہے' اب اس میں بتانے کی کوئی بات نہیں ہے کہ اسے بچے سے پیار ہے۔ محبت خاموش رہے تو بہتر ہے اور آنسو تک رہے تب بھی بہتر ہے۔ محبت نیند میں جدائی پیدا کر دیتی ہے۔ محبت کہاں ہوتی ہے؟ کس کو ہوتی ہے؟ کیوں ہوتی ہے؟ یہ پتہ نہیں چلتا۔ بس محبت کے لئے ایک محبوب ہوتا ہے اور اس کا ایک واقعہ ہوتا ہے لیکن اس واقعہ کا بیان نہیں ہوتا اور بیان واقعہ نہیں ہوتا۔ بس یہ یاد رکھیں کہ بیان' بیان ہے اور واقعہ' واقعہ ہے۔ اس لئے بیان میں یہ باتیں نہیں آتی ہیں کیونکہ یہ باتیں بیان میں نہیں آ سکتی ہیں' محبت بیان میں نہیں آ سکتی' دکھ بیان میں نہیں آ سکتا' سکھ بیان میں نہیں آ سکتا اور خوشی بیان میں نہیں آ سکتی۔ آپ ہی بتاؤ کہ خوشی کیا ہوتی ہے؟ سکون کیا ہوتا ہے؟ بس خوشی' خوشی ہوتی ہے اور سکون' سکون ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ دکھ کیا ہے؟ سکھ کیا ہے؟ اپنا کون ہوتا ہے؟ غیر کون ہوتا ہے؟ خیال کسے کہتے ہیں؟ روح کسے کہتے ہیں؟ زندگی کے اندر ہونے والے یہ واقعات سارے کے سارے باہر کے ہیں اور محبت بڑی شرمیلی

ہوتی ہے' اور وہ بالکل باہر نہیں آتی۔ اس لیے وہ بیان سے باہر رہتی ہے۔ خیال کیا ہوتا ہے؟ خیال باہر سے آتا ہے یا اندر سے پیدا ہوتا ہے' اندر کوئی Instrument لگا ہوا ہے یا باہر سے کوئی Message آتا ہے' کیا کوئی Intelligence کام کر رہی ہے؟ اسی طرح "یاد" کیا ہوتی ہے؟ یاد جو ہے وہ ایسے ہی بیٹھے بیٹھے آ جاتی ہے اور کئی زمانے نظروں کے سامنے آ جاتے ہیں۔ ے

وہ زمانہ بھی کیا زمانہ تھا
تجھ سے ملنے کا اک بہانہ تھا

یہ یاد بھی بڑی چیز ہے۔ محبت وہ ہے جو ختم ہونے کے بعد بھی ختم نہ ہو' روشنیاں بجھ بھی جائیں' پھر بھی یہ ختم نہ ہو۔ یہ ایسی چیز ہے جو ہمیشہ یاد رکھنے والی ہے۔ آپ یہ یاد رکھو کہ آپ محبت کی تعریف نہ کیا کرو بلکہ محبوب کی تعریف کیا کرو اور اگر محبوب نہ ہو تو پھر محبت کی بات چھوڑ دو۔

سوال :۔

حضور! عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی کسے کہتے ہیں؟ اس فرق کی وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

پہلا فرق تو یہ ہے کہ یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ حقیقت' حقیقت ہے' مجاز' مجاز ہے۔ سوال یہ کہ حقیقت کسے کہتے ہیں اور مجاز کسے کہتے ہیں؟ اللہ کی محبت' حقیقت کی محبت ہے اور یہ حقیقی محبت ہے۔ مجازی محبت' فانی کی محبت ہے۔ آپ اس فرق کو مزید سمجھنے سے پہلے یہ غور

سے دیکھیں کہ دنیا میں دو چیزیں ہیں' ایک فانی ہے اور ایک باقی ہے۔ فانی اور باقی کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک حادث ہے اور دوسرا قدیم ہے۔ حادث وہ ہے جس کا آغاز بھی ہو اور انجام بھی ہو' تاریخ پیدائش بھی ہو اور تاریخِ وصال بھی ہو۔ قدیم وہ ہے جو ہر پیدائش سے پہلے ہو اور ہر اختتام کے بعد بھی ہو۔ اگر محبت قدیم سے ہو' تو وہ محبت یا عشق جو ہے وہ حقیقی کہلاتا ہے اور اگر محبت فانی سے ہو' تو وہ مجازی کہلاتی ہے۔ حقیقی محبت جو ہے وہ اللہ کی محبت بھی ہے اور اللہ کا خیال بھی ہے' یعنی حقیقت کے خیال میں جو خیال بھی ہو گا' وہ حقیقت ہی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ قدیم ہے' ہر آغاز سے پہلے ہے اور ہر انجام کے بعد بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو بھی ذات ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو بھی عمل ہے' وہ بھی قدیم ہے۔ تو اللہ کا عمل بھی قدیم ہے' اللہ کی ذات بھی قدیم ہے' اللہ کا نور بھی قدیم ہے اور اللہ کا مزاج بھی قدیم ہے۔ قدیم کا ہر عمل قدیم ہوتا ہے اور اگر وہ کہتا ہے کہ میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں تو یہ عمل بھی قدیم ہی ہے۔ تو اللہ کا درود بھیجنا بھی قدیم ہی ہے۔ بس ظاہری طور پر الگ الگ نظر آتا ہے' کوئی کس شکل میں کس وقت آیا اور کس حال میں کیا قصہ ہے' مثلاً آپ دیکھتے ہو کہ آج حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہیں وہ ظاہری طور موجود نہیں ہیں لیکن آپؐ کا نام اور آپؐ کی ذات اب بھی موجود ہے اور آپؐ کے نام کے سب جلوے ہیں۔ تو میں یہ بتا رہا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے مقربین کے ساتھ عشق ہو' وہ بھی عشقِ حقیقی ہے اور اگر آپ کا عشق اللہ تعالیٰ کے چاہنے والوں کے ساتھ ہو گا تو وہ بھی عشقِ حقیقی کہلائے گا۔ شہید کے ساتھ عشق ہو گا تو وہ بھی عشقِ حقیقی

کہلائے گا اور فانی کے ساتھ جو محبت ہوگی وہ عشقِ مجازی کہلائے گی۔ یہ ہے عشق کا فرق۔ لیکن اب میں آپ کو ایک نسخہ بتا دیتا ہوں جس کے ذریعے آپ یہ معلوم کر سکیں گے کہ یہ عشقِ حقیقی ہے یا مجازی! وہ محبت جس میں آپ دوسروں کو شریک نہیں کرتے وہ مجازی ہے اور وہ محبت جس میں آپ دوسروں کو شریک کرنا پسند کریں گے وہ عشقِ حقیقی ہے۔ مثلاً" آپ کو ایک شخص سے محبت ہو گئی ہے اور کسی دوسرے کو بھی محبت ہو گئی ہے تو اگر دونوں میں دشمنی قائم ہو گئی ہے تو یہ مجازی ہے اور اگر دونوں میں محبت بڑھ گئی ہے کہ ہمیں بھی اس سے محبت ہے جس سے تمہیں محبت ہے اور وہ کہتا ہے کہ آپ سے مل کر تو بڑی خوشی ہوئی ہے تو یہ عشقِ حقیقی ہو گا۔ تو رقیب جب قریب ہو جائے تو مجاز جو ہے وہ حقیقت بن جاتا ہے اور یہی ایک اصل واقعہ ہے یا یوں کہیں کہ اچانک ایک اور دور شروع ہو جاتا ہے' جب مجاز سے بات چلتی ہے اور اچانک چلتے چلتے ایک فانی انسان کی محبت کبھی کبھی آپ کے لئے وہ واقعات مرتب کرتی ہے کہ آپ دعا کی شکل میں سفر کرتے ہو۔ پھر ہو سکتا ہے کہ یہ دعا چلتے چلتے اس کی بارگاہ تک پہنچ جائے۔ محبت فانی انسان سے کی' فانی کی محبت نے آپ کے اندر کوئی ایسا واقعہ پیدا کر دیا' مثلاً" آپ بیمار ہو گئے اور آپ دعا کے مقام سے چلتے چلتے اس مقام پر چلے گئے' جہاں پر بقا کا مقام تھا۔ مثلاً رانجھا جو ہے وہ ہیر کی تلاش میں بالناتھ کے پاس چلا گیا' اب بالناتھ کا ہیر کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ کیونکہ بالناتھ تو جوگی ہے۔ رانجھے کو محبت ہیر سے تھی لیکن وہ گیا کس کے پاس؟ پیر کے پاس! اب یہ بات جو ہے یہ بڑی عجب بات ہے کہ اس کو فانی کی محبت

چلتے چلتے باقی کے پاس لے گئی' تو رانجھے نے بڑا زور لگایا کہ مجھے ہیر سے ملا دو۔ اس نے کہا کہ تجھے میں جوگی بناتا ہوں' کان میں بالیاں ڈال دیں' سب کچھ کیا' اس کو رنگ بھی دیا اور انگ بھی دیا' لیکن یہ پکا عاشق تھا' اس نے کہا نہیں مجھے ہیر چاہیئے' "گرُ" نہیں چاہیئے۔ تو رانجھے کو آدھا فقیر بالناتھ نے بنا دیا اور باقی کا آدھا فقیر وارث شاہؒ نے بنا دیا۔ آپ اگر جلوے کے پاس سوال لے کر جاؤ کہ یا رسولؐ اللہ ہم سوال لے کر آ گئے ہیں اور وہاں جا کر جب جلوہ دیکھا تو آپ سوال بھول گئے۔ تو وہاں اب کیا چاہئے؟ وہاں کچھ بھی نہیں چاہئے۔ جلوے کے پاس جا کر سوال ختم ہو جاتا ہے۔ تو یہ ایک مقام آتا ہے جس کو آپ یوں سمجھو کہ

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کر
حریم ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

اب یہ کیا بن گیا؟ مجاز جو ہے وہ حقیقت بن گئی یعنی کہ جو ماسواء کی تمنا تھی وہ اب ماوراء کی تمنا بن گئی۔ تو جو جلوے کے پاس گیا تو وہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ جس کام کو گیا تھا وہ کام پیچھے رہ گیا۔ اب وہ مجاز سے نکل کر حقیقت میں داخل ہو گیا اور پھر اس کا عشق حقیقی ہو گیا۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں مجاز جو ہے یہ بھی حقیقت ہے اور حقیقت بھی حقیقت ہے۔ مجاز کی حقیقت یوں مسلّمہ ہے کہ مجاز سے حقیقت بنتی ہے لیکن وہ مجاز مبارک نہیں ہے جو مجاز ہو کر ہی مرے یعنی کہ مجاز ہی پیدا ہوا' اور عشقِ حقیقی بنے بغیر مجاز ہی مر گیا۔ تو یہ اچھی قسمت والا نہیں ہے۔ ورنہ مجاز سے تو حقیقت کا راستہ ملتا ہے۔ یہ عشقِ حقیقی کا راز ہے۔ اس مجاز کو مبارک کہو جس نے شاہ حسینؒ کو مادھو لعل کے ذریعے صحیح معنوں میں شاہ

حسینؒ بنا دیا اور یہ جو مجاز تھا وہ عشقِ حقیقی بن گیا۔ پھر ایسا ہو گیا اور ایسا ہوتا رہتا ہے۔ تو عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی کی پہچان یہی ہے کہ جب رقیب جو ہے وہ حبیب بن جائے تو سمجھو کہ مجاز جو ہے وہ حقیقت بن گیا اور یہ عشقِ حقیقی بن گیا۔

سوال :۔

سر! صوفیاء کے سلاسل تو بے شمار ہیں تو اس میں سے کس سلسلے کو اختیار کرنا چاہئے؟

جواب :۔

بات یہ ہے کہ یہ دنیا ہے اور سب سے پہلے آپ یہ سمجھو کہ مرنے سے پہلے آپ کو کوئی سلسلہ اختیار کرنا ہے اور مرنے کے بعد اختیار نہیں کرنا ہے۔ تو اگر آپ کو یقین ہے کہ آپ نے طویل عرصہ تک رہنا ہے تو پھر آپ بے شک کوئی سلسلہ اختیار نہ کرو۔ یہ بات یاد رکھو کہ Sincere آدمی، مخلص آدمی جو ہے وہ Insincere یعنی غیر مخلص راستوں پر بھی کامیاب ہو گا۔ صحیح اور سچا آدمی جو ہے وہ غلط راستوں سے بھی سچا بن کے نکل جائے گا۔ اگر آپ نے اللہ کی خاطر چلنا ہے تو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کے نام پر کسی ایک راستے کے ذریعے رجوع کر لو۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ صحیح راستہ مل جائے گا۔ کسی نے میاں میر صاحبؒ کے ایک مرید سے پوچھا کہ تیرے پیر صاحب کا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پیر صاحب کا نام اللہ ہے۔ تو لوگوں نے میاں میر صاحبؒ سے کہا کہ آپ نے تو اس کو کافر بنا دیا ہے کیونکہ یہ

کے مزاج میں "اشداء" پیدا ہو جاتی ہے' شدت پیدا ہو جاتی ہے' پھر وہ ہر چیز کو اللہ کی طرف لے جاتے ہیں اور پھر اللہ کی طرف فرار کر جاتے ہیں یعنی ففروا الی اللہ تو کچھ لوگ دین کو بیچ کر دنیا بناتے ہیں' کچھ دنیا کو بیچ کر دین بناتے ہیں۔ یہ الگ الگ مزاج ہیں۔ اللہ کا اپنا فیصلہ ہے منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الآخرۃ یعنی "تم میں سے لوگ ہیں جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تم میں سے ہیں جو آخرت کے طلب گار ہیں"۔ کچھ لوگ یہاں ٹھہرنا چاہیں گے اور کچھ لوگ اللہ کریں گے کہ یہاں نہیں ٹھہرنا۔ اگر کسی کو پتہ ہو کہ دوسرے ملک جانا ہے تو پاسپورٹ اور ویزا کا انتظام کرے گا' اس ملک کے موسم کے مطابق لباس تیار کرے گا' وہاں کی زبان اور کھانے پینے کے بارے میں پتہ کرے گا کیونکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ "جب روم جاؤ تو رومن طریقہ اپناؤ" اس طرح وہ تیاری کرتا ہے۔

اس دنیا سے اس دنیا میں جانا ہوگا بھیس بدل کے

تو جانے والے یہیں سے تیاری شروع کر لیتے ہیں۔ اللہ کی طرف جانے والے شخص میں ذکر' شغل' ورد اور وظیفہ کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔

ایک طریقہ تو اللہ کی طرف جانے کا یہ ہے کہ دنیا کی طرف سے گھبرایا ہوا کبوتر اڑ کر اللہ کے پاس چلا جائے اور وہ کہتا ہے کہ ہم دنیا سے تنگ آ گئے ہیں' بڑا ظلم ہے' بڑی تنگی ہے' یا اللہ تعالیٰ تو اب ہمیں بچا! اب یہ دنیا سے فرار کرنے کے بعد اللہ کی راہ اختیار ہو گئی ہے اور کچھ لوگ بھری ہوئی دنیا میں شوق کی وجہ سے اللہ کے پاس جاتے ہیں۔ وہ الگ مقام ہے۔ تو کچھ لوگ خوف کے ذریعے اللہ کے پاس جاتے ہیں اور

کچھ لوگ شوق کے ذریعے اللہ کے پاس جاتے ہیں۔ خوف بھی بعض اوقات مفید ہے کہ دنیا تمہیں چین سے نہ بیٹھنے دے اور آپ اللہ کے پاس چلے جاؤ۔ یہ بھی اچھی بات ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے دنیا چین والی تھی مگر پھر بھی چھوڑ کے اللہ کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سب کچھ چھوڑ کر آ گئے ہیں' پھر یہ شوق والے لوگ اللہ کی راہ پر چلتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ورد کریں' ان کے لیے وظیفہ بہت ضروری ہوتا ہے۔ تو جو اہلِ محبت ہیں' اہلِ شوق ہیں یہ لوگ ضرور وظیفہ کریں گے۔ دن رات' صبح شام' اٹھتے بیٹھتے' جاگتے سوتے' اِس کروٹ' اُس کروٹ یہ اللہ کو یاد کرتے رہیں گے' ہر وقت' ہر حال میں یاد کرتے رہیں گے' حتیٰ کہ ان کی قبر سے بھی ذکر کا تعلق رہے گا۔ یہ "ہو" کا عالم قائم کر دیں گے۔ اہلِ محبت کا تعلق حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلوے سے ہوتا ہے۔ تو ان لوگوں کا ذرا اور ہی مقام ہوتا ہے۔ آپ نے دنیا میں دیکھا ہو گا کہ کہیں محبت کرنے والے ہیں اور کہیں محبت کرنے والے نہیں ہیں۔ جو محبت کرنے والے ہیں ان کو کچھ اور یاد ہی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجنوں سے پوچھا کہ آپ نے دنیا میں کیا دیکھا؟ اس نے کہا میں نے صرف ایک چہرہ دیکھا اور وہ لیلیٰ کا چہرہ تھا۔ ؎

جب درد سے ہوتا تھا مضطر
تو کہتا تھا یہ مجنوں رو رو کر
دنیا کی ہر اک شے کو یا رب
لیلیٰ کر دے محمل کر دے

مطلب یہ ہے کہ اس مجنوں کے لئے ایک ہی واقعہ ہے اور اس کو ہر طرف ایک ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ تو یہ ان لوگوں کی بات ہے جن کو ہر حال میں وہی حال نظر آتا ہے' ہر واقعہ وہی واقعہ نظر آتا ہے بلکہ ہر چہرہ وہی چہرہ نظر آتا ہے۔ ان کے لئے ورد ضروری ہے اور باقیوں کے لئے یہ حکم ہے کہ Balance قائم رکھو' اپنا لباس قائم رکھو' فرائض ادا کرتے جاؤ' معمولات کو گزارتے جاؤ۔ جو شوق والے ہیں وہ ہمیشہ شوق میں بڑھ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کا انتظام فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی پیغمبر کو یہ نہیں کہا کہ اپنا بیٹا قربان کیا جائے اور پھر کسی کو یہ جلوہ بھی کرا دیا۔ مقصد یہ ہے کہ شوق کو ذرا اور قسم کا راستہ دیا جاتا ہے' اہل شوق کو اور قسم کا راستہ دیا جاتا ہے۔

سوال :۔

سر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ عاجزوں کے سامنے عاجزی کرنا تو اچھی بات ہے لیکن کیا مغلوب کے سامنے غرور کرنا بری بات نہیں ہے؟

جواب :۔

وہ عاجزی ہی بناوٹی ہے جو کی جائے اور وہ غرور ہی نقلی ہو گا جو کیا جا رہا ہو گا۔ عاجزی اور غرور اگر مزاج میں نہیں اترے تو خود کرنا فضول ہے۔ عاجزی کرنے کا نام نہیں ہے اور غرور بھی کرنے کا نام نہیں ہے۔ غرور مزاج کا نام ہے' عاجزی' مزاج کا نام ہے اور جس مزاج میں عاجزی اتر آئے اس مزاج میں غرور نہیں رہتا۔ یہ نہیں ہوتا کہ میں مغرور کے سامنے غرور کرنے لگ جاؤں کہ اب دیکھا جائے گا' اور یہ کہیں کہ اب

عاجزی آ گئی ہے۔ تو عاجز آدمی جو ہے وہ عاجز ہی رہتا ہے۔ فقراء کے ہاں مقابلہ نہیں ہوتا' وہ کہتے ہیں کہ تو جان اور اللہ جانے' ہم اس کے خیال میں جا رہے ہیں اور ہمارے پاس مقابلہ کرنے کا ٹائم نہیں ہے۔ مقابلے کے لئے اور لوگ ہوتے ہیں۔ ان کا کام ہے مقابلہ کرنا۔ محبت کی دنیا میں مقابلے نہیں ہوتے۔ محبت کے اندر تو گولی نہ چلا۔ جس دل میں محبت پیدا ہو جائے' اس دل میں نفرت پیدا نہیں ہو سکتی اور جس دل میں عاجزی پیدا ہو جائے اس میں غرور پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ یہ دیکھو کہ نہ عاجزی کیا کرو اور نہ غرور کیا کرو بلکہ آپ کا جو مزاج ہے' اس کے مطابق کیا کرو۔ عاجزی بہت نقلی چیز ہے بلکہ اس سے زیادہ کوئی منافقت نہیں ہوتی' نقلی عاجزی یہ کہ آپ کا تابعدار' خاکسار' حقیر پر تقصیر وغیرہ' ایسی باتیں مت کرو۔ یہ نقلی باتیں ہوتی ہیں۔ اگر آپ محسوس نہیں کرتے ہو' تو عاجزی مت کرو۔ اور اگر آپ محسوس کرتے ہو تو پھر کہنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اس لئے ' Express عاجزی نہ کیا کرو اور غرور نہ کیا کرو۔ غرور آپ کو نقصان پہنچائے گا۔ آپ کا سب کچھ ضائع ہو جائے گا۔ انسان ہونا ہی بہتر ہے۔ اللہ کا فرمان ہے ولا تمش فی الارض مرحا "زمین پر اترا کے نہ چل' اکڑ کر نہ چل" چاہے سامنے والا اکڑ کر ہی چل رہا ہو۔ آپ اپنا سفر اختیار کرو۔ اصل میں مٹی کے ساتھ آپ کا رشتہ ہے اور مٹی کے ساتھ اپنا رشتہ قائم کرو۔ اس لئے اب آپ غرور نہ کرنا بلکہ کسی بھی قیمت پر غرور نہ کرنا۔ یہ کہا کرو کہ جس نے ہمیں دعا دی' ہم اس کو دعا دیتے ہیں اور جس نے گالی دی' اس کو گالی نہیں دیتے' جس نے ہمیں نقصان پہنچایا ہم اس کو نقصان نہیں

پہنچاتے اور جس نے کھانا نہیں پہنچایا اس کو ہم کھانا پہنچاتے ہیں۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان۔ لیکن آپ معاف کر دیا کرو اور آپ کہو کہ ہم ایسا نہیں کرتے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ "اگر تم معاف کر دو تو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے"۔ ہم معاف کرنے کا سبق بتا رہے ہیں' کون سا سبق یاد کر رہے ہیں؟ معافی مانگنے کا اور معاف کر دینے کا سبق یاد کرا رہے ہیں ----- آپ معاف کر دیا کرو اور معافی مانگ لیا کرو -----

سوال :-

حضور والا! رہبانیّت کسے کہتے ہیں اور بزرگان دین کی رہبانیّت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب :-

رہبانیّت یہ ہے کہ اس دنیا سے منہ موڑ جانا' اس دنیا کے فرائض سے غافل ہو جانا' ان سے بالکل اجتناب کر دینا اور فرائض سے علیحدہ ہونے کا سفر اختیار کر لینا۔ دراصل دنیا سے تو رہبانیّت ہو نہیں سکتی ہے کیونکہ دنیا سے آپ کسی قیمت پر نکل نہیں سکتے۔ یہ جو رہبانیت کا لفظ ہے اگر اس پر غور کیا جائے تو عام طور پر فقراء پر الزام لگایا جاتا ہے کہ فقراء جو ہیں وہ رہبانیت اختیار کرتے ہیں۔ اس کا کبھی تجزیہ کرو کہ ایک آدمی اللہ کی یاد میں گم ہونے کے بعد شہر سے دور' بعض اوقات وطن سے دور جنگل میں جا کر بیٹھ گیا اور کچھ لوگوں نے کہا کہ اس نے رہبانیّت اختیار کر لی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد آپ دیکھیں گے کہ وہاں لوگ آ

جاتے ہیں' کچھ عرصہ بعد وہاں پر مسجد بن جاتی ہے اور پھر پورا نظام چل پڑتا ہے۔ یوں وہاں پر رونق ہو جاتی ہے اور شہر آباد ہو جاتا ہے۔ تو شہر کے باہر خالی جھونپڑی میں رہنے والے کے پاس پورے کا پورا شہر آباد ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ رہبانیت والے نہیں ہوتے کیونکہ یہ تو جنگلوں کو آباد کرنے والے ہوتے ہیں اور ویرانیوں کو آباد کرتے ہیں۔ یہ رہبانیت نہیں ہوتی! جتنے بھی اس خیال کے لوگ آئے' بہت دور سے آئے' بڑے بڑے Great لوگ دور سے آئے' غزنی سے آئے' افغانستان سے چل کے آئے' جنگل کو ایسا بسایا کہ آج کل بھی یہاں سے وہاں لوگ جاتے ہیں۔ یہ رہبانیت نہیں ہوتی۔ ہوتا یہ ہے کہ وہ تنہا رہ کر پہلے خیال کی اصلاح کرتے ہیں' خیال کا جائزہ لیتے ہیں' اور پھر خیال کی مکمل سمجھ آنے کے بعد اور اس خیال کے صحیح ہونے کے بعد پرچار کی جگہ جا کر پرچار کرتے ہیں' اللہ کی بات بتاتے ہیں تاکہ لوگوں کو بات Convey ہو جائے کہ اصل بات کیا تھی؟ سب سے بڑی دقت ہی یہی ہے کہ لوگوں کو بات سمجھ نہیں آتی' اور بات سمجھانے کے لئے بزرگ کچھ عرصہ غور و فکر کے لئے علیحدہ بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ بات عام لوگوں کو رہبانیت نظر آتی ہے لیکن وہ رہبانیت نہیں ہوتی ہے۔ یہ جو فقراء کی تنہائی ہے یہ رہبانیت نہیں ہے بلکہ یہ ان کی غار حرا ہے۔ اس وقت وہ عبادت کرتے ہیں' غور کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد اللہ کا نام پھیلاتے ہیں' واقعہ ہو جاتا ہے۔ تو یہ غار میں غور کرنے والا مقام ہے! تھوڑا سا بیٹھ کے آپ بھی اکیلے اور تنہا بیٹھ کر کبھی غور کرو۔ تنہائی کبھی چھپی نہیں رہ سکتی۔ کوئی تنہائی ایسی نہیں ہے جو محفل میں نہ آئی ہو۔ آپ کسی درویش کی

کوئی ایسی جگہ بتاؤ جو پہلے اکیلی ہو اور پھر میلہ نہ لگا ہوا ہو' انہوں نے ایسی آبادی کر دی کہ بس ہر طرف رونق ہی ہو گئی۔ آپ کے ہاں جتنے روایتی میلے ہیں وہ سارے بزرگوں کے عرس ہیں۔ آپ خود بتاؤ کہ میلہ چراغاں کس بزرگ کا ہوتا ہے؟ حضرت مادھو لعل حسین کا یعنی کہ ان بزرگ کا جو عرس ہے' وہ میلہ بنے ہے' ان کا کمال یہ ہے کہ ان لوگوں نے موت کو زندگی سے زیادہ خوبصورت بنا دیا ہے۔ اصل میں موت قبر ہے اور موت بڑی خوف ناک ہوتی ہے لیکن ان لوگوں نے موت کو زندگی سے زیادہ خوبصورت بنا دیا۔ جتنے بھی بزرگ ہیں' ان کی قبریں جو ہیں' وہ آپ کی زندگی سے زیادہ آباد ہیں اور وہاں زندگی جگمگا رہی ہے' وہاں زندگی کے آثار ہیں اور جو یہاں کے گھر ہیں ان میں موت کے آثار ہیں۔ اس لئے وہ لوگ مرے ہوئے ہیں لیکن اصل میں زندہ ہیں اور ایسے زندہ ہیں کہ اس زندگی سے بہتر ہیں-تو اسلام میں رہبانیت نہیں ہوتی ہے۔ رہبانیت کا معنی یہ ہے کہ دین کو چھوڑ کر دنیا کے خیال میں گم ہو جانا' تو رہبانیت کا کیا معنی ہے؟ دنیا کے خیال میں گم ہو جانا اور دین کو بھول جانا۔ رہبانیت وہ کر رہا ہے جو صبح سے شام تک کاروبار کرتا ہے اور دکان کھلی ہوئی ہے' یہ رہبانیت کر رہا ہے' نہ اسے پتہ ہے کہ دین کیا ہے اور نہ اسے معلوم ہے کہ اصل مقام کیا ہے اور نماز کیا ہے۔ اسلام نے منع کر دیا ہے ایسی رہبانیت سے جو کہ پیسے میں گم ہو جانا ہے اور اس طرح وہ دین کو بھول جاتا ہے' یا وہ شخص زندگی میں گم ہوتا ہے اور موت کو بھول جاتا ہے یہ بہت آسان سی بات ہے کہ اگر آپ موت کو یاد رکھیں تو زندگی آسان ہو جاتی ہے۔

سوال :۔

محبت کیا ہے؟

جواب :۔

محبت ایک لفظ ہے اور جب آپ اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی اس لفظ سے آشنائی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ بینائی کیا ہے؟ تو پھر اس کا جواب یہ ہے کہ بینائی تو بینائی ہے اور دیکھنے والی چیز ہے۔ اسی طرح محبت جو ہے وہ محبت ہے۔ اگر آپ محبت کی تعلیم دے رہے ہیں تو آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ محبت کی تعریف نہیں ہو سکتی' یہ بیان نہیں ہو سکتا کہ محبت یہ ہے' محبت وہ ہے' لہٰذا محبت Calculate نہیں ہو سکتی۔ اس طرح تو محبت کی سمجھ نہیں آئے گی۔ لہٰذا ایک آدمی جو محبت سے آشنا نہ ہو' وہ کیسے سمجھ سکتا ہے کہ محبت کیا ہے؟ اور جو آشنا ہے' اسے محبت سمجھ ہی نہیں آئے گی۔ محبت کرنے والے جو ہیں وہ محبت کی تعریف نہیں جانتے' وہ محبوب کی تعریف جانتے ہیں' اور جو محبت کی تعریف جانتا ہے' وہ بیچارہ محبوب سے دور ہے۔ بہر حال محبت میں ایسی چیزیں ہوتی ہیں' جو آپ کو سیکھ لینی چاہئیں' اس میں ایک چاہنے والا اور ایک چاہا جانے والا ہوتا ہے اور ان دونوں چاہنے والے اور چاہے جانے والے کے درمیاں جو رشتہ ہوتا ہے اس رشتے کا نام "محبت" ہے۔ محبت میں دو انسان ہونے چاہئیں' ایک محب ہو' ایک محبوب ہو' تب اس تعلق کا نام ہے محبت۔ اب یہ دیکھو کہ محبوب کون ہوتا ہے اور محب کون ہوتا ہے۔ محب وہ ہے جو محبوب کے قریب رہنا چاہے۔ محبوب کون ہوتا ہے؟ آپ جس کے ہمہ حال قریب رہنا چاہو اور

تو بالکل عجیب غریب باتیں کرتا ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے؟ کہتا ہے کہ میرے پیر صاحب کا نام اللہ ہے۔ میاں میر صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ ٹھیک کہتا ہے کیونکہ اصل میں پیر' اللہ ہی ہونا چاہئے' پھر اس کے بعد کوئی اور پیر ہوتا ہے۔ تو اصل میں اگر آپ کا رجوع الی اللہ نہ ہو تو پھر یہ سارے راستے فالتو ہی ہیں اور اگر آپ کا اللہ کی طرف رجوع ہے تو پھر آپ کبھی گمراہ نہیں ہوں گے اور صحیح مقام پر پہنچ جائیں گے۔ تو پہلی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ منزل اللہ ہونی چاہئے اور رجوع الی اللہ ہونا چاہئے۔ سلسلوں کا آپ پوچھتے ہو تو سلسلہ یہ بھی صحیح ہے اور وہ بھی صحیح ہے۔ مگر کسی آدمی کے لئے بیک وقت دونوں سلسلے صحیح نہیں ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ نقشبندی صحیح ہے' سہروردی صحیح ہے' قادری صحیح ہے' چشتی صحیح ہے' شیعہ صحیح ہے' سنی صحیح ہے اور اہلِ حدیث صحیح ہے مگر وہ آدمی جو سب سلسلوں میں جاتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ آپ ایک راستہ اختیار کرو اور بس اللہ کا نام لے کر اس راستے کو طے کر لو اور پھر اپنی منزل پوری کر لو ورنہ یہ حال ہو گا کہ

بیٹھے ہم ہر بزم میں جا کر
جھاڑ کے اٹھے اپنا دامن

تو ہر جگہ جانا جو ہے وہ کوئی نتیجہ نہیں دے گا۔ اس لئے آپ صرف سفر کرو' بحثیں نہ کرو اور تخصیص نہ کرو۔ یہ نہ کہو کہ میں ابھی سوچ رہا ہوں کہ بازار سے کون سا سودا لینا ہے۔ پھر یہ نہ کہنا کہ عمر گزر گئی ہے اور وقت ختم ہو گیا ہے .Thy time is up یعنی تیرا ٹائم جو ہے وہ ختم ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ کا Time up ہو جائے آپ کوئی راستہ

اختیار کر لو اور یہ بات یاد رکھو کہ۔

پانی بھرن سہیلیاں تے رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا۔ جانیے جس دا توڑ چڑھے

یعنی سب سہیلیاں پانی بھرنے جا رہی ہیں مگر کامیاب وہی ہو گی جو بھرا ہوا گھڑا لے کر آئے گی۔ تو مسافروں کے لئے ایک سفر کا راستہ ہونا چاہئے۔ جاننے والوں کے لئے بے شمار راستے ہوتے ہیں' سارے راستے ٹھیک ہو سکتے ہیں کہ یہ بھی راستہ ہے اور وہ بھی راستہ ہے لیکن چلنے والے کے لئے صرف ایک راستہ ہوتا ہے۔ دو راستے طے کرنے والا شخص راستے میں ہی رہ جاتا ہے۔ اس لیے آپ ایک راستہ طے کرو اور اس راستے پر چل پڑو۔ اللہ کے ساتھ Sincere ہو جاؤ' مخلص ہو جاؤ اور بحث کے ساتھ واسطہ نہ رکھو۔ اللہ کی طرف جو بھی راستہ آپ کی طبیعت صحیح مانتی ہے' اسے اختیار کر لو۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے گا۔ اسلام میں آ جانے کے بعد آپ کے لئے کوئی آزمائش کی بات نہیں ہے۔ آپ ماں باپ کا حق ادا کرو اور زندگی کا حق ادا کرو۔ اللہ نے آپ کے پاس آنا ہے اور شکر کرو کہ آپ کو وہاں جانے کی ضرورت کوئی نہیں ہے بس آپ نے کچھ بھی نہیں کرنا۔ ایک کہانی مولانا رومؒ نے لکھی تھی کہ رومیوں اور چینیوں میں مقابلہ ہو گیا۔ ایک ہال میں دو دیواریں آمنے سامنے تھیں اور ان پر پینٹنگ بنانے کا مقابلہ تھا۔ درمیان میں ایک پردہ لگا دیا گیا کہ تم وہ دیوار پینٹ کرو اور تم یہ دیوار پینٹ کرو' دیکھتے ہیں کہ کون اچھی پینٹنگ کرتا ہے۔ پھر دونوں نے اپنا اپنا کام شروع کر دیا۔ رومیوں نے بڑی شاندار پینٹنگ بنائی مگر چینیوں نے کمال کر دیا' انہوں

نے دیوار کو پینٹ نہ کیا بلکہ صرف پالش ہی کرتے رہے۔ اچھی قسم کی پالش کر کر کے انہوں نے اس دیوار کو شیشہ بنا دیا۔ جب پردہ ہٹایا گیا تو رومیوں کی پینٹنگ والی دیوار کا عکس اس میں پڑا۔ یہ عکس اس اصل پینٹنگ سے زیادہ Beautiful تھا' زیادہ حسین تھا۔ اس طرح چینی جیت گئے۔ چینی کیسے جیتے؟ ان لوگوں نے پینٹ نہیں کیا بلکہ صرف شیشہ پالش کیا۔ تو مولانا رومؒ نے یہ کہا ہے کہ آپ نے کرنا کچھ نہیں ہے' صرف شیشے کو پالش کرنا ہے' اصل کو صاف کرنا ہے اور پھر جب دل صاف ہو کے آئینہ بن گیا تو اس میں حقیقت کا عکس خود نظر آ جائے گا۔ آپ نے کہیں نہیں جانا بلکہ آپ صرف گھر میں بیٹھ کر اپنا کام کرو' دل کو صاف کرو تو عکس وہ خود ہی دے گا۔ اللہ کہیں اور تلاش نہیں کرنا ہے۔ ایک آدمی کہنے لگا کہ ہم پردیس جا رہے ہیں کیونکہ اللہ کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ وہ اپنے پیر صاحب کے پاس گیا اور اجازت مانگی۔ پیر صاحب نے کہا کہ وہاں کے اللہ کو میرا سلام کہنا۔ وہ شخص حیرانی سے کہتا ہے کہ کیا وہاں کا اللہ کوئی اور ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا اگر تجھے یہاں اللہ نہ ملا تو وہاں کہاں ملے گا۔ اللہ تو یہاں کا نام ہے' اللہ آپ کے دل کا نام ہے' اور یہ "ٹائم بم" کی طرح آپ کے ساتھ لگا ہوا ہے' آپ اس سے نجات پا نہیں سکتے' یہ دل آپ کا ہے اور آپ نے اسی کو خانہ کعبہ بنانا ہے اور اسی دل کو ہی آپ نے دریافت کرنا ہے' کیونکہ یہی آپ کو لے کر وہاں جارہا ہے۔ آپ اس کو یہیں تلاش کرلو کیونکہ وہ آپ کے قریب ہی ہے ۔

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

تو آپ اسے اپنے قریب ہی ڈھونڈ لو۔ تو کون سے سلاسل اچھے ہیں؟ سارے ہی اچھے ہیں۔ اور آپ کے لئے کون سا سلسلہ اچھا ہے؟ صرف ایک! کسی ایک کا حکم مان لو کیونکہ حکم ماننے والا گمراہ نہیں ہوتا۔ خود ساختہ سفر کرنے والا غلطی کر سکتا ہے۔ اور حکم ماننے والا گمراہ نہیں ہوتا اور اس ماننے والے کے لئے یہ ساری بات ہے۔ جب اسے حکم ملا کہ وہاں چلے جاؤ تو وہ چلا گیا اور کہا گیا کہ وہاں سے آ جاؤ تو وہ واپس آ گیا' اب وہ کیسے گمراہ ہو گا۔ ایسے میں وہ بچ جاتا ہے۔ اس لئے کسی ایک جگہ کی طرف چل پڑو اور کسی کا حکم ماننا شروع کردو۔ سلسلے سارے ٹھیک ہیں اور سلسلے کے بارے میں بحث کرنے والی بات نہیں ہے۔ اللہ اور اللہ کے حبیب پاکؐ کی اطاعت ہی اصل سلسلہ ہے۔ تو اصل سلسلہ کیا ہے؟ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بس یہ سلسلہ ہے۔ اب آپ کا سلسلہ مکمل ہے' یہ سلسلۂ توحید کا ہے' یہ سلسلۂ واحد کا ہے' یہ سلسلۂ اول ہے اور یہ سلسلۂ آخر ہے۔

سوال :۔

سر! اپنے آپ کو دریافت کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب :۔

آپ ابھی کم سن ہیں' اپنے آپ کو دریافت کرنے کے لئے تھوڑا سا اور انتظار کریں۔ اس کے لیے ایک عمر ہوتی ہے۔ ابھی آپ وقت کو گزرنے دو تاکہ "میں" ذرا Crystallized ہو جائے یعنی کوئی صورت اختیار کر لے' ابھی تو آپ Shapeless ہیں یعنی بے صورت ہیں' ابھی

آپ "میں" کو دریافت نہ کرو تو بہتر ہے کیونکہ آج کی "میں" کل کی "میں" سے مختلف ہو گی۔ ابھی آپ یادوں میں رہتے ہیں اور آپ نے آگے جا کر یادیں Create کرنی ہیں' یادوں کو جنم دینا ہے۔ یعنی You are yet to create memories ابھی آپ وقت کو چلنے دو' عمل کو ہونے دو' پھر دیکھا جائے گا۔ کچھ عرصے کے بعد "میں" کو دریافت کر لیں گے۔ ابھی دنیا کو دیکھو اور جو لوگ دریافت کر چکے ہیں ان کو دیکھو کہ کیسا واقعہ ہو رہا ہے اور وہ کیا کر رہے ہیں؟ جانے والوں کو دیکھو' آنے والوں کو دیکھو اور چار دن کا میلہ دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے' "میں" بھی دریافت ہو جائے گی۔ اس کے لئے کہیں جانا نہیں ہے کیونکہ یہ آپ کے ساتھ ہی ہے اور بچپن میں یہ بکھیڑے نہ ڈالو' ابھی آپ کی عمر نہیں ہے۔

سوال :۔

سر! اگر ہم راستے میں مر جائیں تو پھر.....!

جواب :۔

اس صورت میں آپ "میں" دریافت کرنے سے پہلے کلمہ پڑھ لو' یہ کافی ہے۔ اس عمر میں دریافت کرنے والی بات جو ہے وہ ایک حد تک ہو گی۔ بچہ جو چیز دریافت کرے گا' وہ اس کی ماں ہو گی۔ یا پھر وہ باپ کو دریافت کرے گا۔ جب باپ بنے گا تو پھر اولاد کو دریافت کرے گا' اب بچہ بچوں کو کس طرح دریافت کرے۔ تو اس وقت تک جب تک "میں" جو ہے شادی شدہ نہیں ہے اس وقت تک "میں" کو کیا پتہ کہ بچے کیا

چیز ہوتے ہیں۔ اس لیئے یہ عمر کی سطح کی بات ہوتی ہے' آپ کی عمر کا ایک دور آ جائے گا پھر آپ کے ساتھ یہ واقعہ ہو جائے گا۔ اس لیئے آپ ذرا Home work کے حساب سے چلو۔ پیغمبروں کے لئے بھی ایک Age یعنی عمر رکھ دی گئی ہے' اس عمر کے بعد نبوت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس طرح Wisdom یعنی عقل یا دانائی چالیس سال کی عمر کے بعد آتی ہے۔ ہر چیز کا ایک ٹائم ہوتا ہے۔ بیج آج بوؤ گے تو جب چیت کا موسم آئے گا تو پھر فصل پکے گی۔ اس سے پہلے فصل نہیں پکتی ہے۔ اس لئے آپ انتظار کرو۔ اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ ہم چلے جائیں گے' ہم چلے نہیں جائیں گے اور اگر ہم چلے جائیں گے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ یہ ایک Threat اور دھمکی ہے کہ اگر میں مر گیا تو پھر "میں" کو کیسے دریافت کروں گا۔ اس لئے آپ مہربانی کرو اور مرنے کی جلدی نہ کرو۔ سب لوگ اس نوجوان کے لئے دعا کرو کہ اس کی عمر دراز ہو جائے۔ "میں" کا دریافت کرنا' جلد بازی میں نہ کرو۔ "میں" کو آرام سے دریافت کرنا چاہیئے۔ "میں" کو نظر انداز بھی نہ کرو اور "میں" کو قبل از وقت دریافت بھی نہ کرو۔ اس کو اپنے حساب سے پورا ٹائم دو' ذرا اور مشاورت کرو' یہ نہ ہو کہ ابا جان کہیں کہ آپ امتحان دینے کے لئے جاؤ اور آگے سے بیٹے جی جواب دیں کہ میں "میں" دریافت کرنے چلا ہوں' امتحان کس لیئے دوں۔ اور یہ بھی نہ کہنا کہ جب "میں" نے مر ہی جانا ہے تو کام کس لیئے کرنا ہے۔ کام اس لئے کرنا ہے کہ تو نے مر جانا ہے۔ ایک بزرگ تھے' ان کو بیٹے کو دین سکھانے کا بڑا شوق تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو پرانے زمانے کا ICS کا

امتحان دلوایا۔ وہ بچہ بھی باپ کی عادت سمجھ گیا کہ باپ دینی شعور رکھتا ہے۔ باپ اس کو ہر وقت کہتا تھا کہ پڑھو پڑھو۔ ایک دن بچہ بیچارہ تھک گیا تو اس نے سوچا کہ ابا جان کو کس طرح دھوکا دیا جائے۔ والد صاحب کرسی رکھ کر اس کے پاس بیٹھتے تھے اور کہتے تھے کہ پڑھو! تو بیٹے نے کہا کہ میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے! تو اس کے باپ نے سر پہ ایک تھپڑ لگایا اور کہا کھلے آنکھ صل علیٰ کہتے کہتے۔ آپ بھی اپنی آنکھیں کھولو اور اپنی عمر کے مطابق اپنے فرائض کو پہچانو۔ "میں" کو پہچاننے کا وقت بھی آ جائے گا۔

سوال :۔

کیا نام کا شخصیت پر اثر پڑتا ہے؟

جواب :۔

اگر کسی کو آپ غنڈہ کہنا شروع کر دو تو ہو سکتا ہے وہ غنڈہ بن جائے۔ آپ سب کو ان کے اصلی نام سے پکارا کرو۔ نام کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے حکم یہ ہے کہ اچھے اچھے نام رکھا کرو تاکہ اس کے لئے اچھی تاثیر ہو جائے۔ عام طور پر جو نام ہمارے ہاں اس طرح کے رکھے جاتے ہیں جیسے غلام مصطفیٰ تو اس طرح اللہ تعالیٰ سوچے گا کہ اس کو دوزخ میں جانا چاہئے کہ نہیں جانا چاہئے۔ تو غلام مصطفیٰ دوزخ میں نہیں جاتا۔ " اگر اسے آپ جھگڑا کہتے ہیں تو جھگڑا ہی سہی لیکن نام میرا یہی ہے "۔ نام کا انسان کی زندگی پر بہت اثر پڑتا ہے۔

سوال :۔

سر! آج کل شہر میں اچھی محفل بہت مشکل سے ملتی ہے' ایسے میں ہم کیا کریں؟

جواب :۔

بات اتنی ساری ہے کہ جس طرح بری محفل برا اثر پیدا کرتی ہے اس طرح اچھا آدمی اچھا اثر پیدا کرے گا۔ آپ اچھے ہو جاؤ تو آپ کی محفلیں آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ ایک آدمی کے ٹھیک ہونے سے محفل ٹھیک ہو جاتی ہے۔ ایک آدمی نے قصہ سنایا کہ ہندوؤں کا زمانہ تھا یعنی یہ Partition سے پہلے کا زمانہ تھا' میں اور میرے پیر صاحب شالا مار باغ گئے ہوئے تھے' جب ہم وہاں پہنچے تو عصر کا وقت ہو گیا۔ پیر صاحب نے میرے کان میں کہا کہ اذان کہو' میں نے عرض کیا کہ جناب یہ ہندوؤں کا علاقہ ہے' ہم اوھر جا کے مسجد میں نماز پڑھ لیں گے' یہاں اذان کہنے کی کون سی جگہ ہے۔ انہوں نے فرمایا یہیں اذان کہو' میں نے دیکھا تو وہاں بے شمار ہندو اور سکھ موجود تھے اور مجھے کوئی مسلمان نظر نہیں آ رہا تھا۔ خیر پیر صاحب کے حکم پر میں نے اذان کہہ دی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں پر چار صفیں نماز کے لئے بن گئیں۔ تو اگر ایک آدمی دلیری سے سچ بات کرنے لگ جائے تو باقیوں کا چھپا ہوا سچ بھی ظاہر ہو جائے گا۔ اس طرح سارے ٹھیک ہو جائیں گے۔ اگر کہیں ایک برائی ہو رہی ہے اور آپ روکتے ہیں کہ یہ یہاں نہیں ہونا چاہئے تو آہستہ آہستہ دوسرے لوگوں کے مزاج میں یہ آتا جائے گا' پہلے آپ کو Odd کہا جائے

گا' کہ یہ عجیب آدمی' خواہ مخواہ ملاّ اور مولوی بنتا جا رہا ہے۔ پھر کچھ روز کے بعد سارے ہی یہ کہیں گے کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ایک بار اگر کلمہ شہادت پڑھیں تو سارے ہی یہ پڑھنا شروع کر دیں گے۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ پھر سب کے اندر سے چھپا ہوا سچ نکل آئے گا۔ اس لئے شہر کی محفلوں کا صحیح ہونا جو ہے وہ آپ کے صحیح ہونے سے ہے۔ آپ صحیح ہو جاؤ تو صحیح محفلیں بن جائیں گی یا پھر محفلوں کی خرابی کم ہو جائے گی۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمیں یہ فرمائیں کہ ہم دین کے ساتھ کیسے وابستہ رہیں اور کس طرح محبت کریں۔ بس آپؐ کا جواب جو ہے وہ یاد رکھنے والا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح دنیا دار دنیا سے محبت کرتا ہے' وہ کوئی موقعہ نہیں چھوڑتا اپنی دنیا کو بنانے کا' لہٰذا آپ بھی دین کو بنانے کا کوئی موقعہ نہ چھوڑیں۔ تم دین سے اتنی محبت کرو جتنی اس کو دنیا سے ہے۔ اگر برے لوگ اپنی محفلیں جماتے ہیں تو اچھے لوگ بھی اپنی محفلیں جماتے جائیں۔ یا ان محفلوں کو ٹھیک کرو یا پھر اپنی محفلیں لگاؤ۔ ایک وقت آئے گا جب سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس لئے انہیں اپنے راستے سے محبت ہے اور آپ کو اپنے راستے سے محبت ہونی چاہئے۔ آپ کا راستہ صحیح ہے' آسان بھی ہے اور ان سے زیادہ Intelligent بھی ہے۔ آپ یہ بھی دیکھو کہ عبادت کے اندر ادب بھی ہے' لطف بھی ہے' تخلیق بھی ہے' Future بھی ہے' Past بھی ہے' اور Creativity بھی ہے۔ یہ ایسے نہیں ہے کہ یوں ہی سلسلہ چلتا جا

رہا ہے بلکہ یہ ایک مزاج ہے' Creativity ہے' Language ہے' Literature ہے' فلسفہ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں محبت ہے اور آج کی محفل ان اہل محبت کے نام ہو گئی! اب آپ سب کے لئے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے فضل سے نوازے' مہربانی فرمائے اور کرم فرمائے۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء و المرسلین سیدنا و سندنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ترتیب :۔ ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

توبہ

- اگر انسان کی اپنی عقل اس کی اپنی زندگی کو خوشگوار نہ بنا سکے تو اسے زعم آگہی سے توبہ کرنی چاہئے۔
- اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- اگر انسان اپنے آپ کو غم، پریشانی، غریبی، غریب الوطنی یا موت سے نہ بچا سکے تو اپنے خود مختار ہونے کے بیان سے توبہ کرنی چاہیے۔
- اگر انسان ایک ہی پتھر سے دو دفعہ ٹھوکر کھائے تو اسے اپنی صحیح روی کی ضد سے توبہ کرنی چاہئے۔
- اگر انسان کو اپنے خطاکار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
- توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔
- ہر اس عمل سے توبہ کرنی چاہیے جو اللہ کو ناپسند ہو چاہے وہ برائی ہو یا وہ عبادت جس میں ریاکاری شامل ہے۔
- اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
- دعا کرو کہ اگر انسان کو موت آ جائے تو حالت گناہ میں نہ آئے بلکہ حالت توبہ میں آئے۔
- نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
- اللہ کو گواہ بنا کر اپنی غلطی پر معذرت اور آئندہ ایسی غلطی نہ کرنے کا وعدہ توبہ کہلاتا ہے۔
- توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
- جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
- گناہوں میں سے برا گناہ توبہ شکنی ہے۔
- اللہ کی پسند کے علاوہ کسی اور انداز کی زندگی کو پسند کرنا گناہ ہے اور اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

ر ح

(واصف علی واصف)

جمہوریت

☆ دنیاوالوں کے ہاں جمہوریت کی تعریف یہ ہے کہ عوام کی لائی ہوئی' عوام کی حکومت' جو عوام کی خاطر ہو۔

☆ دینی معاشرے میں دینی حکومت دراصل اللہ کی حاکمیت ہے جو اللہ کے بندوں پر اللہ کی خاطر ہو۔

☆ اللہ کا ہونا انسانوں کے ووٹوں سے نہیں۔ اللہ خود جمہوریت کے مزاج سے بہت بلند ہے لوگ مانیں یا نہ مانیں وہ اللہ ہے۔

☆ اللہ کے پیغمبر بھی انسانوں کے ووٹ اور کثرت رائے سے نہیں بنتے اور کثرت رائے کا کسی نبی کی نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

☆ حضور پاکؐ امام الانبیاء ہیں اور آپ کا مرتبہ نبیوں کے ووٹ کا محتاج نہیں۔ آپؐ جو کچھ بھی ہیں۔ انسانوں کی رائے سے نہیں بلکہ اپنے خداداد مرتبے سے ہیں۔

☆ مسلمانوں کی رائے سے دینِ اسلام' اسلام نہیں بلکہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ دین کثرتِ رائے کے احترام سے دین نہیں بنا بلکہ یہ اللہ کے حکم' مرضی اور عطا سے ہے۔ اس میں جمہوریت کا دور تک کوئی دخل نہیں۔

☆ اسلام کے نام پر جمہورت کا قیام دراصل اسلام اور جمہوریت دونوں سے مذاق ہے۔ اسلام صداقت پر مبنی ہے اور صداقت اکثریت میں نہیں ہے۔

☆ جمہوریت اکثریت کی حکومت ہے اور اکثریت دین سے بیزار ہے

☆ صداقت اور امامت کے کربلا سے گزرنے کی وجہ ہی یہی ہے کہ اکثریت والے کثرت رائے کی وجہ سے بھول گئے کہ اسلام کثرتِ رائے کی بات نہیں بلکہ اطاعت و محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات ہے۔

☆ آج تک اسلام کے نافذ نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں سے رائے مانگی جاتی رہی۔

☆ جمہوریت جوہر شناس نہیں کیونکہ جمہوریت صرف مقدار کی قائل ہے' معیار کی نہیں۔

☆ جمہوریت سقراط کو زہر پلاتی ہے منصور کو سولی چڑھاتی ہے اور عیسیٰؑ کا احترام نہیں کرتی۔

☆ جمہوریت کے ذریعے کوئی مفکر' امام' دانش ور' عالم دین' ولی یا مردِ حق آگاہ برسرِ اقتدار نہیں آسکتا۔

خوش نصیب

- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بد نصیبی کا ثبوت ہے۔
- ☆ خوش نصیبی وجود کا ظاہر نہیں' وجود کا باطن ہے۔
- ☆ خوش نصیبی کسی شئے کا نام نہیں' سماجی مرتبے کا نام نہیں' بینک بیلنس کا نام نہیں' بڑے بڑے مکانوں کا نام نہیں بلکہ خوش نصیبی صرف اپنے نصیب پر خوش رہنے کا نام ہے۔
- ☆ کسی خوش نصیب نے آج تک کوشش ترک نہیں کی لیکن یہ کوشش بامقصد ہونی چاہئے' ایسی کوشش کہ زندگی بھی آسان ہو اور موت بھی آسان ہو۔
- ☆ خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- ☆ خوش نصیب انسان حق کے قریب رہتا ہے۔ وہ ہوس اور حسرت سے آزاد ہے اور وہ فنا کے دیس میں بقا کا مسافر ہے۔
- ☆ خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔
- ☆ وہ انسان بد قسمت ہے جو لذت وجود کی لعنت میں گرفتار ہے' اسے کسی بڑے مقصد سے تعارف نہیں بلکہ وہ صرف مال کی پنجریاں ہی بناتا ہے اور کلین بولڈ ہو کر رخصت ہو جاتا ہے۔
- ☆ ہمارے عقیدے اور معلومات میں پیغمبر ایسے خوش نصیب ہیں جن کی زندگی دوسروں کے لئے ایک مثالی نمونہ ہے۔
- ☆ پیغمبروں میں ہمارے پیارے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ خوش نصیب کون ہو سکتا ہے۔ ایک طرف اللہ اور اس کے فرشتے آپ پر درود و سلام اور نعت کے ہدیے پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف دنیا میں آپ کے جاں نثار آپ پر درود و سلام اور نعت کے ہدیے پیش کرتے ہیں۔

ر 7

(واصف علی واصف)

اسلام + فرقہ = صفر

☆ اللہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرنے والا بھی اتنا ہی گمراہ ہے جتنا اللہ سے انکار کرنے والا۔

☆ تقربِ حق کا کوئی ایسا دعویٰ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمائے ہوئے میزان کے علاوہ ہو بہتان ہے۔

☆ اگر قرآن کریم میں کسی لفظ کا اضافہ کر دیا جائے یا کسی لفظ کی تخفیف کر دی جائے تو وہ قرآن نہیں رہے گا۔

☆ اسلام کا اصل رنگ وہی ہے جو یوم تکمیل کے وقت تھا۔

☆ اسلام کو عمل سے نکال کر علم میں داخل کرنے والے اسلام کے محسن نہیں ہیں۔

☆ مومن وہ ہیں جسے بھائی مدد کو پکارے تو وہ اسے قرآن سنانا شروع کر دے۔ مومن وہ نہیں جو وعدہ پورا نہ کرے اور نماز پوری کرے۔۔۔۔۔ مومن وہ نہیں جو منبر پر کھڑے ہو کر

☆ اسلام مسلمانوں کی وحدت فکر و عمل کا نام ہے۔ وحدت ملت سے جدا ہونے والا فرقہ اسلام سے جدا ہو جاتا ہے۔

☆ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سب فرقے اپنے اپنے مقام پر صادق ہیں تو بھی فرقہ سازی کا عمل اسلام کی خوب صورت عمارت کو اینٹ اینٹ میں تقسیم کر دے گا۔

☆ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ہاں کئی لاکھ مساجد ہیں اور کئی لاکھ آئمہ مساجد ہیں لیکن اس کے باوجود قوم کا عالم یہ ہے کہ معاشرے میں تمام برائیاں موجود ہیں۔

☆ ہر فرقہ اسلام کے نام پر علیحدہ ہوتا جا رہا ہے حالانکہ اسلام وحدت ملت کا نام ہے۔

☆ یہ کیسے مسلمان ہیں جن پر بھی اسلام کا نفاذ ہونا ہے اور یہ کیسا اسلام ہے جو ابھی مسلمانوں پر نافذ ہونا ہے۔

☆ اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں میں وحدت عمل کی کمی ہے۔

☆ افسوس ہے کہ قرآن وہی ہے اللہ وہی ہے اللہ کے رسولؐ وہی ہیں لیکن اسلام وہی نہیں۔

☆ ہم حضور پر نور کے دور سے اتنی دور آ گئے ہیں کہ ایک بار پھر وہیں سے شروع کرنا پڑے کلمہ توحید کو روح وحدت مان کر اسلام کیا عمل شروع کرنا چاہیئے ورنہ علم اور صرف علم اسلام سے بہت دور لے جائے گا۔

☆ کلمہ طیب ہی کلمہ توحید ہے اسی بنیاد پر وحدت ملت کی عمارت استوار کی جا سکتی ہے۔

☆ ہم مسلمان ہیں، یہی ہمارا فرقہ ہے۔ یہی ہماری طریقت ہے اور یہی ہماری جمعیت۔

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہو گا۔
- دعا دراصل نداء ہے' فریاد ہے مالک کے سامنے التجا ہے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- جب کسی قوم یا فرد کا دعا سے اعتماد اٹھ جائے تو آنے والا وقت مصیبت کا زمانہ ہوتا ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا یہ ہے کہ اتنا کرم نہ ہو کہ ہم اس کی یاد سے غافل ہو جائیں اور اتنا ستم نہ ہو کہ ہم اس کی رحمت سے مایوس ہو جائیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے' زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشت ہستی میں سایہ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔
- شب تاریک کی تنہائیوں میں ٹپکنے والا آنسو بھی دعا ہے۔
- سرنیاز کا بے نیاز کے سامنے جھک جانا بھی دعا ہے۔
- کسی بے بس کی نگاہ کا خاموشی سے سوئے فلک اٹھنا بھی دعا ہے۔
- کسی مضطرب دل کی دھڑکن بھی دعا ہے۔
- کسی دور رہنے والے کو محبت سے یاد کرنا بھی دعا ہے۔
- ہم کسی کی دعا کی تاثیر ہیں ہماری دعائیں کسی اور زمانے کو اثر دیں گی۔

ر 7

(واصف علی واصف)

تصانیف

واصف علی واصف رح

1۔	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2۔	دل دریا سمندر	(مضامین)
3۔	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4۔	شب چراغ	(اردو شاعری)
5	The Beaming Soul	
6	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
7	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
8	شب راز	(اردو شاعری)
9	گفتگو I	(سوال جواب)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	گفتگو II	(سوال جواب)
13	گفتگو III	(سوال جواب)
14	گفتگو IV	(سوال جواب)
15	گفتگو V	(سوال جواب)

ملنے کا پتہ

کاشف پبلی کیشنز ○ ۳۰۱ اے' جوہر ٹاؤن ○ لاہور

میرا نام واصف باصفا میرے

میرا وِرد احمد مجتبیٰ میں سدا بہاری با